اردو شاعری

کا

دہلی پس منظر

مقالہ برائے پی ایچ ۔ ڈی سندھ یونیورسٹی

ثریا صدیقی

نگران : الحاج پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب

SURRIYA SIDDIQUI

اردو شاعری کا دینی پس منظر

فہرست ابواب

حرفِ آغاز

اس مقالہ کا موضوع "اردو شاعری کا دینی پس منظر" ہے میں لئے یہہ موضوع محترم جناب ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان صاحب نے تجویز فرمایا ، موضوع کی وسعت اور اپنے محدود علم کے پیش نظر مجھے شروع میں قدم قدم پر دشواریوں کا احساس ہوا لیکن قبلہ محترم کی رہبری و رہنمائی اور ہمت افزائی نے ان مراحل کو طے کرنے میں آسانیاں پیدا کردیں اور یہہ محض اللہ تعالی کا فضل و کرم ہے کہ اس نے اپنی ایک ناچیز کم علم بندی سے ایک ایسی خدمت کرائی جو بظاہر اس کی بضاعت سے باہر تھی۔

فراہمی مواد کے سلسلے میں مجھے بنیادی طور پر قرآن حکیم اور احادیث نبوی کا مطالعہ کرنا پڑا ، قرآن حکیم کے مطبوعہ نسخوں میں ترجموں کے لئے میں نے علامہ عبداللہ یوسف علی کا انگریزی ترجمہ اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا اردو ترجمہ مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹیڈ پیش نظر رکھا احادیث کے مجموعوں میں بخاری شریف کے علاوہ تجرید بخاری اور دیگر کتب احادیث بھی پیش نظر رہیں ۔ ابتدا میں خیال تھا کہ قرآن حکیم کی پوری عبارت نقل کی جائے ۔ لیکن احساس ہوا کہ اس سے ٹائپ شدہ صفحات میں اضافہ ہو جائے گا اور پھر احتراماً بھی اسی قدر کافی ہے کہ آغاز و انجام عبارت دے کر اس کا ترجمہ دے دیا جائے ۔ کیونکہ ایک مقالہ کی حیثیت سے یہ جن مراحل سے گزرے گا اس میں قرآن حکیم کا احترام شاید کہیں نظر انداز ہو جائے ، احادیث کے سلسلے میں بھی ترجمے دے دئیے گئے ہیں تاکہ مقالہ کی اشاعت کی نوبت آئے تو ان حضرات کے لئے بھی دشواری نہ ہو جو عربی سے واقف نہیں ہیں۔

فراہمی مواد ، مقالہ کے خاکہ اور ترتیب اور ہر مرحلہ پر رہنمائی کے لئے میں اپنے نگران الحاج ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان صاحب کی شفقت بزرگانہ اور توجہ فرمائی کیلئے شکرگزار ہوں اگر آپ کی توجہ اورحوصلہ افزائی ہر مرحلہ پر شامل حال نہ ہوتی تو یہہ مقالہ اس منزل تک نہ پہنچا ہوتا ۔

ٹائپ شدہ مسودہ کو کئی بار پڑھا ہے اور حتی الامکان تصحیح کی کوشش کی ہے - پھر بھی اس کا امکان ہے کہ کہیں ٹائپ کی اغلاط رہ گئی ہوں - ان کے لئے معذرت خواہ اور معافی کی طلبگار ہوں-

اللہ تعالیٰ اس حقیر خدمت کو جس میں علمی تحقیق کے ساتھ ایک ادنیٰ درجے کی دینی خدمت کا شوق بھی شامل تھا قبول فرمائے اور ان سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے مختلف مراحل میں میری مدد کی -

تمہید

پس منظر

اردو ایک ایسی زبان هے جو برصغیر پاک و هند مین مسلمانون کے ورود اور ان کی سلطنت کے قیام اور استحکام کے نتیجه مین پیدا هوئی ۔ اردو کی ابتداء کے متعلق مختلف نظریات کی بحث مین الجھنے کے بجائے اس قدر کہنا کافی هے که یہه زبان جس نے بہت آگے چل کر زبان اردوئے معلیٰ ، زبان اردو اور اردو کا نام پایا اپنے ابتدائی دور مین هندوی یا هندی کہلاتی تھی ، یہه ایسی زبان نه تھی جو مسلمان کہین باهر سے اپنے ساتھه لائے هون نه یہه ان کے لشکر کی بولی تھی بلکه مسلمانون کی مذهبی اور علمی زبان عربی ، تہذیبی دفتری اور عدالتی زبان فارسی تھی ، هندوی یا هندی عام بول چال کی زبان تھی اور یہه ایک ملی جلی زبان تھی جس مین وهین کی پراکرتون کے عناصر اور مسلمانون کی عربی ، ترکی ، فارسی کی آمیزش تھی ۔ اس زبان کا ڈھانچه خالص ملکی بلکه مقامی تھا اور اس کے قواعد صرف ونحو بنیادی طور پر اس کے اپنے تھے هان الفاظ مین بالخصوص ان اشیاء کے نام جو مسلمان اپنے ساتھه لائے تھے ، علمی اور فنی اصطلاحات اور وه اصطلاحات جو اسلام ، اس کے قانون اور شریعت سے متعلق تھین وه آهسته آهسته اس نئی ابھرتی زبان مین شامل هوتی چلی گئین- آهسته آهسته جب یہه نئی ابھرتی بولی محض کاروبار اور روزمره گفتگو کے مرحلے سے آگے بڑھی اور اس مین تالیف و تصنیف اور ادب و شعر کا سرمایه جمع هونے لگا تو اس مین فارسی سے ادبی اصناف اور فارسی زبان کے ادبی عناصر بھی شامل هونے لگے اور ایک زمانه مین یہه لے اس قدر بڑھی که بعض حضرات اسے فارسی کی هی ایک شاخ سمجھنے لگے ۔ اردو کا ایک قدیم قواعد نویس بنجمن شلز اسے اپنی قواعد اردو ہندوستانی

میں لکھتا ہے ؎1

شلنے کی اصل عبارت یہہ ہے -

~~ہندی~~ ناگری

The Hindoostani language being a provincial dialect of the Persian, it has no elements particular to itself, but is obliged, therefore, to substitute the letters of the Persian alphabets to simplify its own defect in terms particular. Like Persian too, it is to be written & read from right to left XX

اس کا اردو ترجمہ معہ حواشی و تعلیقات مرتبہ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ، مجلس ترقی ادب لاہور سے شائع ہو گیا ہے - طبع لاہور - ۱۹۶۵

یہہ صحیح اور درست ہے کہ ایک دور اردو شعر و ادب کی تاریخ میں ایسا بھی گزرا ہے کہ

---

1 XX ہندوستان کی زندہ زبان کا اصلی اور قدیمی نام ہندی یا ناگری ہے ، یہہ ایک ملی جلی زبان ہے جو تیمور کی تسخیر ہند کے بعد فارسی اور ہندی کی آمیزش سے بنتی ہے یہی ہندوستانی کہلاتی ہے اور ہم اسے مورس کہتے ہیں جو پرتگالیوں کا دیا ہوا نام ہے یہہ فارسی کی ایک صوبائی یا علاقائی بولی ہے لیکن ہر علاقہ میں اس کی صورت ایک سی نہیں ہے - "

اس مین عربی فارسی کی آمیزش غیر متوازن حدتک بڑھ گئی تھی اور نثر ونظم دونون مین اسی قسم کی عبارتین عام تھین جن مین صرف فعل یا حرف ربط یا کوئی اضافت اردو کی ہوتی باقی تمام فارسی اور ایسی عبارت کو صرف ایک یا دو لفظ بدل کر اردو سے فارسی کرسکتے تھے اس کی ایک مثال مرزا غالب کے بعض اشعار مین آسانی سے مل سکتی ھے۔

فارسی و عربی کی اس آمیزش کی بناء پر اور اس لئے کہ یہ مسلمان حکمرانون کے عہد مین پیدا ہوئی اور پروان چڑھی بعض لوگون نے اسے صرف مسلمانون کی زبان سمجھ لیا اور ایک دور برصغیر پاک و ہند کی تاریخ مین ایسا بھی آیا جب ہندوون اور مسلمانون کے سیاسی اور تہذیبی تنازعہ مین ہندی اور اردو کو بالترتیب ہندوون اور مسلمانون کی ہی زبان سمجھ لیا گیا کیونکہ گاندھی جی کے بقول یہ قرآنی حروف مین لکھی جاتی ہے ۔ بعض مغربی مصنفین نے بھی اسے سلمانی زبان کا نام دیا ہے پرتگالی اسے مورس [2] کہتے تھے اور یہ نام وہی تھا جو اہل یورپ نے مسلمانون کو دیا تھا ۔ اس مین ایک حدتک صداقت بھی ہے کیونکہ اردو ایک ایسی زبان ہے جس مین برصغیر کے مسلمانون نے نہ صرف شعر و ادب کی تخلیق کی ہے بلکہ عربی اور فارسی کے بعد ایسی زبان [illegible] مسلمانون کا مذہبی اور تاریخی لٹریچر سب سے زیادہ ہے عقاید ، افکار و خیالات تہذیب و معاشرت مین ہندوون اورمسلمانون کے اس فرق کا اندازہ ہندی اور اردو کے موازنہ سے بھی ہوتا ہے ۔ اس امتیاز کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہین [3]

---

[2] دیکھئے حوالہ نمبر ۱ ص ۲

اس بیان سے یہہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اردو کی تہذیبی اور ادبی حیثیت پر اس کی تہذیب و تاریخ کی بہت گہری چھاپ لگی ہوئی تھی،

برصغیر پاک و ہند کی ملت اسلامیہ کی جس تہذیب کا سطور بالا میں ذکر کیا گیا ہے بلاشبہ ایک حد تک مشترک تہذیب تھی جس کا وسط ایشیاء سے برصغیر پاک و ہند تک پھیلا ہوا تھا۔ ظاہر ہے ترکستان ، ایران ، افغانستان برصغیر ہند و پاکستان میں جو تہذیب تھی اس میں مقامی اثرات اور مقامی عناصر بھی موجود تھے لیکن بنیادی طور پر ان میں ایک اشتراک بھی تھا اور وہ اشتراک ان کے اسلامی تہذیب ہونے کا تھا ڈاکٹر قریشی [3] فرماتے ہیں۔

---

[3] ایضاً ۸- ۹

عبارت ؟

اس تہذیب کے اسلامی ، مزاج ہونے کا سبب یہہ تھا کہ اسلام صرف چند عقائد اور
عبادات کا مجموعہ نہ تھا بلکہ یہہ ایک مکمل نظریہ حیات تھا ، عقائد و عبادات فن تعمیر، معاشی
نظام ، طرز حکومت ، روز مرہ کارو بار میں ہرجگہ اس کی کارفرمائی تھی ، ہاں یہہ درست ہے
کہ بعض حکمرانوں کے دور میں اس نظریہ حیات پر پوری طرح عمل نہیں ہوا اور برصغیر کے مسلما
کے افکار و خیالات میں بھی ایسے عناصر شامل ہوگئے ہیں جس کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ
نہ تھا لیکن اصلاح کی جو مختلف تحریکیں مختلف ادوار میں پیدا ہوئیں اور پروان چڑھیں
ان کا مقصد اسی نظام کو قائم کرنا تھا، یہاں تک کہ قیام پاکستان کا مطالبہ بھی اسی بنیاد
پر تھا کہ مسلمان اس ملک میں ایک اقلیت نہیں تھے بلکہ ایک قوم تھے جن کا مذہب جس
کی تہذیب اورجن کا سود و زیاں ہندو اکثریت سے بالکل مختلف تھا اور اس کے تحفظ اور استحکا
کیلئے صرف یہہ صورت تھی کہ برصغیر میں مسلمانوں کی ایک الگ خود مختار اسلامی مملکت قائم
ہوئی سنہ ۱۹۱۵ء میں چودھری رحمت علی نے بزم شبلی میں ایک خطبہ میں کہا تھا

چنانچہ مطالبہ پاکستان میں شروع سے آخرتک اردو کی اس اہمیت اور حیثیت پرمسلسل زور دیا جارہا ہے ۔ اس کا ایک بڑا سبب یہہ تھاکہ اس علاقے میں جس سے آگے چل کرپاکستان بنا تھا لوگ مختلف علاقوں میں رہتے بستے تھے اور کسی حدتک ان کے اپنے علاقائی و قبائلی رسم و رواج بھی موجود تھے اتحاد کی اساس ایک اسلام اور دوسرے اردو زبان پر قائم تھی اس سے یہہ نتیجہ نکالنا نہیں چاھئیں کہ اردو اور ہندی کا مسئلہ صرف ایک سیاسی مسئلہ تھا بلکہ اردو کا تعلق مسلمانوں کی تہذیب اور ان کے قومی وجود کے لئے اسقدر ضروری تھاکہ دینی اصلاحی تحریکوں اور تعلیمی اصلاحی تحریکوں میں بھی اس پر زور دیا جاتا رہا ہے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لئے سر سید نےجو [illegible] کاکام کئے ان میں ایک ایجوکیشنل کانفرنس بھی تھی ۔ جسے آگے چل کرآل انڈیا مسلم ایجو کیشنل کانفرنس کا نام دیا گیا جس کا پہلا اجلاس دسمبر سنہ ۱۸۸٦ء میں علی گڑھ میں منعقد ہوا۔ایجوکیشنل کانفرنس نے مسلمانوں کےحقوق کے تحفظ ان کی ثقافتی ورثہ کی بازیافت اور اس کی حفاظت اور خاص طور پر اردو کے تحفظ اور بقا کے لئے بھی جدوجہد کی کیونکہ اردو کا تعلق مسلمانوں کی تعلیم ، تہذیب و ثقافت اور ان کی تاریخ سے بہت گہرا تھا سید الطاف علی بریلوی اورمحمد ایوب قادری لکھتےھیں[6]

" ایجو کیشنل پلیٹ فارم سے اردو کے تحفظ اور بقا کے لئے ہر ممکن کوشش کی گئی ، سرسید آ زندگی کے آخری ایام تک جدو جہد کرتے رہے۔ان کے جانشین نواب محسن الملک نے تو گورنر

---

[5] اس مسئلہ کی مزید تفصیلات دیکھئے ۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی کتاب محولہ بالا ۔

[6] سید الطاف علی بریلوی اور محمد ایوب قادری علیگڑھ تحریک اور قومی نظمیں آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی سنہ ۱۹۷۰ء ص ۲۳

بمبئی تک سے نکر لی، نواب صدر یار جنگ ، مولانا حبیب الرحمن خان حسرت شیروانی بھی[عمر] بھر
اردو کی توسیع و اشاعت کے لئے سرگرم عمل رہے۔ان اکابر کی کم و بیش ایک صدی کی کوششوں
کا نتیجہ ہے کہ آج بدلتے ہوئے حالات میں ہر طرف سے شدید مخالفت کے باوجود نہ صرف برصغیر
پاک و ہند کے گوشہ گوشہ میں بلکہ بیرونی ممالک میں بھی اردو کی مضبوط جڑیں ہلائے نہیں ہلتی[یں]
اردو کو بین الصوبائی افہام و تفہیم کی قومی زبان بنانے کے لئے ہر طبقہ و خیال کے بزرگ ہم
رائے تھے ۔ "66

کانفرنس کے سال بہ سال اجلاس ملک کے مختلف علاقوں میں منعقد ہوئے اور اس میں
مختلف علاقوں کے رہنے والے اکابر مسلمان رہنماؤں نے اردو کی اہمیت اور اس کی ترویج کی ضرورت
کے بارے میں بار بار تجاویز پیش کیں ۔ ان میں سے بعض یہاں نقل کی جاتی ہیں۔ جسٹس سید
امیر علی نے کانفرنس کے اجلاس منعقدہ کلکتہ سنہ ۱۸۹۹ء میں فرمایا ۔ [۷]

" یہ امر جس کو میں ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ اردو زبان بنگال اور بمبئی کے اسکولوں
میں بطور اختیاری زبان کے رہنی چاہیئے مگر یہ معاملہ زیادہ تر مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے ۔"
جسٹس محمد شاہ دین نے کانفرنس کے اجلاس منعقدہ آگرہ سنہ ۱۹۱۳ء میں فرمایا [۸]

" اردو جس کو عام طور سے ہندوستانی کہتے ہیں مسلمانان ہند کی بلکہ ہندوستان کے بیشتر حصے
کی زبان ہے اور اس کو ہندوستان میں وہی مرتبہ حاصل ہے جو فرانسیسی زبان کو یورپ میں
حاصل ہے "۔ سر اکبر حیدری نے کانفرنس کے اجلاس کلکتہ سنہ ۱۹۱۷ء میں فرمایا [۹]

" اردو کی اشاعت اور مسلمانوں کی تعلیمی ترقی میں ایک خاص مناسبت ہے ۔ جن جن مقامات
پر اردو زبان رائج اور شائع ہے اسی قدر وہاں کے مسلمان زیادہ سرگرم اور مستعد معلوم ہوتے
ہیں اسی طرح جس نسبت سے اردو مختلف مقامات میں داخل ہوتی ہے اسی نسبت سے وہاں
کے مسلمانوں کا جمود ٹوٹتا جاتا اور ان میں وسعت نظر اور احساس قومی پیدا ہوتا جاتا ہے "

---

[۷] ایضاً ص ۲۳ [۸] ایضاً [۹] ایضاً ۲۳

سر اکبر حیدری کے اس صدارتی خطبہ میں جس کا ایک مختصر حوالہ اوپر دیا گیا ہے اردو کی اہمیت کے بارے میں بعض نہایت اہم باتیں کہی گئی ہیں اس لئے ان کا اقتباس (١٠) یہاں بیجا نہ ہوگا ۔ جو کہ حسب ذیل ہے

" جب ہم ہندوستان کے مختلف صوبوں کی تعلیمی رپورٹوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم کرکے حیرت ہوتی ہے خواہ ان مقامات کی اردو زبان کے لحاظ سے کچھ ہی حیثیت ہو لیکن مسلمان یکساں طور پر اس بات کے خواہشمند ہیں بلکہ ان کا اصرار ہے کہ ان کے بچوں کے لئے کسی نہ کسی شکل میں اردو تعلیم کا انتظام کیا جائے اور ان کا یہ اصرار بالکل بجا ہے کیونکہ اس مقدس سرزمین کی دوسری اقوام کی طرح مسلمانوں کو بھی اپنا مذہب جان سے زیادہ عزیز ہے اور اسلامی مذہب و اخلاق کا سرمایہ جس قدر اردو میں ہے ہندوستان کی کسی دوسری زبان میں نہیں ہے اور چونکہ مسلمانوں کے بچے ہر جگہ ابتداء میں قرآن شریف پڑھتے ہیں اور اردو کی تحریر اور اسلامی مذہب و اخلاق کی اکثر اور متعلقہ کتابیں اردو میں ہیں اس لئے مذہبی اور ، اردو زبان کی تعلیم باہم اس طرح وابستہ ہوگئی ہیں کہ ان کا جدا کرنا ممکن نہیں ہے ....

میں نے بعض صاحبوں کو یہ اعتراض کرتے سنا ہے کہ اگر مسلمان طلبہ کیلئے اردو کی تعلیم لازمی قرار دی گئی تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ علاوہ مقامی زبان کے جس کا سیکھنا مقامی ضروریات اور تعلقات کے لحاظ سے ضروری ہے مسلمان طالب علموں پر ایک اور زبان سیکھنے کا بار پڑ جائے گا ۔ بیشک یہ صحیح ہے اور یہ بار مسلمانوں کو اٹھانا پڑیگا کیونکہ وہ اردو کو قومی زبان سمجھتے ہیں اور تہذیب ، ذوق ، اسلامی تمدن اور اتحاد وخیال ویک جہتی کے لئے اس کا سیکھنا ضروری خیال کرتے ہیں ۔ دنیا میں جو قومیں قلیل تعداد میں ہوتی ہیں انہیں بہت کچھ خسارہ اٹھانا پڑتا ہے اور تھوڑی بہت قربانی کرنی پڑتی ہے ۔

١٠۔ ایضاً ٣١٨ تا ٣٢١

اگر ہمیں اپنی ہستی قائم رکھنا ہے تو ہمیں بھی اس خسارہ اور قربانی کے لئے تیار رہنا چاہیے اور اگر مقامی لحاظ سے جزوی نقصانات بھی ہوں تو انہیں برداشت کرنا چاہیے ورنہ مسلمانوں کی قلیل جماعتیں جو مختلف صوبوں اور مقاموں میں منتشر پائی جاتی ہیں وہ اسلامی تمدن و تہذیب اور اسلامی اخلاق و مذہب سے محروم ہو جائیں گی اور ان کی حالت اس قدر ذلیل اور پس ماندہ ہو جائے گی کہ ان میں اور غیر قوموں میں کچھ فرق نہ رہے گا یا وہ گمنام و بے نشان ہوکر دنیا سے مٹ جائیں گی۔

ہندوستان کے ہر صوبے میں مسلمانوں کے سینکڑوں اور ہزاروں مکتب موجود ہیں جہاں قرآن شریف اور اردو کی بڑی پہلی تعلیم ہوتی ہے ۔ اگر ہم اپنی ابتدائی تعلیم کے لئے غور و احتیاط کے ساتھ ایک مناسب نصاب تعلیم مقرر کردیں تو یہی مکتب ہمارے مقاصد کے لئے نہایت مفید و کار آمد ہو سکتے ہیں ، کانفرنس کا فرض ہے کہ اس مقصد کی تکمیل کیلئے کام کرنے والوں کی ایک جماعت قائم کرے جو ہر گاؤں اور ہر قصبہ میں موجود ہوں۔ مسلمانوں کی مقامی ضروریات کا صحیح طور سے مطالعہ کریں اور اپنے مشورہ اور اتحاد سے ان کی مشکلات آسان کرنے میں مدد دیں جب تک متعدد مخلص اور خاموشی سے کام کرنے والے افراد ملک کے گوشہ گوشہ میں نہ پھیل جائیں گے اس وقت تک ہماری عمدہ سے عمدہ تجویزیں فصیح سے فصیح تقریریں اور پرزور سے پر زور درخواستیں اور میموریل بیکار ثابت ہونگے ۔ ایسے افراد مہیا کرنے میں جو خوشی اور دیانت کے ساتھ کام کرنے پر رضامند ہوں محنت صبر اور استقلال کی ضرورت ہوگی ، میں یقین دلاتا ہوں کہ جو لوگ اس مبارک جماعت میں شریک ہونگے وہ اپنی قوم پر بڑا احسان کریں گے اور تھوڑے ہی عرصہ میں یہ حالت ہوگی کہ کوئی مسلمان ایسا نہ ملے گا جو کم از کم ایک زبان میں لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو۔ سوال یہ ہے کہ کیا اردو زبان کی وسعت صرف ابتدائی تعلیم تک محدود رہے گی ۔ کیا اس میں آگے بڑھنے کی صلاحیت نہیں ہے ۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اردو زبان میں آگے بڑھنے ، اعلی لطیف اور علمی خیالات کے اظہار کی کافی صلاحیت موجود ہے بشرطیکہ ہم میں خود داری اور غیرت ہو ۔ "

(دو صفحات کی عبارت (۳) طول ہے)

کانفرنس کے اجلاس منعقدہ دھلی سنہ ۱۹۲۶ ء میں سر عبد الرحیم نے جو صدارتی خطبہ دیا اس میں پھر اس اہمیت کا اظہار ان الفاظ میں کیا گیا [11]

" ہمارا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ فی الحال ہم اپنی ساری قوت کو اردو کی ترقی میں صرف کریں کیونکہ فقط اسی کے ذریعے سے اسلامی روحانی قوتوں اور نیز اسلامی تاریخ اور شائستگی کی اعلیٰ روایتوں کو بغرض تعلیم استعمال کرنا ممکن ہے ۔ "

اس تجزیئے سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ ابتداء سے آج تک اردو زبان کا برصغیر پاک و ھند کے مسلمانوں سے بڑا گہرا رشتہ رہا ہے اور چاہے وہ ملک کے کسی حصے میں آباد ہوں اور ان کی علاقائی زبان کچھ بھی ہو اردو کو انہوں نے ہمیشہ ایک مسلمانی زبان سمجھا اور اس میں تالیف و تصنیف اور شعر و ادب کی تخلیق کی روایات کو پروان چڑھایا ۔ [12] برصغیر پاک و ھند میں مسلمان تین حیثیتوں سے آئے اور اپنے ساتھ اسلامی تعلیمات و افکار اسلامی ثقافت و تمدن اور اسلامی علوم و فنون لیکر آئے ۔ ایک تو تاجر یا کاروباری افراد کی حیثیت سے دوسرے فاتح سپہ سالاروں اور سلاطین کے ھمراہیوں کی طرح اور تیسرے مبلغین و صوفیہ کے روپ میں ۔ ظاہر ہے ان تمام ذرائع سے الفاظ و خیالات کے اثر و نفوذ میں مدد ملی ہوگی ۔ تجارت اور کاروبار کا سلسلہ تو ظہور اسلام سے قبل ہی قائم تھا اور عرب سیاح اور تجار سوا حل مکران وسندھ سے بھی ، مالابار ، مدراس اور لنکا تک آتے رہتے تھے اور ان کی آمد و رفت کے باعث بہت سے عربی الفاظ دیسی زبانوں میں اور دیسی زبانوں کے الفاظ عربی میں شامل ہوگئے تھے بلکہ ان میں بعض تو اس طرح شامل ہوئے کہ قرآن حکیم میں بھی آگئے ، دیسی زبانوں کے ایسے الفاظ مثلاً قرنفل (کرن پھول) صندل (چندن) خود بتاتے ہیں کہ یہ سامان تجار کے ساتھ عرب پہنچے ۔ ظاہر ہے عربی کے الفاظ بھی ضرور یہاں آئے ہونگے لیکن یہ ذریعہ اتنا موثر نہیں کہا جاسکتا جس کی وجہ سے ایک نئی زبان وجود میں آجائے ۔ کسی ایک نئی زبان کی نشو و نما کے لئے یہ ضروری ہے کہ دو ایسی قومیں جو آپس میں ایک دوسرے سے مختلف ہوں

---

[11] ایضاً ص ۲۷

[12] شمس الدین صدیقی ، ڈاکٹر مقالہ شمولہ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ھند چھٹی جلد اردو ادب حصہ اول پنجاب یونیورسٹی لاھور سنہ ۱۹۷۱ ء ص ۷

آپس میں ملنے اور یکجا رہنے سہنے کا موقع پائیں اور یہہ ملاپ محض عارضی یا وقتی نہ ہوبلکہ

ایک طویل عرصہ پر پھیلا ہوئے یہہ صورت ہجرت یا فتح دو طرح پیدا ہوسکتی ہے جیسی کہ بر

صغیر پاک و ہند میں فی الحقیقت نظر آتی ہے یعنی جب مسلمانوں نے اس ملک کو فتح کیا اور

پھر یہیں آباد ہوگئے تو ایک طویل عرصہ تک یہاں کے لوگوں کے ساتھہ رہنے ، آپس میں شادی

بیاہ اور تہذیبی تعلقات قائم کرنے سے رفتہ رفتہ ایک ایسی تہذیب کو جنم دیا جو ہند اسلامی

تہذیب کہلاتی ہے اور جو ہندوستانی ہونے کے باوجود اس حد تک اسلامی تھی کہ اس نے مسلمانو

کو تعداد کے اعتبار سے ہمیشہ اقلیت میں رہنے اکثریت میں مدغم ہونے سے محفوظ رکھا ، یہہ

بات صرف دھوتی اور پاجامے کے فرق کی نہیں ہے بلکہ عملاً اس تہذیب اور طرز زندگی کی ہےجس

پر قومی تشخص کی اساس قائم ہوتی ہے۔

مسلمانوں اور ہندوؤں کے اس میل جول سے جو زبان پیدا ہوئی جو پہلے ہندی اور

ہندی کہلاتی اور بعد میں ریختہ، زبان اردوئے معلی ، اردوئے معلی ، اردو، ہندوستانی یا پھر

علاقائی ناموں مثلاً گوجری ، دکھنی یا دھلوی کے ناموں سے یاد کی گئی یا جیسے پرتگالیوں نے مورس

کہا [۱۲] ، محض مسلمانوں کے سیاسی اقتدار یا غلبہ کا نتیجہ نہیں ، اور نہ یہہ خیال درست

ہے کہ یہہ زبان مغلوں کے لشکر ، یا اکبر کے دربار ، یا شاہجہاں کے بازار اردوئے معلی میں پیدا

ہوئی اور پروان چڑھی کیونکہ مسلمان حکمرانوں نے تو اس زبان کی سرپرستی بہت بعد میں شروع

کی مسلمانوں کے ابتدائی حکومت کے دور سے مغلوں کے آخر دور تک یعنی سنہ ۱۸۳۵ء تک سرکار

اور عدالتی زبان فارسی تھی اور اپنے انتہائی عروج و شباب کے دور میں بھی یہاں کی تہذیب

و ثقافت ، شعرو ادب اور علم و فن کی زبان تھی۔ فارسی کا یہہ اثر اور غلبہ صرف مسلمانوں تک

محدود نہ تھا بلکہ ہندو مسلمانوں سے بڑھ چڑھ کر اس زبان کے سیکھنے اور اس تہذیب کے

اختیار کرنے میں پیش پیش تھے تاکہ اس ذریعہ سے سرکاری ملازمتیں ، شاہی تقرب امرا کی صحبت

۱۲۔ اس بحث کے لئے تفصیلہ اور حوالوں کے دیکھئے ابواللیث صدیقی ، ڈاکٹر جامع القواعد حصہ صرف ، مرکزی ترقی اردو بورڈ لاہور سنہ ۱۹۷۱ء ص ۳۱ تا ۳۲

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

اور حکمران طبقہ سے قرب کے مواقع پیدا ہوں ، خاص طور پر ہندو کائستوں کی فارسی تو ایک
لطیفہ بن گئی تھی کہ ہر ہندی لفظ کا فارسی ترجمہ کرتے تھے ، گڑ گڑی (حقہ) کو قند
قندی اور چھپکلی کو پوشیدہ غیبی کہنا انہیں کا اختراع تھا ، علمی سطح پر بھی ہندوؤں
کی فارسی دانی کا یہ حال تھا کہ فرہنگ انندراج آج تک فارسی کی ایک مستند لغت شمار
ہوتی ہے اور ایران سے اس کا ایک جدید اڈیشن حال میں شائع ہوا ہے ۔ مرزا غالب قتیل
کو جو ایک نو مسلم تھے کھتری بچہ کہتے ہیں اور اس کی فارسی دانی کو تسلیم نہیں کرتے
لیکن ان کی فریاد و فغاں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے بعض معاصرین ضرور ان کی حیثیت
کو تسلیم کرتے تھے برصغیر کے فارسی کے انشاء نویسوں کے جو نمونے فارسی کی درسیات میں شامل
تھے ان میں انشائے مادھو رام بھی تھی [۱۲] فارسی کا غلبہ اور اقتدار اس حد تک بڑھا کہ جب
اردو زبان ارتقاء کی منزلیں طے کرنے کے بعد اس قابل ہوئی کہ اس میں شعر و ادب کی تخلیق
ہوسکے تو بھی اردو کے شعرا فارسی کے مقابلے میں اردو شعر کو کم تر درجہ کا سمجھتے تھے
اردو شعرا کے تذکروں میں طبقہ اول میں جن قدیم شعرا کے حوالے ملتے ہیں۔ اصلاً فارسی گو
ہیں اور ان کے بارے میں تذکرہ نگاروں نے معذرت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہر چند کہ ریختہ کہنا
ان کے مرتبہ اعلی سے گرا ہوا ہے لیکن محض بطور تفنن طبع اس زبان بے اعتبار کو اعتبار بخشنے
کیلئے انہوں نے چند شعر ریختہ میں بھی کہے ہیں۔

اس قسم کے شعرا میں سراج الدین علی خان آرزو اور مرزا مظہر جان جاناں جیسے
فارسی کے قادر الکلام شاعر ہیں اور یہ واضح ہے کہ ان کی ریختہ ان کی فارسی کے مقابلے میں
بے حد کمتر درجہ کی چیز ہے خیر یہ تو ابتدائی دور تھا اردو کے عروج کے اس دور میں جب میر
و سودا ، انشاء ، مصحفی ، جرأت اور میر حسن جیسے شاعر ہو گذرے تھے ناسخ اور آتش کا
اردو کلام پیش نظر تھا انیس اور دبیر کی مرثیہ گوئی کی دھوم تھی اس عہد میں بھی مرزا غالب

---

[۱۲] اس موضوع پر ایک تفصیلی اور تحقیقی مقالہ ڈاکٹر سید محمد عبداللہ کا ہے دیکھئے
جدید ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ شائع کردہ مجلس ترقی ادب لاہور ۔

اپنے اردو کلام کو فارسی کے مقابلے میں مجموعہ بیرنگ کہتے ہیں :-

فارسی بین تابنقش ہائے رنگ رنگ بگذر از مجموعہ اردو کہ بیرنگ من است ، حالانکہ یہ وہی

اردو کلام ہے جسے مرزا کے نقاد وید کے بعد

ہندوستان کی دوسری الہامی کتاب بتاتے ہیں اور جس کی بنیاد پر مرزا کو اردو شعرا کی صف

اول میں جگہ ملی تھی یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ مرزا غالب کا وہ دور تھا جب مغلیہ

سلطنت کا زوال و انحطاط اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا اور فارسی جو مغلوں کے دور میں عروج

کی بلند ترین منزلوں سے گزرچکی تھی اب اپنی سرکاری اور تہذیبی حیثیت اور اہمیت کھوچکی

تھی اور اگرچہ سنہ ۱۷۵۷ء میں جنگ پلاسی کے بعد جو عہد نامہ ایسٹ انڈیا کمپنی اور مغلوں

کے درمیان ہوا تھا اس میں ایک شق یہ بھی تھی کہ فارسی بدستور سرکاری زبان رہے گی انگریزوں

نے اس عہد کو پورا نہ کیا بلکہ فارسی کو زک پہنچانے کے لئے اردو کو دفتری زبان قرار دیا اور پھر

انگریزی اسطرح مسلط کی کہ کم و بیش دو سو سال تک ان کی سیاسی غلامی کے ساتھ انگریزی

کا جوا بھی برصغیر پاک و ہند کے رہنے والوں کے گلے میں طوق غلامی بنا رہا اور اس کے آثار

اب تک باقی ہیں -

یہ فارسی جس کا ہم بار بار ذکر کررہے ہیں ایران میں مسلمانوں کی فتوحات کے

بعد پیدا ہوئی تھی اور اس پر بھی اسلام اور اسلامی ثقافت کے اثرات بہت گہرے ہیں بلکہ

یہ کہنا زیادہ درست ہے کہ فارسی کی شکل جدید اسلامی دور سے ہی شروع ہوتی ہے زبان

قدیم جو کتابوں میں ہے جو دساتیر کی زبان کہلاتی ہے اور زر تشت کے دور سے تعلق رکھتی

ہے اور جو اوستا کی اور ژند کہلاتی ہے ان سب زبانوں کو فارسی سے وہی نسبت ہے جو

اردو کو سنسکرت سے ہے کہ زبان کی اصل و نسل کا سلسلہ لسانی اور تاریخی اعتبار سے وہاں تک ضرور

پہنچا ہے لیکن تاریخی سیاسی اور ثقافتی انقلابات نے اس کی شکل ایسی بدل دی ہے کہ زبان قدیم کو جاننے سمجھنے اور پڑھنے والے سوائے چند ماہرین کے عام اہل زبان میں نہیں ملتے ۔

فارسی شاعری کی ابتداء سے بحث کرتے ہوئے مولانا شبلی [15] بیان کرتے ہیں کہ اسلامی دور میں شاعری تیسری صدی سے شروع ہوئی ابوالعباس مروزی کے اشعار اگر روایتاً ثابت بھی ہوں تو وہ ایک اتفاقیہ تفریح خاطر تھی ، شبلی نے بعض مورخین اور تذکرہ نگاروں کے اس خیال کی بھی تردید کردی ہے کہ عربوں نے عجمیوں کے سارے ادبی ذخیرے کو نذر آتش کردیا تھا یہہ وہ روایت تھی جو مجملہ اور تذکرہ نگاروں کے مجمع الفصحا میں بھی ملتی ہے۔ شبلی نے اس پر تفصیل سے اپنے دوسرے مقالات میں بحث کی ہے فارسی کے سلسلے میں ان کا بیان یہ ہے [16]

" اسلام نے ملکی زبان سے کچھہ بھی تعرض نہیں کیا حضرت عمر رضہ کے عہد سے حجاج بن یوسف کے زمانہ تک تمام دفاتر فارسی زبان میں تھے حجاج کے زمانے سے عربی میں ہوگئے لیکن ملک کی اصلی زبان وہی رہی رفتہ رفتہ فارسی ادبی مخلوط ہوکر اردو کی طرح ایک جدید زبان پیدا ہوگئی اور وہ گویا خالص اسلامی زبان تھی .... اصل حقیقت یہہ ہے کہ اسلام جس قوم میں پھیلتا ہے اس کو مذہبی اثر اس قدر لبریز کردیتا ہے کہ اس کو سوائے مذہب کے دنیا کی کسی چیز سے سروکار نہیں رہتا خود عرب کو دیکھو وہ ملک جس کے درو دیوار سے شاعری کی آواز آتی تھی اسلام کے آتے ہی دفعتاً چاروں طرف سناٹا چھاگیا ولید کے زمانے سے جب شاہانہ دربار قائم ہوا تو لوازم سلطنت کی حیثیت سے شاعری نے دوبارہ جنم لیا۔ لیکن تخت کی زبان عربی تھی اس لئے شاعری بھی عربی رہی شعرا جو مدحیہ قصائد کے ذریعہ سے زندگی بسر کرتے تھے فارسی میں شاعری کرتے تو ممدوح ان کی زبان کیونکر سمجھتا اور نہ سمجھتا

---

[15] شبلی نعمانی ، شعرا العجم ، جلد اول ، طبع شیخ مبارک علی ، لاہور ، سنہ ۱۹۳۹ء ، ص ۱۲۔

[16] مقالات شبلی ، اعظم گڑھ ۔

تو ان کی داد کیا دے سکتا اتنے سے سمجھ سے کہ مامون الرشید ایک مدت تک خراسان میں رہتا تھا اور غالبا* فارسی سے حرف آشنا ہوگیا تھا عباس مروزی نے ایک قصیدہ فارسی میں لکھا اور مامون الرشید نے اس کے صلے میں هزار دینار سالانہ مقرر کردیئے ۔ ارباب تذکرہ لکھتے ہیں کہ اسلامی عہد میں فارسی کا یہہ پہلا حرف تہجی تھا ......

* ایک اور بڑا سبب یہ ہوا کہ چند ہی روز میں اسلام نے اپنے علوم و فنون ادب و انشاء کا سرمایہ اس قدر وسیع کرلیا تھا اور ہر شاخ میں وہ اختراعات اور جدتیں پیدا کی تھیں کہ اس کے سامنے تمام قوموں کو اپنا قدیم لٹریچر ہیچ اور بے وقعت نظر آتا تھا ، دوسری تیسری صدی ہجری میں اسلام کی جہاں جہاں حکومتیں قائم ہوئیں یعنی ایران ، مصر ، شام ، اندلس ان تمام ممالک میں اسلامی علوم وفنون نے مفتوحہ قوموں کے علوم و فنون کو بالکل ماند کردیا ۔ اس لئے عرب کی شاعری کے آگے دوسری قوموں کو اپنی زبان میں شاعری کرتے شرم آتی تھی خراسان ، مصر و شام وغیرہ میں سیکڑوں ہزاروں شعرا پیدا ہوگئے تھے ۔ لیکن جو کچھ کہتے تھے عربی ہی میں کہتے تھے چنانچہ ثعلبی نے یتیمۃ الدهر میں ان عربی شعرا کا مفصل تذکرہ لکھا اسلام کے غلبہ اور اسلامی سلطنت کے قیام و استحکام نے قدرتی طور پر فارسی زبان میں خاص طور پر ایسے عربی الفاظ داخل کئے جن کا تعلق دین و مذہب اور ان علوم و فنون سے تھا جو بطور خاص مسلمانوں کی ایجاد تھے ۔ ایران کے مزاج اور یہاں کی آب و ہوا نے ان علوم و فنون کو اور آگے بڑھایا اور نئے نئے خیالات اور فکر و نظر کی نئی راہیں کھولیں ، فلسفہ و حکمت تصوف ادب و اخلاق سب میں ایسی اعلی درجہ کی تخلیقات پیش کیں جو اب تک علم و حکمت کی اساس سمجھی جاتی ہیں اور جب فارسی زبان فاتحین کے ساتھ برصغیر پاک و ہند میں پہنچی تو وہ یہ تمام سرمایہ بھی اپنے ساتھ لائی جو صدیوں سے اسلام کی برکت اور ایرانیوں کے علم و فضل سے اس زبان میں جمع ہوا تھا اور یہاں آکر جس نئی زبان نے جنم لیا اس سرمایہ کا بڑا حصہ فارسی ہی کے ذریعہ اور وسیلے سے اس نئی زبان میں منتقل ہوا چنانچہ یہ کہنا درست ہے کہ اردو پر عربی کے جو اثرات ہیں وہ زیادہ تر بالواسطہ یعنی فارسی کے ذریعے اور وسیلے سے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ ہجرت نبوی صلعم کے پندرھویں سال یعنی سنہ ۶۳۶ھ میں شروع ہوا [17] انہوں نے سب سے پہلے بمبئی کے قریب تھانہ کی بندرگاہ اور اس کے بعد بھڑوچ (بروص) اور سندھ کے علاقے پر فوج کشی کی۔ حضرت عمر رضہ کے بعد حضرت عثمان رضہ کے زمانہ خلافت میں ایک بحری دستہ دیکھ بھال کی غرض سے آیا اور بالآخر حضرت علی رضہ کے دور خلافت میں ان اطراف کی باقاعدہ نگرانی کی جانے لگی - امیر معاویہ نے اپنے ایک سردار مہلب کو سرحد سندھ کی نگرانی کا کام سپرد کیا اس طرح اسلامی حکومت میں سندھ کے نگران کا ایک مستقل عہدہ قائم ہوگیا -

دراصل سندھ میں باقاعدہ اسلامی حکومت کا قیام محمد بن قاسم کے حملے سے ہوتا ہے جس نے سواحل سندھ پر مسلمان تاجروں کے قبیلوں کے لوٹ لئے جانے کے بعد اور قیدیوں کی فریاد پر حجاج بن یوسف کے حکم سے راجہ داھر کے خلاف مہم کی قیادت کی - محمد بن قاسمؒ نے دیبل کے قلعہ [18] کا باقاعدہ محاصرہ کرکے اسے فتح کرلیا اور اس کے بعد دریائے سندھ کو عبور کرکے شہروں (موجودہ حیدرآباد) پر قبضہ کیا - اس کے بعد سیوستان ، داؤر سمی اور برھمن آباد سے ہوتا ہوا ملتان تک پہنچ گیا - اور فتح ملتان سے سندھ کا سارا علاقہ محمد بن قاسم کے قبضہ میں آگیا۔

یہی گویا برصغیر میں مسلمانوں کا بحیثیت فاتح کے آنے کا پہلا دور تھا محمد بن قاسمؒ کی واپسی کے بعد فتوحات کا سلسلہ آگے نہ بڑھا لیکن جو علاقہ فتح ہوچکا تھا وہ اسلامی سلطنت کا ایک مستقل حصہ بن گیا بعض مسلمان سردار اور فوج یہاں بس گئے اور یہاں ایک نئی تہذیب کی داغ بیل پڑ گئی - مسلمانوں کی تبلیغی کوششوں سے آبادی کا ایک بڑا حصہ مسلمان ہوگیا۔

---

[17] معین الحق ڈاکٹر سید ، معاشرتی و علمی تاریخ (اسلامی ھند پاکستان ۷۱۱-۱۷۰۷) سلیمان اکیڈمی کراچی سنہ ۱۹۶۵ء ص ۱

[18] ایضاً ص ۳

یہہ ربط ضبط تہذیبی اعتبار سے اتنا بڑھا کہ سندھ برصغیر پاک و ہند کے دوسرے علاقوں کے مقابلے میں عربی زبان اور ثقافت زیادہ اثر ہے [۱۹] سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ عربی اور مقامی سندھی کے میل جول سے جو نئی زبان پیدا ہوئی وہ وہی زبان ہے جس نے آگے چل کر اردو کا روپ اختیار کیا اور وہ سندھ کو ہی اردو کا قدیم گہوارہ قرار دیتے ہیں سندھی کا رسم الخط بھی عربی نسق ہے اور سندھی میں عربی کے ایسے الفاظ بھی بکثرت ہیں جن کے لئے یہاں کی زبانوں میں مقامی الفاظ ملتے ہیں صوفیائے کرام اور علما کی تبلیغی کوششوں سے مقامی آبادی کے ایک بڑے حصے نے اسلام قبول کرلیا اور یہی وجہہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں یہہ علاقہ مسلم آبادی کی اکثریت کا علاقہ تھا اور اسی بناء پر پاکستان علاوہ مسلمانوں کی حکومت کے مرکز یعنی دہلی میں ان کی آٹھہ سو سالہ حکومت اوراقتدار اور تہذیبی غلبہ کے باوجود مسلمان واضح اقلیت میں رہے وجہہ صرف اس کی یہہ تھی کہ سیاسی مصلحتوں کی بناء پر یہہ فرمانروا تبلیغ کی زیادہ ہمت افزائی نہیں کرتے تھے مبادا ان کی غیر مسلم رعایا میں بددلی یا بےچینی پیدا ہو بلکہ ان میں سے بعض نے ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے ان کی سی وضع قطع اختیار کی شعار اسلامی کی کھلم کھلا تضحیک اور تذلیل روا رکھی بلکہ اس سے آگے بڑھکر نئے مذہب اور نئے دین تک پیش کر ڈالے ، ایک اکبر کی مثال کافی ہے اور اس سے جو نتائج برآمد ہوئے وہ ہماری تاریخ کا ایک المناک باب ہیں لیکن یہہ بحث ہمارے موضوع سے خارج ہے۔

اسلامی فتوحات کا دوسرا دور سلطان محمود غزنوی سے شروع ہوتا ہے ۔ہمارے بعض مورخین نے محمود کے حملوں کو محض حکومت کی توسیع اور دولت کی ہوس کا نتیجہ بتایا ہے لیکن محمود غزنوی کے ہم عصروں کی شہادت سے یہی پتہ چلتا ہے کہ وہ بت فروش نہیں بت شکن تھا۔ لیکن برصغیر میں مسلمانوں کی مستحکم حکومت کا قیام سلطان محمود غزنوی کے بعد شہاب الدین محمد غوری کی فتوحات پرتھوی راج کی شکست اور دلی میں مسلمانوں کی سلطنت

---

۱۹ سلیمان ندوی ، سید نقوش سلیمانی کراچی

کے قیام سے ہوتا ہے اور یہ سلسلہ کم و بیش آٹھ سو سال تک جاری رہا یہاں تک کہ سنہ ۱۸۵۷ء میں بہادر شاہ ظفر آخری فرمانروا کے ساتھ اس کا خاتمہ ہوگیا اور مسلمانوں کو برصغیر میں اپنی آزادی کے لئے کم و بیش سو سال تک جدو جہد کرنی پڑی اور بالآخر پاکستان کے وجود میں آنے سے برصغیر پاک و ہند کی ملت اسلامیہ کی تاریخ کا ایک نیا دور سنہ ۱۹۴۷ء سے شروع ہوا۔ جیسا کہ سطور بالا میں اشارہ کیا گیا برصغیر میں اسلام کی تبلیغ دراصل علماء اور صوفیا کی مرہون منت ہے ورنہ سلاطین اور امراء نے کبھی اس طرف توجہ بھی نہیں کی اور یہ سلسلہ مسلمانوں کی اولین فتوحات کے دور سے ہی شروع ہو جاتا ہے سندھ کے اسلامی دور کے آغاز میں موسٰی بن یعقوب ثقفی، اسرائیل بن موسی البصری، محمد بن ابی الشوارب اور ان کے بیٹے علی بن محمد ابو نصر سندھی وغیرہ کے نام ملتے ہیں، ان میں سے بعض علما مقامی تھے جنھوں نے قبول اسلام کے بعد اسلامی علوم و فنون کی تحصیل و اشاعت اور تبلیغ دین میں بڑی سرگرمی کا اظہار کیا۔ بعض ان میں سے دوسرے علاقوں سے آئے تھے اور صرف تبلیغ کا جذبہ ان کو یہاں لایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اسی زمانے میں ایک بزرگ نے قرآن مجید کا سندھی میں ترجمہ کیا تھا لیکن اب یہ نہیں ملتا، غزنوی فتوحات کے دور میں بھی بکثرت علما بزرگ اور صوفیائے کرام کے نام ملتے ہیں، ان میں ایک شیخ اسماعیل[20] بخاری ہیں جو گیارہویں صدی عیسوی کے آخر میں تشریف لائے اور پچاس سال سے زائد عرصۃ تک اسلام کا پیغام لوگوں کو پہنچاتے رہے - ان کے آخر زمانے میں خواجہ حسین زنجانی لاہور تشریف لائے ان کے بعد ان کے پیر بھائی ابوالحسن علی بن عثمان بن علی الغزنوی الجلابی الہجویری تشریف لائے یہ وہی بزرگ ہیں جن کا مزار لاہور میں آج بھی مرجع خلائق ہے اور جو عرف عام میں داتا گنج بخش کے نام سے مشہور ہیں ان کی وفات[21] سنہ ۴۶۵ھ اور سنہ ۴۶۹ھ کے

---

[20] معین الحق ڈاکٹر سید، معاشی و علمی تاریخ ص ۷- ۸- ۲۰

[21] ایضاً ص ۲۱ -

درمیان ہوئی ، ان کا تصرف آج تک لاہور کے در و دیوار سے عیاں ہے اور اندازہ لگایاجاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں اسلام کے فیوض و برکات پھیلانے میں کس قدر نمایاں حصہ لیا ہوگا ایسے ہی ایک اور بزرگ خواجہ معین الدین چشتی رحہ ہیں جن کی ولادت سیستان میں ہوئی تھی ہندوستان آئے تو داتا گنج بخش کے مزار پر حاضر ہوئے - پھر ملتان میں کچھ عرصہ تک قیام رہا اور یہیں آپ نے مقامی زبان سیکھی [۲۲] ملتان سے دہلی اور پھر وہاں سے اجمیر تشریف لے گئے جہاں آپ کا مزار ہے -

غرض صوفیائے کرام نے برصغیر کے طول و عرض میں تبلیغ اور اشاعت دین کا جو فریضہ ادا کیا وہ اس ملک میں مسلمانوں کی پوری تاریخ سے وابستہ ہے اور ان کا مختصر سا تذکرہ بھی طوالت کا باعث ہوگا۔ پشاور سے لیکر بنگال تک اورکشمیر سے لیکر جنوبی ہندوستان کی آخری سرحد تک شاید ہی کوئی علاقہ ہو جہاں کسی نہ کسی بزرگ نے قیام نہ کیا ہو اور جہاں ان صوفیائے کرام اور بزرگان دین کے فیض کا سلسلہ نہ پہنچا ہو۔ یہ حضرات درباریوں کے محتاج نہ تھے ان کے دربار خود ایک دنیا تھے اور بادشاہوں کی حکومت تو شاید لوگوں کے جسموں پر بھی اتنی مکمل نہ تھی جتنی بادشاہت ان بزرگوں کی لوگوں کے دلوں پر تھی - ان کے پاس دولت یا تلوار کی طاقت نہ تھی نہ حکومت کی سرپرستی ان کو حاصل تھی لیکن اس کے باوجود انہوں نے جہاں گئے وہاں اسلام کا پیغام پہنچانے کا فریضہ باحسن و خوبی ادا کیا -

جہاں تک تحقیق ہوئی ہے اردو زبان کے اولین نمونے انہیں صوفیائے کرام اور علمائے دین کے مقالات ملفوظات فارسی تصانیف اور اردوئے قدیم کے مختصر رسالوں میں ملتے ہیں [۲۳] ان صوفیائے کرام میں کچھ نمونے حضرت خواجہ فرید الدین شکر گنج رحہ کے ملتے ہیں مثلاً

---

[۲۲] ایضاً ص ۲۳-

[۲۳] مجملہ اور حوالوں کے دیکھئے مولوی عبدالحق ، اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کام ص ۹- کراچی سنہ ۱۹۵۳ء اور مقالات شیرانی ، حافظ محمودخان شیرانی جلد اول شائع کردہ مجلس ترقی ادب لاہور -

کا چاہ بالا ہوتا ہے کچھ دوہے اور ایک ریختہ آپ سے منسوب ہے (منسوب ہیں) لیکن لسانی شہادت

سے یہ الحاقی کلام معلوم ہوتا ہے اسی طرح ٹھٹھہ کے شیخ حسن (جو عوام میں شیخ بڈھن

کے نام سے معروف تھے) کی کرامات کے متعلق وہاں کے عوام کا فقرہ ، برکت شیخ بڈھن ایک ہوا

ایک گیا " یعنی یہ شیخ بڈھن کی برکت تھی کہ حملہ آوروں میں سے ایک مرگیا اور دوسرا بھاگ

گیا' اسی طرح کے فقرے شیخ اخی سراج ، شیخ زین الدین خلد آبادی وفات ۷۷۱ھ/۱۳۶۹ء جہانگیر

سمنانی (وفات سنہ ۱۳۹۵/ سنہ ۷۹۸ ھ) [۲۳] خواجہ بندہ نواز گیسو دراز ، شیخ باجن

سید برہان الدین ، عبداللہ قطب عالم (وفات ۱۴۵۳ء / ۸۵۷ھ) ان کے صاحب زادے سراج

الدین ابوالبرکات شاہ عالم عرف شاہ منجھن اور حضرت امیر خسرو سے بھی منسوب ہیں بلکہ حضرت

امیر خسرو کو تو بعض تبصرہ نگاروں نے اردو کا پہلا شاعر قرار دیا ہے اور بہت سے ایسے کلام کو

بھی ان سے منسوب کردیا ہے جو لسانی اور داخلی شہادت کی بناء پر ان کا کلام نہیں ہو

سکتا ہے ان تمام فقروں اور ان سے متعلق مختلف اور روایات سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو

جاتی ہے کہ یہ حضرات اپنی علمی ثقاہت کے لئے تو عربی فارسی استعمال کرتے تھے لیکن عوام

سے قریبی رابطہ کیلئے ظاہر ہے ان سے ان کی زبانوں میں بات کرتے ہونگے اور ان کی تعلیم کے

لئے جو لکھتے ہونگے وہ بھی ان کی اپنی مقامی اور علاقائی زبانوں میں لکھتے ہونگے اس قدیم

زبان کا نام انہوں نے بار بار ھندوی اور ہندی بتایا ہے جو دراصل اردوئے قدیم کی ایک شکل

ہے اور کسی قدر مقامی یا علاقائی اختلاف کے ساتھ بنیادی طور پر ایک ہی زبان ہے ۔

کہا جاتا ہے کہ اردو نثر کا پہلا رسالہ ایک مختصر رسالہ تصوف ہے جو خواجہ

اشرف جہانگیر سمنانی نے لکھا تھا اور اس کا ایک قلمی نسخہ کاکوری کے کسی کتب خانے میں

محفوظ ہے (تھا)) اس رسالے کے بارے میں معلومات کا واحد ماخذ میر نذر علی درد کاکوروی کا

ایک مضمون تھا جس کے حوالے سے بعد کے مصنفین نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے لیکن جب تک

---

[۲۳] یہ سنہ اختلافی ہے بعض نے سنہ ۸۰۸ ھ بھی لکھا ہے۔

رسالہ شائع نہ ہوجائے اور خارجی داخلی اور انسانی شہادتوں سے اس دعوے کی تائید یا تردید نہ ہوجائے اس کے بارے میں کوئی بات قطعی طور پر نہیں کہی جاسکتی ۔ ایتہ ایک اور نثری رسالہ معراج العاشقین ایسا ہے جسے کسی قدر وثوق کےساتھہ حضرت خواجہ سید محمد بندہ نواز گیسو دراز کی تصنیف بتایا جاتا ہے۔ آپ کا زمانہ ۷۲۱ھ/۱۳۲۱ء اور ۸۲۵ھ/۱۴۲۱ء کے درمیان ہے ۔ قرآئن سے یہہ ثابت ہے کہ یہہ رسالہ دکنی میں عوام کی ہدایت کیلئے لکھا گیا [۲۵] اس کا ایک اقتبا یہہ ہے ۔

" قال نبی علیہ السلام ، کہے انسان بوجھنے کوں پانچہ تن ، ہر ایک تن کوں پانچ دروازے ہیں ہوا پانچ دربان ہیں ، پہلا تن واجب الوجود ، مقام اس کا شیطانی نفس اس کا امارہ یعنی واجب کی آنک سوں غیر نہ دیکھنا سو ، حرص کے کان سوں غیر نہ سنناسو، حدنک سوں بدبوئی نہ لینا سو، بعض کے زبان سوں بدگوئی نہ لینا سو، کہنا کے شہوت کوں [۲۶] خورجانا خرچیں سو ، پھر طبیب کا مل ہونا ، نبض پچھان کر دوا دینا ۔

اس دور کے سوفی شعرا جس انداز کا کلام نظم کرتے تھے اس کا ایک نمونہ حضرت جیو گام دھنی (وفات ۹۷۳ھ/۱۵۶۵ء) کی ایک مختصر نظم میں ملتا ہے جس کا موضوع معراج ہی ہے [۲۷]

آدم آدمی ہوا جن سارے دور ہی تھے کہتے

ہمیں پھرا کر آپ دکھایا ، ہم تم ایوہوں سودیتے

ڈونگر حیوان ہوا نباتات اے سب دور ہی کا جانوں

---

۲۵ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند محولہ بالا جلد ششم حصہ اول ص ۹۳

۲۶ ایضاً ص ۹۳ ۲۷ ایضاً ص ۸۰۰–۱۰۱

احمدؐ ، محمدؐ ناوں احمد کے دو جان منہ کوشی نہ آنسوں

توریت ماں خدا ایں کہیا مہتر موسٰی بات

محمدؐ رسول حبیب خدا کا ساروں کہہ یہہ بات

احمدؐ بھی ہے توریت مانیں محمدؐ بکرا ناؤں

انجیل میں بھی احمدؐ کہیا مکے تھیں تس مولد ٹھاوں

غرض اب اس باب میں شبہ کی گنجائش نہیں کہ اردو کی ابتدائی نشو ونما میں سب سے زیادہ

صوفیائے کرام کا حصہ ہے اور انہیں کی کوششوں کا یہہ نتیجہ تھا کہ دینی تصورات اسلامی تعلیمات

احادیث نبوی اور اقوال بزرگان دین کا اچھا خاصہ سرمایہ اردو زبان میں جمع ہوگیا۔ یہہ سرمایہ

نثر اور نظم دونوں میں ملتا ہے اور اس کے مطالعہ سے اردو ادب کے دینی پس منظر کو سمجھنے

میں مدد ملتی ہے۔ تجزیہ کو محدود رکھنے کے لئے اس مقالہ میں صرف اردو شاعری کے دینی پس

منظر کا جائزہ لیا گیا ہے۔

باب اوّل

اردو شاعری کے دینی پس منظر میں اسلام کے بنیادی عقائد

" دین[۱] کا لفظ کلام عرب میں مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے لیکن اس کے سارے استعمالات کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہہ لفظ چار بنیادی تصورات کی ترجمانی کرتا ہے - یعنی (۱) غلبہ و تسلط کسی ذی اقتدار کی طرف سے (ب) اطاعت اور بندگی صاحب اقتدار کے آگے جھک جانیوالے کی طرف سے (ج) قاعدہ وضابطہ اور طریقہ جس کی پابندی کی پابندی کی جائے اور (د) محاسبہ و فیصلہ اور جزا و سزا ، قرآن کی زبان میں لفظ دین ایک پورے نظام زندگی کی نمائندگی کرتا ہے جس کے اجزائے ترکیبی یہہ چار ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اس کا اقتدار اعلیٰ

(۲) اس حاکمیت کے مقابلے میں تسلیم و اطاعت

(۳) وہ مکمل نظام فکر و عمل جو اس حاکمیت کے زیراثر ہے

(۴) جزا و سزا جو اقتدار اعلیٰ کی طرف سے اس نظام کی وفاداری و اطاعت یا اس سے سرکشی و بغاوت کے صلے میں دی جائے -

اسلام ایک مکمل دین ہے - جو ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے - قرآن حکیم میں جابجا اس کے دین کامل ہونے کے بارے میں ارشاد ہوا ہے -

---

[۱] خورشید احمد ، اسلامی نظریہ حیات ، طبع دوم سنہ ۱۹۳۸ شعبہ تالیف و تصنیف کراچی یونیورسٹی ص ۲ -

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا یعنی آج ھم نے تمھارے لئے تمھارا دین مکمل کردیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کردیں اور تمھارے لئے اسلام (بحیثیت دین) پسند کیا (المائدہ - ۳) ایک جگہ ارشاد ھے - اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ یعنی بے شک خدا کے نزدیک تو اصل دین اسلام ھے (آل عمران - ۱۹) اور جو لوگ اس دین کے سوا کسی اور دین کو دین سمجھتے ھیں ان کے بارے میں فرمایا گیا ھے-

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ یعنی

اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے گا اس سے وہ دین ھرگز قبول نہ کیا جائے گا - (آل عمران - ۸۵)

اسلام کے لغوی معنی اطاعت، جھکنے ، سرتسلیم خم کرنے اور مکمل سپردگی کے ھیں ،ایک شخص جب اسلام کو بہ حیثیت دین قبول کرتا ھے تو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ اس کی قدرت ، اس کے قبضہ و اختیار کو کلی طور پر تسلیم اور قبول کرتا ھے اور اس کی حیثیت اس معبودحقیقی اور مالک اصلی کے سامنے ایک عبد ناچیز کی سی ھوتی ھے - اس کا کام اس خالق کے احکام کی تعمیل ، اس کی رضا پر راضی ھونا اور جو کچھ وہ کرے اسی میں اپنی بہتری سمجھنا ھے-

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی عقائد کے پانچ بنیادی اور اساسی عناصر کی تعلیم و تلقین کی ، خدا پر ایمان ، خداکے فرشتوں پر ایمان ، خدا کے رسولوں پر ایمان،خدا کی کتابوں پر ایمان اور اعمال کی جزا و سزا کے دن پر ایمان ، ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام (کا قصر) پانچ ستونوں پر بنایاگیا ھے (۱) اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سواکوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ھیں (۲) نماز پڑھنا (۳) زکواۃ دینا (۴) حج کرنا (۵) رمضان کے روزے رکھنا[۲] یہ گویااسلام کے وہ بنیادی عقائد ھیں جن سے ایک مسلمان کے لئے زندگی گزارنے کی ایک واضح اور صراط مستقیم مل جاتی ھے-قرآن حکیم اور احادیث نبوی کی روشنی میں ان اصولوں اور ارکا ن

---

۲ تجرید بخاری حصہ اول ص ۱۵، کتاب الایمان

اور اس کی روشنی میں ہم اردو شاعری کے پس منظر کا جائزہ لیتے ہیں -

اللہ تعالیٰ :-

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کو زمین اور آسمانوں کا نور کہا گیا ہے جہاں جہ ارشاد ہوا ہے-

اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ ، اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے یہ خدا ظاہر کی آنکھ سے نظر نہیں آتا -

لَا تُدرِكُهُ الاَبصَارُ وَهُوَ يُدرِكُ الاَبصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الخَبِيرُ ۝ ۱۰۳/۶

نگاہیں اس کو نہیں پاتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے ، وہ لطیف ہے اور باخبر لیکن اس کی بے شمار نشانیاں ہیں جن سے اس کی ذات اور صفات کو جانا اور پہچانا جاسکتا ہے یہ وہ نشانیاں ہیں جن کو آیات کہاگیا ہے -

إِنَّ فِي خَلقِ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ وَاختِلَافِ اللَّيلِ وَالنَّهَارِ وَالفُلكِ الَّتِي تَجرِي فِي البَحرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا اَنزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَاَحيَا بِهِ الاَرضَ بَعدَ مَوتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ المُسَخَّرِ بَينَ السَّمَاءِ وَالاَرضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَومٍ يَّعقِلُونَ ۝

یعنی حقیقت یہ ہے کہ آسمان و زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ادل بدل ہونے میں اور ان کشتیوں میں جو وہ (سامان) لیکر چلتی ہیں جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے اور اس پانی میں جو اللہ بادل سے برساتا ہے جس سے مرجانے کے بعد زمین کو زندہ کردیتا ہے اور اس میں ہرقسم کے جانوروں کو پھیلا رکھنے میں اور ہواؤں کے الٹ پھیر میں اور اس بدلی میں جو آسمان اور زمین کے درمیان کام میں لگی ہوئی ہے ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں-" ۱۶۴/۲

قرآن حکیم میں جابجا ان آیات یا نشانیوں کا ذکر ہے جو عقل رکھنے والے ، دیکھنے اور غور کرنے والے کے لئے اللہ کے وجود کی نشانیاں ہیں جس نے آسمان اور زمین پیدا کیے چاند اور سورج کو کام میں لگایااور ان میں سے ہر ایک معین مدت کے لیے چل رہا ہے -

زمین پر پہاڑ اور دریا بنائے ، ہر ہر پھل کے دو دو جوڑے بنائے ، ایک ہی زمین میں ایک ہی

پانی سے سینچی ہوئی زمین میں انگور کے باغ، کھیتی ، کھجور کے درخت پیدا کئے ، چوپائے بنائے جن پر ہم سوار ہوتے ہیں اور بعض کو کھاتے ہیں اور بعض سواری کے کام میں لاتے ہیں اس نے انسان کو کان آنکھ اور دل عطا کئے کہ وہ اسکا شکر کریں کانوں سے سنیں آنکھوں سے دیکھیں اور دل سے سمجھیں اور قبول کریں اور اس نے جو چیز بھی بنائی خوب بنائی ۔

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۝ ۱۴/۲۳

بڑاهی خیر و برکت والا هے اللّٰہ جو تمام صناعوں سے بڑھ کر هے۔

اَلَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۷/۳۲

جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی ۔

قرآن حکیم میں اللّٰہ تعالیٰ کی جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ حد و حساب اور قیاس سے بالاتر هیں ، ان میں سے صرف چندکا یہاں ذکر کیا جاتا هے۔

رحمت

اللّٰہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم هے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ یعنی

ساری تعریفیں اس رب العالمین کے لئے ہیں جو نہایت رحم کرنے والا اور رحیم هے ۔

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ یعنی اور تیرا رب ہی بے نیاز ہے رحمت والا ۔ ۱۳۳/۶

یہ اوپر سے متعلق ہے اور تیرا رب بے نیاز هے رحمت والا ، كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ یعنی

یہ نیچے سے متعلق ہے۔

اس نے اپنی ذات پر رحمت لازم کرلی هے۔ ۱۲/۶

علیم

اللّٰہ تعالیٰ غیب و حضور سب کا جاننے والا هے اس پر نہ کوئی چیز زمین کی مخفی هے نہ آسمان کی، خشکی اور تری میں جو کچھ هے اللّٰہ تعالیٰ اسے جانتا هے ۔ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۳۰/۵۱ وہ علم والا اور حکمت والا هے ۔ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ میرا رب هر شے پر اپنے علم سے حاوی هے۔ ۸۰/۶ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ ۷۳/۶

وہ غیب اور حضور کا جاننے والا هے اور حکیم باخبر

؟

خـالقیت

اللہ تعـالیٰ کی صفات میں خالقیت کا ذکر قرآن حکیم ، احادیث نبویؐ اور زبان و ادب میں بار بار آتا ھے ۔

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۝ ، سو اللّٰہ بنانے والا ھے جو سب بنانے والوں سے بہتر ھے۔ ۱۴/۲۳

آسمان اور زمین ، رات اور دن ، چاند اور سورج ، جاندار اور بےجان ، شجر و حجر انسان و حیوان سب اسی کی تخلیق ھیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۝ ۱/۶

تعریف اس اللہ کے لئے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور روشنی کو بنایا

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝ ، ۳۳/۲۱

اور وھی ھے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا ھر ایک ایک مدار میں پڑے تیرتے ھیں ۳۳/۲۱

اللہ خـالق کل شیٔ و ھو علی کل شیٔ وکیل ۶۲/۳۹

اللہ ھی ھر شے کا پیدا کرنے والا اور وھی ھر شے کا نگہبان ھے ۔

رزاقیت :-

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ۶/۱۱

اور زمین کے جتنے جاندار ھیں سب کی روزی اللہ کے ذمہ ھے ۔

ملکیت :-

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۱۸،۱۷/۵

آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ھے سب کا مالک اللہ ھی ھے ۔

حاکمیت :-

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۴۰/۱۲

اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں

قدرت و غلبہ :-

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ $\frac{21}{12}$

اور اللہ اپنے کام پر غالب رہنے والا ہے -

جلال و برکت :-

تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ $\frac{78}{55}$

تیرے عزت اور بزرگی والے رب کا نام برکت والا ہے -

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ $\frac{37}{45}$

اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی بڑائی ہے

عظمت اور بڑائی :-

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ $\frac{4}{42}$

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کا ہے اور وہ بلند اور بڑا ہے -

ازلیت و ابدیت :-

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ $\frac{3}{57}$

اول اور آخر ، ظاہر اور باطن وہی ہے اور وہ ہر شے کو جاننے والا ہے -

بے نیازی

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ $\frac{15}{35}$

اور لوگو تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز تعریف کے لائق ہے

قدرت :-

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا $\frac{44}{35}$

اللہ ایسا نہیں ہے کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی شے اس کو عاجز کرسکے وہ علم والا صاحب قدرت ہے -

ارادہ :-

اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ۝ ۱۰۷/۱۱

حقیقت یہ ہے کہ تیرا رب جو چاہتا ہے کر ڈالتا ہے -

مشیت :-

وربک یخلق ما یشاء و یختار ۶۸/۲۸

اور تیرا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے

وحدت :-

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ ۱۶۳/۲

اور تمہارا معبود تو اکیلا اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ، رحم کرنیوالا مہربان

ان کے علاوہ بعض صفات اللہ تعالی کی ایسی ہیں جن کو صفات سلبی کہا جاتا ہے مثلاً نہ جنا نہ جنا گیا ، نہ اسکا کوئی ہمسر ہے - نہ وہ اولاد رکھتا ہے نہ سلطنت میں کوئی اس کا شریک ہے نہ وہ کمزور ہے کہ کوئی اس کا مددگار ہو- نگاہیں اس کو نہیں پاتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے- وہ لطیف اور باخبر ہے - اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو ان کے درمیان ہے دونوں میں پیدا کیا اور تکان نے ہم کو چھوا تک نہیں اور ہم نے آسمانوں کو زمین کو اور اس کو جو ان کے درمیان ہے کھیل بنانے کیلئے پیدا نہیں کیا - تیرا رب ان بستیوں کو جن کے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں ظلم سے ہلاک نہیں کرتا اور وہی سب کو کھلاتا ہے کوئی اس کو نہیں کھلاتا ، نہ اسے اونگھ آتی ہے اور نہ نیند اور ان دونوں (آسمانوں و زمین) کی حفاظت اس پر گراں نہیں نہ میرا رب بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے - اللہ ایک ذرہ کے برابر ظلم نہیں کرتا ، اللہ بری بات کا حکم نہیں دیتا ہے-

اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ لوگ اپنی ذہنیت کو نہ بدلیں- اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا ، اللہ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں اللہ کی بناوٹ میں تبدیلی نہیں تو اللہ کے دستور کو بدلتا ہوا نہ پائے گا اور تو اللہ کے دستور کو ٹلتا ہوا نہ پائے گا ۔[۳]

---

۳ اسلم جیراجپوری ، تعلیمات قرآن طبع اول دہلی ۱۹۳۲ء ص ۱۹-۲

مندرجہ بالا اقتباسات قرآن حکیم ہی کی آیات کا ترجمہ ہیں جن کو اسلم جیراجپوری نے مختلف عنوانات کے تحت جمع کیا ہے-

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے متعلق یہ عقائد ایمان کی اساس ہیں اور ہر وہ شخص جس کا تعلق کسی نہ کسی طرح ایک ایسے معاشرہ سے ہے جو مسلمانوں کا معاشرہ کہلاتا ہے یہ خیالات اس کے لئے معاشرہ کے مشترک خیالات، تصورات اور عقائد کا درجہ رکھتے ہیں ممکن ہے ان میں سے بعض نے قرآن نہ پڑھا ہو یا کسی خاص خیال کے بارے میں متعلقہ کوئی آیت قرآنی ان کے سامنے نہ رہی ہو۔ لیکن شعوری اور غیر شعوری پر یہ عناصر ان کے ذہنی پس منظر کا کام دیتے ہیں اور اسی لئے شعرا کے کلام میں بار بار ان خیالات کی صدائے بازگشت پائی جاتی ہے مثلاً ایک غزل دیکھئے [۳]

علیم تو ہے کلیم تو ہے سمیع تو ہے بصیر تو ہے ۔ مراد کون و مکان تو ہی ہے مرید حی و قدیر تو ہے/تو ہی ہے ذات و صفات اسماء توہی ہے ہر قول و فعل سب کا/محیط ہے تو بجملہ اشیاء ہر ایک شے کا خبیر تو ہے/۔ تو ہی ہے اول توہی ہے آخر توہی ہے باطن توہی ہے ظاہر/ توہی ہے مظہر تو ہی مظاہر ظہور تو ہے ظہیر تو ہے/توہی ہے پردہ پڑنے والی بہ دیدہ دل ہے تو درا کا تجلی حور با بصھو میں آنکھیں نظر میں آئے نظیر تو ہے/توہی ہے مشہود توہی شاهد توہی شہید و مشاہدہ ہے/تو ذکر و شغل و مراقبہ ہے محیط جان دلپذیر توہے/ تو ہی ہے مطلوب تو ہی طالب توہی طلب ہے توہی مطالب/مرید و طالب کا تو ارادہ مراد پیر و فقیر تو ہے/۔ توہی ہے میں اور توہی ہے تو اور توہی اناہے تو توہی ہے انت/کلام ماوشما تو ہی ہے سب این و آن کی فہم تو ہے/توہی ہے ذوق علی رضو اعلی توہی مذاق مئے تولا/ توہی ہے ساقی توہی ہے مولا غیا ب خم غدیر توہی/ ۔

اور یہ متفرق اشعار جو اقبال کے بانگ درا کے دور کے ہیں اسی پس منظر کے غماز ہیں

چمک تیری عیاں بجلی میں آتش میں شرارے میں + جھلک تیری ہویدا چاند میں سورج میں تارے میں

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر + کہیں مسجود تھے پتھر کہیں معبود شجر

خوگر پیکر محسوس تھی انساں کی نظر + مانتا پھر کوئی ان دیکھے خدا کو کیوں کر

۳۔ دلدار علی مذاق، بدایونی، آئینہ مرتبہ ابرار علی صدیقی طبع اول ۱۹۵۶ء کراچی ص ۱۳۲

تجھہ تو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا

قوت بازوئے مسلم نے کیا کام تیرا

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ مین اڑجاتے تھے + پاؤن شیرون کے بھی میدان سے اکھڑ جاتے تھے

تجھہ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑجاتے تھے + تیغ کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑ جاتے تھے

نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے

زیر خنجر بھی یہہ پیغام سنایا ہم نے

کون سی قوم فقط تیری طلبگار ہوئی + اور تیرے لئے زحمت کش پیکار ہوئی

کس کی شمشیر جہانگیر جہاندار ہوئی + کس کی تکبیر سے دنیا تری بیدار ہوئی

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے

منہ کے بل گرکے ھو اللہ احد کہتے تھے

ہم نشین مسلم ہون مین توحید کا حامل ہون مین + اس صداقت پر ازل سے شاہد عادل ہون مین

حفیظ جالندھری اردو کے عصرحاضر کے ایک ممتاز شاعر ہین اور شاہنامہ اسلام ان کی اہم تصنیف ہے ۔ اس پر مفصل تبصرہ اسی مقالے مین ایک اور باب مین آیاھے ۔ یہان زیر بحث موضوع کے بارے مین ان کے بعض اشعار پیش کئے جاتے ھین :-

اسی نے ایک حرف کن سے[۵] پیدا کردیا عالم + کشاکش کی صدائے ہاؤ وھو سے بھر دیا عالم

نظام آسمانی ہے اسی کی حکمرانی سے + بہار جاودانی ہے اسی کی باغبانی سے

اسی کے نور سے پر نور ہین شمس وقمر تارے + وہی ثابت ہے جس کے گرد پھرتے ہین یہ سیارے

زمین پر جلوہ آراھین مظاہر اس کی قدرت کے + بچھائے ھین اسی داتا نے دسترخوان نعمت کے

---

۵ ۔ اِنَّمَا اَمرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیئًا اَن یَقُولَ لَہٗ کُن فَیَکُون $\frac{۸۲}{۳۶}$

اس کا امر بس یہی ھے کہ جب وہ کسی شے کا ارادہ کرتا ھے اس سے کہتاھے ھوجاسو وہ ھو جاتی ھے۔

یہ سرد وگرم خشک و تر اجالا اور تاریکی + نظر آتی ہے سب میں شان اسی اک ذات پاک کی

وہی ہے کائنات اور اس کی مخلوقات کا خالق + نباتات وجمادات اور حیوانات کا خالق [٦]

وہی خالق ہے دل [٧] کا اور دل کے نیک ارادوں کا + وہی مالک ہمارا اور ہمارے باپ دادوں کا ،

بشر کو فطرت اسلام پر پیدا کیا جس نے [٨] + محمد مصطفٰے کے نام پر شیدا کیا جس نے

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی [٩] + کہ جس نے اپنے ہاتھوں اپنی خو خصلت نہیں بدلی

اندھیرا شرک کا ان مشرکوں کی عقل پر چھایا + کہ عیسٰی کو خدائے پاک کا فرزند ٹھہرایا

بدل دی سربسر انجیل کی تعلیم (تھوڑی) میں (فصول) + خدا کو کردیا تقسیم بھی تین حصوں میں

خدا روح القدس عیسٰی یہ تین ان کے خدا (ٹھہرے) + جفا و ظلم ان کی زندگی کا مدعا ٹھہرے

اور وہی ہے جس نے بادل سے پانی برسایا۔ ہم نے اس سے ہر (روئیدگی) کے کونپلے نکالے پھر ہم نے اس سے ہری ہری ٹہنیاں نکالیں جن سے ہم گتھے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے گابھے میں گچھے جھکے ہوئے اور انگور کے باغ اور زیتون اور انار، ملتے جلتے اور مختلف جب وہ پھل کو دیکھو پھر اس کے گرانے کو = ٩٩/٦ سورہ النحل

وَالاَنعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ (فِيهَا) دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ٥/١٦

اور اس نے تمہارے لئے مویشی پیدا کئے جن میں تمہاری جڑ اولھے (اور بہت سے فائدے) اور جن کو تم کھاتے ہو۔

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ٢٥/٥٧ سورہ الحدید ٢٥/٥٧

اور ہم نے لوہا اتارا اس میں بڑا رعب اور لوگوں کے لئے فائدہ ہے

وَاَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ ١٢/٣٤

اور ہم نے اس کے لئے تانبے کا چشمہ بہادیا

---

[٦] وَهُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْا اِلٰى ثَمَرِهٖ اِذَا اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ (٩٩/٦)

[٧] يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ٢٠/٤٠ (المؤمن)
اللہ آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے اور ان (بھیدوں کو) جو دلوں میں چھپے ہوئے ہیں

[٨] اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ١٩/٣ = بیشک اصلی دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے (آل عمران)

[٩] اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ١١/١٣
اللہ تعالی کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے آپ کو نہ بدلیں

والقناطیر المقنطرہ من الذھب والفضۃ

اور سونے اور چاندی کے ڈھیروں کے ڈھیر لگے ہوئے -

اب ہم اردو کے مختلف ادوار کے مختلف شعرا کے کلام سے بعض اشعار اس موضوع سے متعلق پیش کرتے ہیں جس سے ہمارے بیان کی مزید تائید ہوتی ہے :-

بندہ نواز گیسو دراز [10]

کل شے محیط ہے اسے کون پہچانے
جو کوئی عاشق اس بھو کے اسے جیو میں جانے
اسے دیکھت گم ہورہے جیسے میں دیوانے

محمد اکبر حسینی [11]

دھوکر زبان کوں اپنی پہلے بسر سوں بیان پر
بولوں صفت خدا کی کرشکر میں زبان بسر
بے حد ہے صفت اس کی اس کو نہیں نہایت
کرنے کوتس صفت تو نہیں مجھ زبان میں طاقت

نظامی [12]

از مثنوی کدم راو پدم راو

گسائیں تمہیں ایک دھنہ جگ دار   ہرو برنہ جگ تمہیں دیہار

سید بلاقی - بلاقی

اول نام اللہ سو بولوں احمد   ثنا وصفت اس کی ہے بے عدد
ثنا اس پر حق سزاوار ہے   کر تہار قدرت میں کرتا رہے
کیا چاند سورج ستارے فلک   زمین آسمان ، حور ، جن و ملک

---

[10] نصیرالدین ہاشمی ، دکن میں اردو محولہ بالا ص ۲۹ [11] ایضاً ص ۳۲
[12] ایضاً ص ۳۶ - یہ مثنوی کدم راو پدم راو شائع ہوگئی ہے - مرتبہ جمیل جالبی ڈاکٹر شائع کردہ انجمن ترقی اردو - کراچی سنہ ۱۹۷۳ء

ولی دکھنی :-

ہر ذرہ عالم میں ہے خورشید حقیقی + یوں بوجھ کہ بلبل ہوں ہر اک غنچہ دہاں کا

میر تقی میر

تھا مستعار حسن سے اس کے جو نور تھا + خورشید میں بھی اس کا ہی ذرہ ظہور تھا

پہنچا جو آپ کو تو میں پہنچا خدا کے تئیں + معلوم اب ہوا کہ بہت میں بھی دور تھا

تھا وہ تو رشک حور بہشتی ہمیں میں میر + سمجھے نہ ہم تو فہم کا اپنے قصور تھا

سودا

سجدۂ شکر میں ہے شاخ ثمر دار ہر ایک + دیکھ کر باغ جہاں میں کرم عز و جل

مقدور نہیں اس کی تجلی کے بیان کا + جوں شمع سراپا ہو اگر صرف زبان کا

ہر سنگ میں شرار ہے تیرے ظہور کا + موسیٰ نہیں جو سیر کروں کوہ طور کا

صدقے میں تیرے یارب ہم سوں کو کیا پیدا + گلّہ کا آپ کو تیں اک پاسبان بنایا

مومن

حکیم مومن خان مومن اپنی غزل میں خالص عاشقانہ رنگ کے لئے مشہور ہیں - ان کی ایک نظم جو قصیدہ حمد ہے اس قابل ہے کہ اسے بطور نمونہ یہاں نقل کیا جائے [۱۱۳]

اَلحَمدُ لِوَاهِبِ العَطَایَا + اس شور نے کیا مزہ چکھایا

وَالشُّکرُ لِصَانِعِ البَرَایَا + جس نے ہمیں آدمی بنایا

احسان ہیں اس کے کیا گراہار + سر سَبع شِداد کا جھکایا

کیا پایۂ تخت سلیماں + اک بات میں تخت پر بٹھایا

---

[۱۱۳] کلیات مومن ، مطبوعہ بالا ص ۱۷۹ اس قصیدہ سے متعلق تلمیحات قرآن کی تفصیل مقالہ کے باب قصص قرآنی کا پس منظر میں پیش کی گئی ہے-

کیوں شکر کریں نہ آل داؤد + انسوں شہنشہی سکھایا

وہ دیر آسمان تقید س + جانسوز بمناظر و مرایا

اب بھی نظروں مجاز میں ہیں + کیوں مہر کا میں سمایا

بے عقل بسیط اس کا پرتو + بے دیر مجرد اس کا سایا

سُبحَانَکَ یَا اِلٰہَ عَالَم + عالم تیرا عجز نے دکھایا

ہرجائی ہے تیرا جلوہ لیکن + دیکھا نہ کہیں نظر نہ آیا

ہاں عقل ہے گم کہ بس تجھی کو + پاتا ہر شے میں پر نہ پایا

اللہ ری تیری بے نیازی + یعقوبؑ کو مدتوں رلایا

یوسفؑ سے عزیز کوئی سال + زنداں عزیز میں پھنسایا

ہاں شعلے کو سرکشی کی کیا تاب + ابلیس کو خاک میں ملایا

تجھ کو ہی سزا ہے کبریائی + کرسی کا نہ عرش کا یہ پایا

موسیٰ کو بتا ہے بعد دیدار + کیا مژدۂ جانفزا سنایا

گو وعدہ ہے مَن یُّحِبُّوْنَ بِالْغَیْب + پر بندہ تو اس سے باز آیا

ہاں تاب کسے کہ خاک و خوں میں + بیتابی شوق نے لٹایا

اللہ دکھادے اپنا دیدار + الکشف بِجَمَالِکَ العطایا

عظمت نے سجود کی فلک کو + گرد کرۂ زمیں پھرایا

وہ خاتم المُرسَلِین محمدؐ + جس نے ہمیں شرک سے بچایا

جب بندہ ہے تیرا تو رہا کون + پھر لائق بندگی خدایا

تو واحد بے نظیر و یکتا + تو حاکم و خالقِ برایا

تجھکو بھی نہ کہہ سکے تیرا مثل + یہاں تک نقش دوئی مٹایا

یعنی وہ خدا ازل سے ہے اور + اس ذات کو کب زوال آیا

آئے تیری حمد کا تو وہم + یہ حوصلہ میں کہاں سے لایا

کام آئی نہ شوخی خموشی + دل کی تپشوں نے جب ستایا

ہوں بندہ شعور عجز ادراک + ناکام کو کام سے لگایا

کیا جانئے اسے بے زبان نے + کس طرح شعور وفضل مجھ پایا

معلوم خرد کی نکتہ یابی + ہاں علم نے عقل کو گنوایا

لاعلم لنا ہے یاد ہر چند + سب کچھ مجھے عجز نے دکھلایا

تھا دھیان میں عذر لا احصی + جب سجدے میں دم ذرا سمایا

کیا صعب گزار ہے رہ حمد + جبریل کا پاؤں لڑکھڑایا

چکر میں ہے عقل عرش اعظم + اس نے بھی مگر تجھے نہ پایا

مرغان در آز اغجسہ کو + اس اوج نے خاک پر گرایا

ہر جزو ضعیف جوہر عقل + عرفاں کے جو غور نے گھٹایا

میں روح قدس کا ہم زباں ہوں + یہہ مرتبہ عجز سے بڑھایا

مومن ہے زبان عرض احوال + میں نے تجھسے بے خرد جتایا

رو رو کے دعا کر اک خدا دیکھ + کیا ابر کرم ہے سر پہ چھایا

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ عشق معبوداں بھی کیا بلا ہے جس میں عمر عزیز کا ایک حصہ ضائع ہوا اس دور میں دہا اور دین دونوں سے سارے ناطے توڑ کر بس ایک محبوب کا حلقہ بگوش بنے رہے - اس زمانے کی جو حالت تھی اس کے بیان میں بھی تمام اصطلاحات ،تلمیحات استعارے اور کنائے ایسے استعمال کئے ہیں جن کا تعلق براہ راست دینی پس منظر سے ہے چند اشعار یہ ہیں

بت خانہ کو رشک کعبہ سمجھے + گر شوق نے گرد کو پھرایا [۱۴]

تھا شور فراک جائے لبیک + اس دشمن دین نے گرمایا

بوسہ جو دیا ذقن کا گویا + سیب خلد بریں کھلایا

یہہ بے خبری کہ یاد جس کی + تھی واجب و فرض اسے بھلایا

---

[۱۴] شعرا - ۲ مصطلحات حج ۰ (۳) جنت کے پھل (۳) متعلق بہ واجبات و فرائض (۴) قرآن حکیم میں قسم کھانے کے باب میں سخت تنبیہہ ہے - دیکھئے آیات ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ان تبروا و تتقوا و تصلحوا بین الناس اور لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم ۰ اور ......

۲۲۴ و ۲۲۵ / ۲

کچھ آپ زنی کے جس تو + کر نار جہنم نے اٹھایا

مجھ کو بھی بچالے جیسے تونے + یوسف کو گناہ سے بچایا

وہ رفعت حال دے کہ جس نے + منصور کو دار پر چڑھایا

اس کا میں دل پہ ایک پرتو + جس شعلہ نے طور کو جلایا

مومن کسے جس حال آخر + ہے کون تیرے سوا خدا یا

خواجہ میر درد

ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پاسکے + میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سماسکے

تھاہے تیری اگر ہے تمنا + تیری آرزو ہے اگر آرزو ہے

جگر مراد آبادی

کثرت میں بھی وحدت کا تماشا نظر آیا + جس رنگ میں دیکھا تجھے یکتا نظر آیا

جب اس رخ پر نور کا جلوہ نظر آیا + کعبہ نظر آیا نہ کلیسا نظر آیا

قربان تری شان عنایت کے دل وجاں + اس کم نگہی پر مجھے کیا کیا نظر آیا

ہر رنگ تیرے رنگ میں ڈوبا ہوا نکلا + ہر نقش تیرا نقش کف پا نظر آیا

اس نہایت ہی مختصر انتخاب سے محض یہہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ اردو شاعری کی مختلف اصناف میں اللہ تعالی اور اس کی ذات و صفات کے متعلق مضامین اس کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ کوئی شخص جو ان موضوعات و مباحث سے متعلق اسلامی نظریات اور افکار سے آگاہی نہیں رکھتا اس کے لئے ان کی تفہیم مشکل ہی نہیں ناممکن ہے اور دوسری طرف ان اشعار کے مضامین کے مطالعہ سے اردو شاعر کے مزاج اور اس کے عناصر ترکیبی کا بھی پتہ چلتا ہے اور یہہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالی کی ذات اور صفات تک جہاں تک انسان کے ذہن کی رسائی ہے اور جہاں تک قرآن حکیم اور احادیث نبوی کی مدد سے ان تک پہنچا جاسکتا ہے اردو شعرا نے ان مقامات کے اظہار کی کوشش کی ہے اسی موضوع کے اظہار کا ایک پہلو صوفیانہ ہے اس کی تفصیلی بحث تصوف کے باب میں کی گئی ہے۔

خدا پر ایمان، اس کے اقرار اور اظہار کو دین کا رکن اول قرار دیا گیا ہے اس کے آخری رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور اس کا اقرار و اظہار ان کی نبوت کی شہادت تکمیل دین کے لئے دوسرا ضروری جزو ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہبری اور ہدایت کے لئے ہر زمانے میں رسول بھیجے ، قرآن حکیم میں ارشاد ہوا ہے۔

وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِى الْاَوَّلِيْنَ ٦/٢٣

اور پہلے لوگوں میں ہم نے بہت سے رسول بھیجے

اور ~~ثمر ارسلنا ارسلنا تترا~~ ٤٤/٢٣ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ٤٤/٢٣

پھر ہم نے لگاتار اپنے رسول بھیجے

اور وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْر

اور کوئی قوم نہیں جس میں کوئی آگاہ کرنے والا نہ آیا ہو

اور ان تمام رسولوں پر ایمان لانا اسلام میں فرض ہے ۔ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ

سب ~~ہر ایک~~ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے ملائکہ پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کو بھی جدا نہیں سمجھتے ، چنانچہ قرآن حکیم میں بعض پیغمبروں کا ذکر ہے اور بعض کا نہیں ہے جن پیغمبروں کا ذکر کیا گیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

حضرت نوح ؑ ۔ حضرت ابراہیم ؑ ۔ حضرت اسحٰق ؑ ۔ حضرت یعقوب ؑ ۔ حضرت داؤد ؑ ۔ حضرت سلیمان ؑ حضرت ایوب ؑ ۔ حضرت یوسف ؑ ۔ حضرت موسیٰ ؑ ۔ حضرت ہارون ؑ ۔ حضرت زکریا ؑ ۔ حضرت یحییٰ ؑ حضرت الیاس ؑ ۔ حضرت عیسیٰ ؑ ۔ حضرت اسمٰعیل ؑ ۔ حضرت الیسع ؑ ۔ حضرت یونس ؑ ۔ حضرت لوط ؑ حضرت ادریس ؑ ۔ حضرت ہود ؑ ۔ حضرت صالح ؑ ۔ حضرت شعیب ؑ ۔ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

ان کے علاوہ چند اور ایسے بزرگ ہیں جن کا ذکر قرآن حکیم میں ہے لیکن ان کی رسالت یا نبوت کی صریح نہیں ۔ ان میں حضرت آدم علیہ السلام ۔ ذوالکفل ، عزیز ، لقمان ۔ حضرت خضر اور ذوالقرنین شامل ہیں ، ان کا ذکر ~~انبیاء کے ساتھ~~ اس طرح ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی

ذوالکفل

ان میں سے بعض کا ذکر شعر و ادب میں بار بار آتا ہے اور بعضوں نے تو ادبی زبان میں علامات اور اشارات کی حیثیت اختیار کرلی ہے ۔ مثلاً حضرت یوسف کو حسن کی علامت حضرت خضر کو علم اور رہبری کا نشان حضرت عیسیٰ کو معجز نفس حضرت ایوب کو صبر واستقامت کا نمونہ اسماعیل کو ایثار اور رضائے الہی پر سرجھکانے والا حضرت داؤد کو لحن اور خوش الحانی کا مالک حضرت سلیمان کو شاہی جاہ وجلال اور عظمت و امارت کا اشارہ حضرت یعقوب کو پدرانہ شفقت و محبت اور صبر و توکل کا نمونہ مقرر کیا گیا ہے اگرچہ عام طور پر ان نبیوں سے متعلق جو قصے عوام میں مشہور ہوگئے ہیں وہ بعینہ وہ نہیں ہیں جس طرح قرآن حکیم میں مذکورہ ہوگئے ہیں تاہم ان کے بنیادی عناصر وہی ہیں جن کا ذکر قرآن حکیم میں آیا ہے ۔ اس موضوع پر مفصل بحث اس مقالے کے ایک علیحدہ باب میں قصص قرآن کے عنوان سے کی گئی ہے۔

رسولوں کے سلسلے کی آخری کڑی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ قرآن حکیم اور احادیث نبوی کے واضح ارشادات کی روشنی میں مسلمانوں کے نزدیک آپ خدا کے آخری نبی اور پیغمبر ہیں اور نبوت آپ پر ختم ہوگئی ۔

قرآن حکیم جو آپ پر نازل ہوا وہ آخری کتاب ہے اور اللہ تعالی نے خود اس کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ دیگر کتب بھی آسمانی ہیں جن کے منزل من اللہ ہونے کی تائید قرآن سے ہوتی ہے ۔ اور ہر مسلمان ان کتابوں پر ایمان بھی رکھتا ہے لیکن ان صحائف آسمانی میں اتنا تصرف ہوچکا ہے کہ ان کی اصلی شکل باقی نہیں رہی ہے مسلمانوں کے لئے بھی قرآن سر چشمہ ہدایت و عرفان ہے اس کے عقائد اور روزمرہ زندگی کے سارے معمولات قرآنی تعلیمات کے تابع اور اس پر منحصر ہیں ۔ اس لئے قدرتی طور پر ان تمام قوموں کی زبانوں میں اور ان کے شعر و ادب میں جن کا دین اسلام ہے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بار بار ملتا ہے آپ کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ آپ کی مبارک زندگی کے حالات و واقعات نہایت تحقیق کے ساتھ مرتب ہوئے ہیں جس میں حیات طیبہ کے اقوال و افعال کا بیان ہے یہ سرمایہ حدیث کا ہے

جس کو مسلمانوں نے ایک اہم فن اور علم کی حیثیت سے ترقی دی اور جو قرآن حکیم کے بعد بلکہ اس کی تائید اور تشریح میں شریعت اسلامی قانون اور فقہ کا دوسرا اہم ماخذ ہے۔ شعروادب کی بعض اصناف تو براہ راست آپ کی مدح و ثنا سے متعلق ہیں مثلاً* نعت اس کے علاوہ دیگر اصناف میں بھی ایسے مضامین کثرت سے ملتے ہیں جن کا تعلق آپ کے ذکر مبارک سے ہے تمام طور پر حسب ذیل مضامین اس کے ذیل میں آتے ہیں۔

حفیظ جالندھری نے شاہنامہ اسلام میں حضرت ابراہیم کی دعا کے عنوان سے یہہ واقعہ یوں بیان کیا ہے [۱۸]

سحر کے وقت ابراہیم نے اٹھ کر دعا مانگی + سکون قلب مانگا خوئے تسلیم و رضا مانگی

کہ اے مالک عمل کو تابع ارشاد کرتا ہوں + میں بیوی اور بچے کو یہاں آباد کرتا ہوں

اسی سنسان وادی میں انہیں روزی کا ساماں دے + اسی بے برگ و سامانی کو شان صد بہاراں دے

الٰہی نسل اسمٰعیل بڑھ کر قوم ہو جائے + یہہ قوم ایک روز پابند صلوٰۃ و صوم ہو جائے

اسی وادی میں تیرا ہادی موعود ہو پیدا + کہ جو عظمت انسان کو تیرے نام پر شیدا [۱۹]

بشارت تیری سچی ہے تیرا وعدہ بھی سچا ہے + بس اب تو ہی محافظ ہے یہہ بیوی یہہ بچہ

مولانا حالی

مولانا حالی بھی مسدس میں اس کا حوالہ دیا ہے۔

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت + بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت

ادا خاک بطحا نے کی وہ ودیعت + چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت

---

۱۸ - شاہنامہ اسلام، حصہ اول، ص ۴۴

۱۹ قرآن حکیم میں دعائے ابراہیم کے الفاظ ہیں "ربنا وابعث فیہم رسولا منہم یتلوا علیہم آیاتک ویعلمہم الکتب والحکمۃ ویزکیہم - ۱۲۹/۲

اے رب انہیں میں سے ایک رسول ان میں بھیجنا جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور کتاب اور حکمت سکھائے اور پاک کرے - اس میں اس حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ میں اپنے دادا ابراہیم کی دعا اور اپنے بھائی عیسٰی کی بشارت ہوں۔

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا[18]

۲- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت تھے۔ آپ کی اس خصوصیت کا ذکر بھی ہمارے شعرا نے خاص طور پر کیا ہے ۔ حالی کا ہی یہ بند دیکھئے ۔[19]

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا + مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا + وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ

یتیموں کا والی غلاموں کا مولا

۳- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک مسلمانوں کے لئے بہترین مثال اور نمونہ ہے قرآن حکیم میں ارشاد ہوا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۲۱/۳۳

بلاشبہ رسول اللہ کی زندگی میں تمہارے لئے پیروی کا بہترین نمونہ ہے اور آپ کے اوصاف حمیدہ بے شمار ہیں جن کا ذکر ہمارے شعرا خاص طور پر نعت گو شعرا نے بار بار کیا ہے اور اس کے علاوہ دیگر شعرا نے جہاں تعلیمات اسلامی کا ذکر کیا ہے وہاں قرآن و حدیث کے حوالوں سے آپ

---

[18] بشارت حضرت عیسیٰ کا ذکر قرآن حکیم میں یوں ہے۔
وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ (يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ) ۶/۶۱

اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اور توریت کی جو مجھ سے پہلے نازل ہوئی ہے تصدیق کرتا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئیگا جس کا نام احمد ہے سو جب وہ رسول دلیلیں لیکر ان کے پاس آیا تو انھوں نے کہدیا کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

[19] قرآن حکیم میں جابجا آپ کی رحمت کا ذکر ہے ۔
وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء/۱۰۷)
اور ہم نے آپ کو تمام عالم کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ایمان والوں کے لئے انتہائی شفیق اور مہربان (التوبة ۱۲۸)
فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ
(آل عمران ۱۵۹)

ارشادات

کرامات اور اشارات و تعلیمات کا بیان کیا ہے - یہاں اس سلسلے کے بعض اشعار بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں -

یزدانی ٢٢

حدیث میں رائی دال ہے اس گفتگو اعد   کہ دیکھا جس نے اس کو اس نے دیکھی شکل

حضرت حق آپ ناطق ہیں حق کے وصف میں   جابجا مدح قرآن ہے رسول اللّٰہ کا سودا ٢٣

تیری خاطر ہوگیا وحدت کا کثرت میں ظہور   حق نے تیرے واسطے سارا جہان پیدا کیا ٢٤

مفتی غلام سرور لاہوری

وعدۂ یعطیک ربک کرچکا ہے کردگا   یا نبی حق کو رضا مندی تیری منظور ہے

ایضاً ٢٥

توصیف

اس کی توصیف میں اک شئے ہے قرآن شریف   +   کہ لکھا خامۂ قدرت نے بوجہ احسن ٢٦
(محسن کاکوروی)

پیشوائے رسل سید نسل آدم   +   جلوۂ حضرت حق نور مجسم ہمہ تن ٢٧
(محسن کاکوروی)

رسول اکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم چونکہ واقف اسرار و رموز الٰہی تھے ، وحی آپ پر نازل ہوتی تھی

---

٢٢ اشارہ حدیث شریف کی طرف قال الرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من رانی فقد رای اللّٰہ الحق (بخاری)
آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھے دیکھا وہ خدا کو ضرور دیکھے گا اس نے حق دیکھا
(یا اس نے خدا کو دیکھا) بخاری

٢٣ آیۃ کریمۃ انک لعلیٰ خلق عظیم ، بیشک آپ بڑے ہی بلند اخلاق ہیں (سورہ قلم ٦٨) ٤/٦٨

٢٤ ارشاد لولاک لما خلقت الافلاک اگر آپ نہ ہوتے تو کائنات نہ ہوتی

٢٥ اشارہ آیت شریف و لسوف یعطیک ربک فترضیٰ (ضحیٰ ٩٣/٥) کی طرف
البتہ تیرا رب تجھے اتنا دیگا جس سے تو راضی ہو جائیگا (سورہ الضحیٰ ٩٣/٥

٢٦ رک ٢١

٢٧ حدیث شریف عن ابی ہریرۃ رضی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
انا سید ولد آدم حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے
فرمایا میں سردار اولاد آدم ہوں -

(مشکوۃ)

سی آیات قرآنی کے معانی اور مفاہیم کو یوں طرح سمجھتے تھے اس لئے ایمان لانیوالوں کو بار بار تاکید ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں صاحب امر ہوں - ایک اور موقع پر ارشاد ربانی ہے -

وما آتکم الرسول فخذوہ و مانہکم عنہ فانتہوا (الحشر) ۵۹/۷

اور خدا کے رسول تمہیں جو حکم دیں اس کو قبول کرو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ
اور بات صرف یہیں تک نہیں ، رسول سے محبت جزو ایمان ہے کہ بغیر اس کے ایمان کی تکمیل ہی نہیں ہوگی - سورہ الاحزاب میں ارشاد ہے -

النبی اولیٰ بالمومنین من انفسہم ۶/

نبی مسلمانوں کے لئے ان کی اپنی جانوں سے بھی مقدم ہیں ،

چنانچہ شعرا نے عشق رسول کے مضمون کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے - خدا اور اس کے بندوں کا محبوب حسن صورت اور حسن سیرت کا کامل نمونہ ہے سراپا نگاری میں بڑی والہانہ عقیدت سے آپ کے سراپا کو بیان کیا گیا ہے - یہاں بطور نمونہ تبرکاً چند اقتباسات درج کئے جاتے ہیں- محسن کاکوری ،

کسی تصویر جسے کھینچ کے نقاش ازل + خود لگا کہنے کہ ہر وصف میں تو ہے افضل
تیری صورت سے کھلے ملی عاقل و دل + ابجد شرح مفصل ہیں شروح مجمل

تو ہے خورشید تیرے سامنے انجم ہیں ہمی
تو ہے شمسہ تصور ہیں تو سب ہیں قطبی

تو ہے داؤد نظم تو ہے سلیمان خاتم + شکر یحییٰ ہے تو ذکر زکریا ہر دم
خلت خاص خلیل و برکات آدم + شکر یعقوب و صبر دل ایوب بہم

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

جسم محبوب خدا نور کا ایک پتلا ہے + سایۂ حق وہ شہ منزلت طٰہٰ ہے
اس کی قامت کو بلا سایہ مناسب کہا ہے + سچ ہے محبوب جو لاثانی ہے وہ یکتا ہے

لاکھہ عاشق ھین مگر لطف دو محبوب نہین

ظل حق ھےتو ھو پر ظل ھبی خوب نہین

ھین دل بےروشنی سنۂ زیب جبین انور + طاق یا خانۂ خورشید کے آتے ھین نظر

دفتہ ابرو کا دکھائے جو عطارد لکھہ کر + مہ نو تیغ سے مرتے گئے ھو دو پیکر

خواب مین بھی جو رخ زھرہ سے جبین پیش آئے

مشتری طالع کیوان کی زحل ھو جائے

گوشۂ پرنور نہ زلف شب آسا شـور + کہین دھوکے سے بھی دیکھے تو سحر ھو کافور

رنگ کا اس کے صبا سن کے چمن مین مذکور + کہیے گل سے کہ ھوا ھو نہ قہر سے حضور

گوھر وصف سے گردامن دنیا پر ھو

یون صدف سے کہے موتی کہ اب چل دو رھو

فکر وصف در دندان مین کٹا سارا دن + رات بھر تارے ھی گنتے رھے بیٹھے محسن

جس کی تشبیہ نہ ھو کیا اس کی صفت کیا ممکن + یون تو ثابت ھے کہ سیارے ھین روشن لیکن

غور سے دیکھیے تو شیشے کے یہہ چھالے ھین

پالب ساغر افلاک کے بت خانے ھین

یہہ وصف نگاری ایک خاص انداز کی ھے ، + اس مین محسن کاکوروی نے محبوبان مجازی کی وصف نگاری کے مروجہ اور مسلمہ مضامین سے ہٹ کر ایک نیا انداز اختیار کیا ھے جو محبوب خدا کی توصیف مین شعرائے پسند کیا اس کی مثال سودا سے لے کر محسن تک جا بجا ملتی ھے سودا کے یہہ شعر دیکھیے :-

ھزار افسوس اے دل ھم نہ تھے اس وقت دنیا مین + وگرنہ کرتے یہہ آنکھین جمال اس کے نظر دوری

نہ ھونے سے جو جدا سایہ کے اوس قامت سے پیدا ھے + قیامت ھو و لیکن لہب وہ محبوب سبحانی

جسے یہہ صورت و سیرت کرامت حق نے کی ھوگی + بجا ھے کہیے ایسے کو اگرچہ یوسف ثانی

معاذ اللہ یہہ کیا حرف بے موقع ھوا سـرزد + جو اوسکو پھر کہون تو ھوجیے مسلما

کدھر اب فہم ناقص لے گیا مجھکو نہ یہہ سمجھا + کہ وہ مہر الوہیت ہے اور وہ ماہ کنعانی

حدیث میں راوی دال ہیں اس گفتگو او پسر + کہ دیکھا جن نے اوس کو اون دریکھی بزرگی

غرض شکل بہی ہوتی کہ پیدا کرکے ایسے کو + خدا گریہ فرماتا نہیں کوئی مہر تابانی ؟

اور ایک جدید دور کے شاعر نے جس انداز سے یہہ مضمون ادا کیا ہے اس کی مثال عبدالعزیز خالد کی نار قلیط میں دیکھئے :-

تجلی سے چہرہ ترا ارغوانی + تو خورشید روز و مہ چار دہ ہے

تری زلف ہے بدر کے گرد ہالا + جسکو آتش رشک میں جل رہا ہے

وقار سکوت اور حسن تکلم + تجھے دینے والے نے کیا کیا دیا ہے

مہکتا ہے رخن تری رہگذر سے + ترا نقش پا کنج گلشن کدہ ہے

دیا نافۂ مشک نار زمین کو + تری گرد رہ ، عنبر و توتیا ہے

گذر گہ کے ذرات گو گرد احمد + کہ پیار میں خاصیت کیمیا ہے

نہیں ہوتا ہے وہ پانوں دھو دھو کے + وہ مشروب رحمت ہے آب بقا ہے

۲۵ ب

نہیں نرم تر تیری ہاتھوں سے ریشم + انس کہہ رہا ہے جو لمس آشنا ہے

ترکھتا تھا یارا الا نہیں جس کو + جو دس سال تک حاضری میں رہا ہے

کبھی مشک و عود اس طرح کا نہ سونگھا + پسینہ ہے تیرا کہ عطر حنا ہے

۲۵ ج

طبیعت میں وہ قدرتی شرم ہے جیسے + کہ پردہ نشیں کوئی ناکتخدا ہے

---

۲۵ ب عن انس رضی اللہ عنہ قال ما مسست حریرا ولا دیباجا الین من کف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا شممت ریحا قط او عرفا قط اطیب من ریح او عرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کسی حریر اور دیباکو رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہیں پایا اور نہ میں نے کبھی کوئی خوشبو یا کوئی عطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے عمدہ پایا -

۲۵ ج عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشد حیاء من العذراء فی خدرہا حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمگین تھے جو اپنے پردے میں رہتی ہو -

جنھیں حسن و جمال کا مظہر اور محبوبی کا پیکر بتایا گیا ہے اور گو یہاں ان کے عشق میں گرفتار ہیں۔ اردو کے اکثر شعرا نے اس شعری روایت کو بھی اپنے خیالات کے اظہار کے لئے اختیار کیا ہے کچھ ایسی ہی صورت محسن کے ایک مشہور قصیدے کی تشبیب میں بھی تھی اور اس پر

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل

بعض اعتراضات بھی تھے اور ان کا جواب بھی دیا گیا تھا چناں چہ اپنے موقع پر یہ بحث آئی ہے چونکہ نعت گوئی، عشق رسول اور سراپا نگاری میں یہ انداز بعض اور شعرا نے بھی اختیار کیا ہے اس لئے بطور نمونہ عبد العزیز خالد کے کلام سے اس سلسلے کے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں

ہے سرخ و سفید اجلا محبوب میرا + ہزاروں کے مجمع میں لون روشن فزا ہے

زرتاب و خالص ہے گو یا سر اس کا + چمکدار ہیرے کی جس میں ضیا ہے

کھجوروں کی شاخوں سی زلف چلیپا + غراب و دخان، سنبل و سنبلہ ہے

لب جوئبار سے کبوتر ہیں بیٹھے + ان آنکھوں کے دریا میں دل ڈوبتا ہے

نگینے جڑے ہیں کہ ہیں دانت اس کے + انھیں دودھ مل مل کے دھویا گیا ہے

ہیں بلسان کی کیاریاں اس کے عارض + مہک اٹھ رہی ہے نشہ چھا رہا ہے

ہیں سوسن سے لب مر ٹپکتا ہے جیسے + عجب ان کا لہجہ، عجب لطف ہے

وہ ترشے ہوئے صندلیں ہاتھ اس کے + طلائی کڑے میں زبرجد جڑا ہے

کڑھے عاج پر پھول نیلم کے گویا + وہ سینہ نہیں شاہکار خدا ہے

ستون سنگ مر مر کے ہیں اس کی ٹانگیں + جو کندن کے پایوں پہ سیدھا کھڑا ہے

فسوں کار صورت ہے لبنان کی سی + اسے دیوداروں نے سجدہ کیا ہے

ہے منہ اس کا شہد و شکر سے بھی شیریں + بدن عشق انگیز و ارمان زا ہے

سراپا ستودہ سراپا محمد + لکھے اس کی تعریف کا حوصلہ ہے

شملے کنول میں کبرائے تیرے + چھپا کر نظر دل تجھے دیکھتا ہے

میں جوگن بروگن میں کملی کبھی + تو سرتاج میرا میرا دیوتا ہے

کوشی میں ساونل سانولی کرد کھاتی + فقط روپ ریکھا کی کھاونڈا ہے

وہ میرا مہاراج پربھو گسائین + سلونا ہے سجوار ہے سانولا ہے

تو دیپک میں کاجل تو درپن میں سیہا + میں کالک تو پربھات کی راستا ہے

میرا چھبیل چھدر بدن مرگ لوچن + کہاں اس سا جگ میں کوئی دوسرا ہے

یہہ تن جسوت ہے یا کہ جل روپ مالا + جسے دیکھہ کر چاند بجھہ سا گیا ہے[۲۶ الف]

یہہ صرف چند مثالیں تھیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وصف اور سراپا نگاری کے مضامین میں بھی اردو شعرا کے یہاں دیسی پس منظر کا بیان محض اظہار عقیدت نہیں ہے بلکہ اس میں شعری اور فنی محاسن کا بھی حق ادا کردیا گیا ہے اور عشق رسول کے اظہار سے ایک دیسی تقاضے کو بھی پورا کیا ہے[۲۷ الف]

چند مضامین اور خاص ایسے ہیں جو ذکر رسول کے سلسلے میں ہمارے شعرا نے پیش نظر رکھے ہیں مثلاً یہہ کہ اگر چہ آپ خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں اور سب نبیوں کے بعد تشریف لائے ہیں لیکن حقیقت یہہ ہے کہ آپ کو سب نبیوں پر شرف تقدم بھی حاصل ہے حدیث شریف ہے ۔ قال کنت نبیا و آدم بین الروح و الجسد یعنی آپ صلعم نے فرمایا کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام جسد اور روح کے درمیان تھے ایک اور مضمون جو شعرا کو بہت مرغوب ہے یہہ ہے کہ آپ کا ظہور نہ ہوتا تو کائنات نہ ہوتی لولاک لما خلقت الافلاک حکیم مومن خان مومن لکھتے ہیں ۔

وہ کون احمد صلعم مرسل شفیع ہر دوسرا + جو خلق کا سبب اور باعث معاد خلق

[۲۶ الف] عبد العزیز خالد ، فارقلیط ایوان پبلشرز کراچی طبع اول ستمبر سنہ ۱۹۶۳ء

[۲۷ الف] عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ۔ قال والذی نفسی بیدہ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھہ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی کامل ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اس کی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اول ما خلق اللّٰہ نوری ، سب سے پہلے میرا نور اللّٰہ نے پیدا کیا ۔ امیر مینائی کا شعر ہے

اوّل عالم ایجاد ہے یوں خلقت پاک + سورۂ حمد سے قرآن کا جیسے آغاز

اسی طرح آپ کے معجزات شق صدر، شق القمر، معراج کا مضمون شعرا کی توجہ کا خاص مرکز بنا ہے خاص طور پر واقعۂ معراج سے متعلق کثرت سے نظمیں لکھی گئیں ہیں۔
اس کی کچھ تفصیل قرآنی قصص میں حالات انبیاء کے سلسلے میں بیان کی گئی ہے۔

رسول اللّٰہ کی حیات طیبہ مسلمانوں کے لئے ایک مکمل نمونہ ہے چنانچہ آپ کی تعلیمات کا بار بار ذکر شعرا نے کیا ہے ۔ خاص طور جہاں اسلام کے فیوض و برکات اور عالم انسانیت کی ترقی میں اسلام کی کرامت کا بیان آیا ہے وہاں قدرتی طور پر آپ کی تعلیمات کو ضرور پیش کیا گیا ہے ۔ مثلاً* مولانا حالی نے بڑے اختصار سے آپ کی تعلیمات کا ذکر یوں کیا ہے

۲۷ الف

جتائی انہیں وقت کی قدر و قیمت + دلائی انہیں کام کی حرص و رغبت

کہا چھوڑ دیں گے سب آخر رفاقت + ہو فرزند و زن اس میں یا مال و دولت

نہ چھوڑے گا پر ساتھ ہرگز تمہارا

بھلائی میں جو وقت آگے گزارا

۲۸

غنیمت ہے صحت علالت سے پہلے + فراغت مشاغل کی کثرت سے پہلے

جوانی بڑھاپے کی زحمت سے پہلے + اقامت مسافر کی رحلت سے پہلے

فقیری سے پہلے غنیمت ہے دولت

جو کرنا ہے کرلو کہ تھوڑی ہے مہلت

---

۲۷ الف حالی مولانا الطاف حسین ، مسدس مدو جزر اسلام
صدی ایڈیشن ، طبع ثانی اردو اکیڈمی سندھ ۔ کراچی

۲۸ عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ قال قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نعمتان مغبون فیہما کثیرۃ من الناس الصحۃ والفراغ

حضرت ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان کی قدر نہیں کرتے ایک صحت اور دوسرے فراغت،
مشکوٰۃ شریف میں ہے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے یہ بات فرمائی تم پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو اپنی جوانی کو انتہائی بڑھاپا آنے سے پہلے اور اپنی صحت کو بیماری سے پہلے اور اپنی خوشحالی کو محتاجی سے پہلے اور اپنی فراغت کو مشغولیت سے پہلے اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے (راہ عمل ۔ ص ۲۷۶)

یہہ کہ کس/مسلم پر ان کو شہدا + کہ ہیں دور رحمت سے سب اہل دنیا

مگر دھیان ہے جن کو ہر دم خدا کا + ہے تسلیم کا پاسرا جن حسن چرچا

انہیں کے لئے یہاں ہے رحمت خدا کی

انہی پر ہے واں جا کے رحمت خدا کی[۲۹]

سکھائی انہیں نوع انساں پہ شفقت + کہا ہے یہہ اسلامیوں کی علامت

کہ ہمسائے سے رکھتے ہیں وہ محبت + شب و روز پہنچاتے ہیں اس کو راحت[۳۰]

---

[۲۹] حدیث شریف ہے عن معاویہ قال قال الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالی خیر سے نوازنا چاہتا ہے اسے اپنے دین کا علم فہم دیتا ہے۔

ایک اور روایت ابوہریرہ رضہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص علم دین حاصل کرنے کے لئے سفر کرے تو اللہ تعالی اس کے لئے جنت کی راہ آسان کردے گا اور جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں اکھٹے ہوکر اللہ کی کتاب پڑھتے اور اس پر بحث و گفتگو کرتے ہیں ان پر اللہ تعالی کی طرف سے اطمینان سکون نازل ہوتا ہے ۔ رحمت ان کو ڈھانک لیتی ہے۔ فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالی ان لوگوں کا ذکر اپنے فرشتوں کی مجلس میں فرماتا ہے اور جس کو اس کے عمل نے پیچھے ڈال دیا اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا

[۳۰] ہمسائے کے حقوق کے سلسلے میں بکثرت احادیث ہیں ۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل مجھہ کو پڑوسی کیساتھہ اچھا سلوک کرنے کی برابر تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے خیال کیا پڑوسی کو پڑوسی کا وارث بنا دیں گے ۔ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم وہ ایمان نہیں رکھتا پوچھا گیا اے اللہ کے رسول کون ایمان نہیں رکھتا فرمایا وہ شخص جس کا پڑوسی اس کی تکلیفوں سے محفوظ نہ رہے ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ وہ شخص مومن نہیں ہے جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اسکا پڑوسی جو اس کے پہلو میں رہتا ہو بھوکا رہے ۔

وہ جو حق سے اپنے لئے چاہتے ہیں
وہی ہر بشر کے لئیے چاہتے ہیں

خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر ✦ نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر
کسی کے گر آفت گزر جائے سر پر ✦ پڑے غم کا سایہ نہ اس بے اثر پر

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر [31]
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

غریبوں کو محنت کی رغبت دلائی ✦ کہ بازو سے اپنی کرو تم کمائی [32]
خبر تاکہ لو اس سے اپنی پرائی ✦ نہ کرنی پڑے تم کو در در گدائی

طلب سے ہے دنیا کی گریاں یہ نیت یااگر؟
تو چمکو گے واں ماہ کامل کی صورت

البجلی

[31] عن جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من لا یرحم لا یرحم ۔ حضرت جریر بن عبداللہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی پر رحم نہ کرے اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔

[32] عن مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اکل احد طعاما قط خیرا من ان یاکل من عمل یدیہ وان نبی اللہ داؤد علیہ السلام کان یاکل من عمل یدیہ

مقدام بن معدیکرب (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ (ہاتھوں) کی کمائی سے بہتر کسی شخص نے کبھی نہیں کھایا اور اللہ تعالی کے نبی داؤد علیہ السلام / بادشاہ ہونے کے باوصف / اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے ۔

کبھی حفظ صحت کے آئین سکھائے + سفر کے کبھی شوق ان کو دلائے
۳۳
مشاد ان کو سوداگری کے سجھائے + اصول ان کو فرمانبرداری کے بتائے

نشان راہ منزل کا ایک اک دکھایا
بھٹکے ہوؤں کا ان کو رہبر بنایا

غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہر طرح کے مضامین اردو شاعری میں بکثرت موجود ہیں اور یہہ صرف خاص نعت کے موضوع یا مضمون تک محدود نہیں ہیں بلکہ عام شاعری میں بھی ان کی مثالیں ملتی ہیں جیساکہ حالی کے مسدس کے اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے۔ خاص طور پر جہاں شعراء نے تاریخ اسلام اورمسلمانوں کے کار ناموں کا ذکر کیا ہے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے حالات و واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان میں سے بعض کا ذکر تاریخ اسلام سے متعلق باب میں کیا گیا ہے :۔

توحید اور رسالت کے بعد ایمان کی ، تکمیل کے لئے تیرا اہم رکن عقیدہ آخرت ہے قرآن حکیم کا ارشاد ہے ۔

والذی یومنون بالآخرۃ یو منون بہ ، جو لوگ آخرت کو مانتے ہیں وہی کتاب الٰہی پر ایمان لاتے ہیں ۔ $\frac{92}{6}$

---

۳۳ عن رافع بن خدیج قال قیل یا رسول اللہ ای الکسب اطیب قال عمل الرجل بیدہ و کل بیع مبرور ۔ رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے اچھی کمائی کونسی ہے ۔ آپ نے فرمایا آدمی کا اپنے ہاتھہ سے کام کرنا اور وہ تجارت جس میں تاجر جھوٹ اور بے ایمانی سے کام نہیں لیتا۔

عن ابوسعید خدری ۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشہداء ۔ ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچائی کےساتھہ معاملہ کرنے والا امانت دار تاجر قیامت کے دن نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کےساتھہ ہوگا۔

اسلام کے نظریہ آخرت کے مطابق انسان کی یہہ موجودہ گوشت پوست کی زندگی اس کی یہہ دنیا اور اس کے آثار دراصل ایک اور زندگی کا مقدمہ ہیں جو پیش آنے والی ہے یہ زندگی چندروزہ اور عارضی ہے وہ زندگی دائمی اور پائیدار ہے ۔ اس دن سارے مردے زندہ ہو جائیں گے ، ان سے ان کے اعمال کا احتساب ہوگا ۔ نیکی کی جزا اور گناہ کی سزا ملے گی ۔ جزا کے انعامات جنت کو شرو نعم اور حوران بہشت ہیں ۔ گناہ گاروں کی سزا کے لئے دوزخ اس کی آگ اور عذاب ہے ۔ وہ دن جو یوم حشر ہوگا نفسا نفسی کا دن ہوگا ۔ کوئی کسی کی مدد نہ کرسکے گا ، ہر شخص کے سامنے اس کا نامۂ اعمال ہوگا اور اس طرح کہ اس نے جو کچھ کیا ہے اس کا پورا پورا حساب اس کے سامنے ہوگا ۔ان مضامین کو بار بار قرآن حکیم میں بیان کیا گیا ہے ۔اس ساعت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا اور زمین او ر پہاڑ اٹھاکر ریزہ ریزہ کردیے جائیں گے تو اس دن وہ واقعہ وقوع پذیر ہوگا جب آسمان پھٹ جائے گا اور ستارے جھڑ پڑیں گے ، آفتاب سیاہ اور ستارے تاریک ہو جائینگے جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ دھنکی ہوئی اون کی طرح اور پھر

يومئذ تعرضون لا تخفى منكم خافية $\frac{18}{69}$

اس دن تم پیش کئے جاؤگے ، تمہاری کوئی بات چھپی نہ ہوگی اور یوم ندعوا كل اناس بما مهم اور اس دن ہم سارے انسانوں کو ان کے اعمال ناموں کے ساتھہ بلائیں گے ۔ $\frac{71}{17}$

اور فوربك لنسئلنهم اجمعين عما كانوا يعملون ، $\frac{93\text{-}92}{15}$

تیرے رب کی قسم ہے کہ ہم ان سب سے ان کے اعمال کی ضرور باز پرس کریں گے ۔ اور ولكل امة رسول فاذا جاء رسولهم قضي بينهم بالقسط وهم لا يظلمون اور ہرامت کا ایک رسول ہوا ہے پس جب ان کا رسول آئے گا تو ان کے درمیان انصاف کےساتھہ فیصلہ کردیاجائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا $\frac{47}{10}$ یہہ فیصلہ کیا ہوگا ؟ قرآن حکیم میں جابجا اس کی تفصیل آئی ہے زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی اور نامہ اعمال رکھے جائیں گے اور پیغمبر اور گواہ لائے جائیں گے اور لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کردیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا جس $\frac{69}{39}$

اعمال نامہ تو اس لئے دیا جائے گا ذرا آگے تو پوری بات سامنے آئے یہاں امام ہی لکھنا ہے (لقمان) جس کی تائید لو والی آیت سے بھی ہوتی ہے ۱۲

نے اچھا عمل کیا اس نے اپنے لئے کیا اور جس نے برا عمل کیا اس کا وبال اسی پر ہوگا۔ اس دن
مومنوں کے چہرے ترو تازہ ہونگے اور وہ اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہونگے ، دوزخ میں جانے
والے کون ہیں ۔ شیطان اور اس کے پیرو مشرکین ، مرتدین ، کفار، منافقین ، مومنوں کے قاتل
فاسق و فاجر ، آگ ان کے چہروں کو جھلستی ہوگی اور ان کے لئے اوپر سے آگ کا اوڑھنا ہوگا۔
اور ان کے نیچے سے بچھونا اور ان کو دوزخ سے نکلنا نصیب نہ ہوگا اور جنت کا وعدہ ان کے لئے
ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں
مارتے ہیں اور مرتے ہیں ، جنت کے وارث وہ بندے ہیں جو پرہیزگار ہیں جن کے اعمال صالح ہیں
اس جنت نعیم میں پانی دودھ شہد اور شراب کی نہریں ہونگی ایک چشمہ سلسبیل ہمیشہ رہنے
والے باغوں میں عمدہ عمدہ مکان ، اس میں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور
ان کے لباس ریشمی ہوں گے ان کے لئے پاک دامن بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہونگی اور وہ
پکار اٹھینگے کہ اے اللہ تو پاک ہے اور ان کی آپس میں دعا سلام ہے ان کی آخری بات یہ
ہوگی کہ کل تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے جہان کا رب ہے ۔

اوپر کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ قرآن حکیم کی آیات سے ماخوذ ہے ۔

خلاصہ اس کا یہ ہے واتقوا اللہ و اعلموا انکم ملقوہ ۔
اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ تم اسی سے ملاقات کرنے والے ہو
~~اس سے ڈرو جس میں تم اللہ کے پاس لوٹائے جاؤگے اور~~

لا یغرنک تقلب الذین کفروا فی البلاد ط متاع قلیل ثم مأوٰهم جهنم ط و بئس المهاد
لکن الذین اتقوا ربهم لهم جنت تجری من تحتها الانهار خلدین فیها نزلا من عند
اللہ و ما عند اللہ خیر للابرار (آل عمران ۱۹۶-۱۹۷- ۱۹۸)

دنیا کے ملکوں میں کافرانہ روش اختیار کرنے والے لوگوں کی چلت پھرت تمہیں کسی دھوکے میں
نہ ڈالے ، یہ محض چند روزہ زندگی کا تھوڑا سا لطف ہے پھر یہ سب جہنم میں جائیں گے۔
جو بدترین جائے قرار ہے لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرتے ہیں ان کے لئے
ایسے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ۔ ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے ان کے

لئے اللہ کی طرف سے یہہ سامان ضیافت ہے اور جو کچھہ اللہ کے پاس ہے نیک لوگوں کے لئے وہی سب سے بہتر ہے ۔

آخرت اور قیامت کا موضوع ایسا ہے جس میں مضامین کی بڑی وسعت ہے ان میں سے بعض مضامین کو شعرا نے خاص طور پر اختیار کیا ہے مثلاً زمانی اعتبار سے طول فرقت کو انتظار قیامت کہا ہے اسی سے مضمون دنیا کے خاتمہ یا آخر زمانہ کا ہے اسے ہنگامہ دار و گیر اور یوم الحساب کہا ہے ، چونکہ مومنوں کو اس دن دیدار الٰہی کی صحبت نصیب ہوگی اس لئے اسے روز دیدار اور روز وعدہ بھی کہا ہے ۔ جنت اور دوزخ سے بیشمار مضامین کا ایک الگ سلسلہ چلتا ہے عالم سرور و نکہت ، صحبت و راحت کو جنت اور عالم کرب و مصیبت کو دوزخ سے ہمیشہ دی ہے فرشتوں سے حور و غلمان سے کوثر و تسنیم سے ہزاروں مضمون پیدا ہوئے ہیں ۔ غرض کسی شاعر کا کوئی کلیات دیکھئے کوئی غزل یا نظم مشکل سے ایسی نکلے گی جس میں ان مضامین میں سے کوئی نہ کوئی مضمون نہ ہو ، یہاں ہم بطور نمونہ اردو کے چند مشاہیر شعرا کے کلام سے ایسے اشعار منتخب کرکے لکھتے ہیں جن کا تعلق کسی نہ کسی نوع سے آخرت معاد ، قیامت روز حشر ، جزا و سزا ، دیدار الٰہی ، جنت و دوزخ ، حور و غلمان اور تسنیم و کوثر سے ہے ۔۔

میر تقی میر [۴۲]

چھوٹوں کہیں ایذا سے لگا ایک ہی جلاد + تا حشر مرے سر پہ یہہ احسان رہیگا

جیتے رہیں گے دشت محبت میں سر و تیغ + محشر تلک خالی نہ یہہ میدان رہیگا

جانے کا نہیں شور سخن کا مرے ہرگز + تا حشر جہاں میں مرا دیوان رہیگا

کیا امتداد مدت ہجران بیان کروں + ساعت ہوئی قیامت و مہ سال ہو گیا

میں پوچھے کرم سے وہ جو بخش نہ دیتا تو + پرسش میں ہماری ہی دن حشر کا ڈھل جاتا

---

[۴۲] کلیات میر تقی میر ، مرتبہ عبدالباری آسی ، طبع نولکشور پریس لکھنو سنہ ۱۹۳۱ء

اٹھے تھے دست بلبل و داماں گل بہم + صحن چمن نمونہ یوم الحساب تھا

موقوف حشر پر ہے سو آتے وہ نہیں + کب درمیاں سے وعدۂ دیدار جائیگا

شیخ مت کر ذکر ہر ساعت قیامت کا کہ ہے + عرصۂ محشر نمونہ اس کی بازیگاہ کا

تمہیں ہی زلف کو محشر میں ہم دکھادینگے + جو کوئی مانگے گا نامہ سیاہ کاروں کا

تمہیں تو زہد و ورع پر مگر ہے اتنے غرور + خدا ہے شیخ جی ہم بھی گناہگاروں کا

اس جو خوبی سے لائے تجھسے قیامت میں + تو حسرت کی نے گماگوش دار خواہوں کا

حساب کا ہے کا روز شمار میں مجھہ سے + شمار ہی نہیں ہے کچھہ مے گناہوں کا

اپنے شہید ناز سے بس ہاتھہ اٹھاکہ پھر + دیوان حشر میں اے لایا نہ جائیگا

شراب عشق میسر ہوئی جسے اک شب + پھر اس کو روز قیامت تلک خمار رہا

خروش آشوب سے کم غوغائے قیامت کے لئے + خوں خوابیدۂ عشاق جگایا نہ گیا

ہم نے کہتے تھے کہ مت دیر و حرم کی راہ چل + اب یہہ دعویٰ حشر تک شیخ و برہمن میں رہا

یہہ منصور کا خون ناحق کہ حق تھا + قیامت کو کس کس سے خونخوار ہوگا

قیامت کرگئے اب تمہیں جس کو کرتی ہے خلقت + وہ اس کوچہ میں اک آشوب سا شاید ہوا

ہر چند شور محشر اب بھی ہے دریہ لیکن + نکلے گا یار گھر سے ہوویگا جب تماشا

کاش اٹھیں ہم بھی گناہگاروں کے بیچ + ہوں جو رحمت کے سزا واروں کے بیچ

روز محشر ہے رات ہجراں کی + ایسی ہم زندگی سے ہیں بیزار

توشہ آخرت کا فکر رہے + جی سے جانے کا ہے سفر نزدیک

جاتی ہیں فرش راہ تری صت جابجا ہالچل + اے رشک حور آدمیوں کی سی چالچل

فتنہ در سر بتاں حشر خرام + ہائے رے کس ٹھسک سے چلتے ہیں

اس کے کوچے میں نہ کر شور قیامت کا ذکر + شیخ یہاں ایسے تو ہنگامے ہوا کرتے

دل خراہ جلا اب تو مجھے اے شب ہجراں + میں سوختہ بھی منتظر روز جزا ہوں

ہنگامۂ قیامت تازہ نہیں جو ہوگا + ہم اس طرح کے کتنے آشوب کرچکے ہیں

می آگئے نہ شاعر نام پاویں + قیامت کو مگر عرصہ میں آویں

کہا جزرہ شہیر غلتی ہے دیکھئے کل حشر کو پھر + داغ ہر ایک می دل پہ ہے خوّاد ارچمن

می استاد کو فردوس اعلی میں مے جاگہ + پڑھایا کیمہ نہ غیر از عشق مجھکو خردسالی

کریں جبال ملک فرش راہ اس ساعت کہ محشر میں + لہو ڈبا کفن لاویں شہید ناز خو یہاں کو

جیتے جی فکر خوب ہے ورنہ یہہ ہدبہلا + رکھے گا حشر تلک تہ و بالا ہزار کر

کامل ہوا اشتیاق تو اتنا نہیں ہے دور + حشر و گریہ وعدہ دیدار کیوں نہ ہو

تھا کرم پھر ایسی کے شرب مدام ق + میرے اعمال آہ مت پوچھو

تم بھی اے مالکان روز جزا + بخش دو اب گناہ مت پوچھو

سرِ ؤ شور سے میں نہ کسی کوئی سوال + حشر تھی داخل خدام ادب مت پوچھو

جو بن تیرے دیکھے ہوا دوزخ میں کیسے بھی + رہتی ہے اے حسرت دیدار ہمیشہ

شور سے اپنے حشر ہے پیسرو + یوں نہیں جانتا کہ کیا ہے یہ

یہہ اشعار اردو کے صرف ایک ممتاز شاعر کے کلام کے دیوان اول سے ہی جستہ جستہ لئے گئے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ قیامت حشر اور روز جزا سے پیدا ہونے والے مضامین شاعری میں عام ہیں اور ان کے پس منظر میں قیامت کا وہ تصور ہے جو مسلمانوں کے عام عقیدہ اور ایمان کے مطابق ہے ۔ ایسی مثالیں دیگر شعرا کے کلام سے بھی مل سکتی ہیں مثلاً* متاخرین میں داغ کے ممتاز شاگرد وحید الدین بیخود کے کلام سے حسب ذیل اشعار لئے گئے ہیں [٣٥]

کیا آفتاب حشر ملائے گا مجھہ سے آنکھہ + ذرہ ہوں آستان رسالت مآب کا

میری نظر میں حور کی صورت جچے گی کیا + نظارہ میں نے دیکھا ہے حسن شباب کا

عشق ہی میں کبھی ہے اک واردات قلب + یارب ابھی تو ختم نہ ہو روز حساب کا

میزان عدل و سایۂ دامان مصطفےٰ + رکھہ چھوڑیں کاتبین یہہ دفتر حساب کا

---

[٣٥] وحید الدین بیخود ، دیوان ، بیخود موسومہ گفتار بیخود ، علیگڑھ

برقی پریس دہلی سنہ ١٩٣٨ء طبع دوم

بہن وہ سیاہ بخت ہوں جاؤنگا حشر میں + سایہ ہما ہوا کسی عالی جناب کا

شاد ہوں جنس گران مایہ ہے سودا انکا + حشر میں چاہئے کیا؟ داغ تمنا اُن کا

دل سے زاہد تیرے جنت کی تمنا مٹ جائے + میری آنکھوں سے جو تو دیکھہ لے پردہ اٹھا

مچ گئی دھوم شفاعت جو ہوئی ہے مقبول + خلد میں دیکھئے ہر لب پہ ہے چرچا انکا

شوق دیدار کو جنت کا تقاضہ سمجھا + آپ کی یاد کو میں حاصل دنیا سمجھا

میں وہ ہوں حور کو چھٹی کا کھلونا سمجھا + باغ جنت کو تیری راہ میں کانٹا سمجھا

بزم دشمن میں بتاتے ہوئے جی ڈرتا ہے + حشر میں پوچھنا تونے ہمیں کیا سمجھا

سودائے عشق کم نہ ہوا جلوہ دیکھکر + میں خلد میں بھی چاک گریبان ہی رہا

تونے دیکھا تیری رحمت نے لیا ہاتھوں ہاتھ + حشر میں بھی کوئی مجھہ سا نہ پریشان نکلا

میں یہہ ڈرتا ہوں کہ کہیں صبح قیامت تو نہ ہو + شام سے کہتے ہیں وہ صبح کے آثار نہیں

جس کو رحمت نے خریدا وہ گنہگار تھا میں + حشر ہے جنس گران کے لیے بازار نہیں

مرکے قبروں سے اٹھے میں تو نہ مانونگا کبھی + حشر کی چال میں شامل تری رفتار نہیں

قیامت میں میرا منہ تھا جو تیرے سامنے + الٰہی کھینچ لایا مژدۂ لاتقنطوا مجھکو

بہی اشک ندامت میری بخشش کا سبب ٹھہرے + انہیں موتی کی لڑیوں سے ملی ہے آبرو مجھکو

عدم چھڑوادیا دنیا کو چھوڑا قبر چھوڑونگا + یقین ہے خلد تک لیجائے اسکی جستجو مجھکو

ہو تم سے حسین حور نہیں ہو نہیں سکتی + یہہ بات تو اے ماہ جبین ہو نہیں سکتی

رکھا ہی کیا ہے شیخ نے عقبیٰ کے واسطے + جنت بھی ہے اہل تمنا کے واسطے

۲/ میں شراب خوار ہوں آتی ہے کھینچ کے روز + کوثر کی موج ساغر مینا کے واسطے

ہو گئے بے خود جو یہاں اسکی محبت میں رہے + چھوٹے لذت دیدار سے جنت میں رہے

خواہش نفس مٹادے تو عبادت میں رہے + تو وہ زاہد نہیں جو حور کی صحبت میں رہے

ہوں عذاب ایک تیری دوری کا مرحلہ + دوزخ بھی گرد ہے غم ہجران ان کے سامنے

اگر ایسے شیخ کوئی حور دنیا میں اتر آئے + فرشتے کا نہیں ہے ذکر انسان چھوڑ سکتا ہے

تیری جلوؤں کی عادی ہیں نگاہیں اہلعرفاں کی + سمائیں گی نظر میں کیا بہار میں باغ رضواں کی

زاہدوں سے نہ بھی حشر کے دن بھی یارب + وہ کھڑے ہیں تری رحمت کے طلبگار جدا

ان دونوں اقتباسات میں بعض مضامین تو مشترک ہیں اور بعض شعرا کی افتاد طبع اور ذاتی مزاج و مسلک کے اعتبار سے الگ الگ ہیں مثلاً زہد کے اشعار میں ایک دیندار مومن کی توقعات اور تمنائیں ہیں جس کی مثال پہلے اقتباس میں نہیں ہے اور بعض مضامین عام شاعرانہ بلکہ شوخ ہیں جو عام طور پر شعرا کے یہاں بطور مشترک پائے جاتے ہیں۔

توحید ، رسالت اور آخرت دین کے تین بنیادی ارکان یا ستون ہیں۔ تفصیل اس کی یہہ ہے کہ وہ شخص مومن یا صاحب ایمان یا دیندار ہے جو ان تصورات پر یقین رکھتا ہے اور اپنے عمل سے اس کا اقرار کرتا ہے عمل سے اقرار کی صورتیں مختلف نوعیت اور مزاج کی ہیں مثلاً عقیدہ توحید کے صرف یہہ معنی نہیں کہ انسان خدا کی وحدانیت پر زبان سے اقرار کرے اور بس عملاً عقیدۂ توحید انسان کو صرف ایک خدائے واحد کے سامنے سرجھکانے کا حکم دیتا ہے اور پھر وہ کسی دوسرے کو نہ معبود سمجھتا ہے اور نہ اس کے سامنے سرجھکاتا ہے اور اپنے تمام اعمال و افکار میں قادر اور حاکم مطلق خدا کو سمجھتا ہے ۔ حاکمیت اعلیٰ اس کے نزدیک صرف اللّٰہ تعالیٰ کی ہے۔ اس یقین سے اس میں خود اعتمادی اور خودی کا احساس پیدا ہوتا ہے وہ خود کو خلیفۃ اللّٰہ ، فی الارض سمجھتا ہے اور یہی سبب اس کے اشرف المخلوقات ہونے کا ہے وہ مسجود ملائک ہے تسخیر کائنات کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور ساری عالم میں جو چیزیں پیدا کی گئی ہیں وہ اس کے فائدے کے لئے پیدا کی گئی ہیں ۔ اسے عقل اور فہم و فراست کی دولت سے سرفراز کیا گیا ہے اور علم بخشا گیا ہے وہ نیکی کی طرف بلاتا ہے اور لوگوں کو بدی سے روکتا ہے یہہ سارے مضامین شعرا کے یہاں کسی نہ کسی انداز میں ضرور ملتے ہیں ۔ مثلاً اقبال کے یہاں خضر راہ کا یہہ اقتباس دیکھیے :-

تیراز کی فکان ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہوجا + خودی کا رازداں ہوجا خدا کا ترجماں ہوجا

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو + اخوت کا بیاں ہوجا محبت کی زباں ہوجا

یہ ھندی وہ خراسانی یہ افغانی وہ تورانی + تو اے شرمندۂ ساحل اچھل کر بیکراں ہوجا

غبار آلودۂ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے + تو اے مرغ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہوجا

خودی میں ڈوب جا غافل یہ سرزندگانی ہے + نکل کر حلقۂ شام و سحر سے جاوداں ہوجا

مصاف زندگی میں سیرت فولاد پیدا کر + شبستان محبت میں حریر و پرنیاں ہوجا

گزر جا بن کے سیل تند رو کوہ و بیاباں سے + گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہوجا

نہیں علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی + نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر ساز فطرت میں نوا کوئی

اور اقبال کا یہ کلام جس کی ردیف ھی لاالہ الااللہ ہے ۔

خودی کا سر نہاں لا الہ الا اللہ + خودی ہے تیغ فساں لا الہ الا اللہ

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں + مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

یہ دور اپنے ابراھیم کی تلاش میں ہے + صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ

اقبال ھی کی مشہور نظموں شکوہ اور جواب شکوہ میں مسلمان کا کردار اس پس منظر میں یوں ابھرتا ہے۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک + ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک

حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک + کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

کون ہے تارک آئین رسول مختار + مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار

کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعار اغیار + ہوگئی کس کی نگہ طرز سلف سے بیزار

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں

کچھ بھی پیغام محمد ﷺ کا تمہیں پاس نہیں

ہم تفصیل کے ساتھ اسلام کے نظام حیات کے عناصر اور اردو شاعری میں ان کے وجود سے ایک الگ باب میں بحث کریں گے ، یہاں عقاید اور عبادات سے متعلق ھی بحث اور امور کے بارے میں کچھ کہنا ہے ۔

رسول اللّٰہ صلی

مسلمان جو خدا پر ایمان رکھتا ہے رسولوں پر ایمان لاتا ہے اور نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ پر نبوت کے خاتمہ پر یقین رکھتا ہے ۔ وہ تمام آسمانی صحیفوں پر ایمان رکھتا ہے اور تمام رسولوں پر ، وہ فرشتوں پر بھی یقین رکھتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالی قادر مطلق ہے اور خیر و شر پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ اس نے انسان کو پیدا کیا اسے عقل سلیم عطا کی نیکی اور بدی کی تمیز سے اسے آشنا کرایا ۔ اور اسے راہ راست دکھانے کے لئے زندگی کا ایک جادہ مستقیم بتایا ۔ یہ وہ ہے جسے شریعت اسلامیہ کہتے ہیں ۔ جو ملت ابراہیمی ہے جس میں ہٹ کری نہیں ہٹ شکنی ہے جس میں نماز روزہ ، حج اور زکوۃ ارکان شریعت ہیں جنہیں اسلامی عبادات کہا جاتا ہے اسلامی عبادت کا تصور راہبانہ نہیں ہے اور نہ ترک دنیا کی دعوت دیتا ہے ۔ بلکہ یہ کہ انسان اپنے آپ کو خلیفۃ اللّٰہ فی الارض سمجھے اور ساری زندگی خدا کی بندگی میں بسر کرے اور ہر لمحہ اس کے احکام کی تعمیل کرے اور قانون الٰہی کا پابند رہے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اسلام میں مختلف عبادات ہیں۔ ان میں سب سے اہم نماز ہے اور قرآن حکیم میں بار بار صلوۃ قائم کرنے کی تاکید ہے ۔ مسلمان دن میں پانچ مرتبہ یہ فریضہ ادا کرتا ہے ۔ اس سے مقصد حیات کی یاددہانی ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں نماز کو ذکر کہا گیا ہے اور اس کے معنی یاددہانی کے ہیں پھر نماز کے ساتھ نماز باجماعت سے جماعتی شعور کو تقویت ملتی ہے اور اجتماعی کردار اور سیرت کی تعمیر ہوتی ہے اس کی اہمیت کا اندازہ حدیث شریف سے بھی ہوتا ہے جس میں مسلمان اور کافر میں تمیز کر کے بتایا گیا ہے بین العبد و بین الکفر ترک الصلوۃ ، بندے اور کافر کے درمیان ترک صلوۃ کا فرق ہے ۔ نماز کے سلسلے میں نیت ، تکبیر ، قرأت ، رکوع ، سجدہ ، سلام، رکعت ، فرض ، نفل وغیرہ اصطلاحات ہیں ان سب کا ذکر اردو شاعری میں بار بار آیا ہے مثلاً

جاگے ہوتے ہیں مساجد میں صف آرا تو غریب + زحمت روزہ جو کرتے ہیں گوارا تو غریب

نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریب + پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب

امرا نشہ دولت میں ہیں غافل ہم سے

زندہ ہے ملت بیضا غربا کے دم سے

یہہ وہی رونا ہے جو اکبر الہ آبادی کے یہاں ان کے مخصوص انداز میں اس مصرعہ میں ملتاہے

ع کونسل میں بہت سیّد امجد میں فقط جمن

اور اقبال ھی کا یہہ بند ھے -

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی + برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی

رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی + فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

اقبال ھی کے یہاں نماز سے متعلق یہہ حوالے دیکھئے :-

ماسوا اللہ کے لئے آگ ہے تکبیر تری + تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری

حضرت بلال رض رسول اللہ کے موذن تھے - اقبال نے ایک نظم ان کے بارے میں لکھی ہے جو بانگ درا میں شامل ہے -

لکھا ہے ایک مغربی حق شناس نے + اہل قلم میں جس کا بہت احترام تھا

جولانگہہ سکندر رومی تھا ایشیاء + گردوں سے بھی بلند تر اس کا مقام تھا

تاریخ کہہ رہی ہے کہ رومی کے سامنے + دعویٰ کیا جو پورس و دارا نے خام تھا

دنیا کے اس شہنشہ انجم سپاہ کو + حیرت سے دیکھتا فلک نیل کا م تھا

آج ایشیاء میں اس کو کوئی جانتا نہیں

تاریخ داں بھی اسے پہچانتا نہیں

لیکن بلال رض وہ حبشی زادہ حقیر + فطرت تھی جس کی نور نبوت سے مستنیر

جس کا امیں ازل سے ہوا سینہ بلال رض + محکوم اس صدا کے ہیں شاہنشہ و فقیر

ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلا + کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر

ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز + صدیوں سے سن رہا ہے جسے گوش چرخ پیر

اقبال کس کے عشق کا یہہ فیض عام ہے

رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

بعض اور متفرق اشعار یہہ ہیں -

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود + ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں + مجھے ہے حکم اذاں لا الٰہ الا اللہ

اختر شام کی آتی ہے فلک سے آواز + سجدہ کرتی ہے سحر جس کو وہ ہے آج کی رات

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں + کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں

جو میں سربسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا + ترا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

مندر سے بیزار تھا پہلے ہی سے بدری + مسجد سے نکلتا نہیں ضدی ہے ستیا

بعض دوسرے شعرا کے یہاں بھی اس طرح کے اشعار ملتے ہیں :-

ہے ناز کشتۂ قامت بجائے جانماز + اے قیامت لا بچھا داماں محشر یہاں (ذوق) ؟

ہو یہہ لبیک حرم یا یہہ اذاں مسجد + مے کو قلقل مینا کی صدا یاد رہے (ذوق)

طائر قبلہ نما بن کے کہا دل نے تجھے + کہ تڑپ کر بھی مرجائے تو یاد رہے (ذوق) ؟

جب یہہ دیں دار ہیں دعا کی نماز پڑھ + کاش اس وقت انہیں نام خدا یاد رہے (ذوق)

غم سے یہہ راہ میں نے نکالی نجات کی + سجدہ اس آستان کا کیا پھر وفات کی (میر)

اخلاص دل سے چاہیئے سجدہ نماز میں + بے فائدہ ہے ورنہ جو یوں وقت کھوئیے (میر)

سجدہ کرنے میں سر کٹیں ہیں جہاں + سو ترا آستان ہے پیارے (میر)

لبریز جس کے حسن سے مسجد ہے اور دیر + ایسا بتوں کے بیچ وہ اللہ کون ہے (میر)

ہر موذن جو بڑا مرغ مصلی اس کی + مستوں سے نوک ہی کی بات چلی جاتی ہے (میر)

پاؤں رکھتا نہیں مسجد سے دم آخر بھی + مرنے پر آیا ہے پر لات چلی جاتی ہے (میر)

جبیں سجدہ کرتے ہی کرتے گئی + حق بندگی ہم ادا کر چلے (میر)

پرستش کی یہاں تک کہ اے بت تجھے + نظر میں سبھوں کی خدا کر چلے (میر)

سحر کو محراب تیغ قاتل کبھو جو یارو ادھر ہو + تو ایک سجدہ بسان بسمل مری طرف سے ادا
(میر)

کُھلی ہو کیوں تو ناز سے پھر گرہ ہوا + برسوں سے موذنوں کا حلق تو تنگ ہوا

عمامہ ہے موذن مسجد کا بار خمیر + قد تو تیرا خمیدہ ہو محراب سا ہوا

شب میکدہ سے وارد مسجد ہوا تھا میں + پر شکر ہے کہ صبح تلک بے خبر رہا

یوں سرخرو نہ لائے بادہ کشی و گریہ + رہتا سجود میں ہے جیسے نماز واجب

ظاہر ہے ان مثالوں میں بعض اشعار ایسے ہیں جن میں شعائر اسلام پر طنز بلکہ ان کی تضحیک بھی ہے ، اس موضوع پر مقالہ کے آخری باب میں مفصل بحث کی جائیگی ایسے اشعار کے برعکس اردو میں ایسے نمونے بھی بکثرت موجود ہیں جن میں پاکیزگی اور سنجیدگی کے ساتھ اعلیٰ درجے کی شاعری کے نمونے بھی موجود ہیں مثلاً* اس قسم کا ایک نمونہ محسن کاکوروی کی مثنوی صبح تجلی سے دیکھئے نماز اور اس کے متعلقات کا ذکر کس سلیقے سے کیا گیا ہے۔

سبزہ ہے کنارآب جو پر + یا خضر ہے مستعد وضو پر

صوت ہے صدائے قمریاں کی + تیاری ہے باغ میں اذان کی

ہر تکبیر فاختہ ہے + قد قامت سرو دلربا ہے

اک شاخ رکوع میں رکی ہے + اور دوسری سجدہ میں جھکی ہے

سوسن کی زبان پر مناجات + جاری لب جو سے التحیات

تسبیح شگوفہ یا صریر + تحریمہ تاک رب اکبر

اور ان کے مشہور قصیدہ لامیہ کے یہ اشعار

کیا جھکا کعبے کی جانب کو ہے قبلہ بادل + سجدے کرتا ہے سوئے یثرب و بطحا بادل

چھوڑ کر میکدہ ہند و صنم خانہ برج + آج کعبے میں بچھاتا ہے مصلا بادل

دوسری مشہور مثنوی چراغ کعبہ کے یہ اشعار بھی اوسی سلسلہ کے ہیں :-

ہر قطرہ وضو کی فکر میں گم + ہر ذرہ کیسے ہوئے تیمم

ہر سرو کو بندگی پہ ہے میل + ہر اکّیے کی لبوں پہ قائم اللیل

ہر بزم طرب میں اٹھا جمع + قعدے میں لگن ، قیام میں شمع

کہتا ہے جھکا ہوا دھرا + ہو جائے قبول سجدہ میرا

سجادہ چرخ نیلگوں پیر + تسبیح ہزار دانہ اختر

آنکھوں کو بچھائے تھا صلا + ساتھ تھے کچھ صلاۃ

تکبیر کی جس کے پاس دولت + ہے جس کی نماز پنج نوبت

نماز کے علاوہ روزہ ، حج ، زکوۃ بھی اسلام کے بنیادی عقائد ہیں اور برصغیر پاک و ہند کے مسلم معاشرہ کی زندگی میں قدم قدم پر ان سے متعلق مضامین روزمرہ گفتگو سے لیکر شاعری اور ادب تک ہر جگہ ملتے ہیں ، مثلاً حج سے متعلق بے شمار مضامین شعر و ادب میں پس منظر کے طور پر آتے ہیں - یہاں ہم تعمیر خانہ کعبہ اور حضرات ابراہیم و حضرت اسمعیل کے قصے کو نظر انداز کرتے ہیں جس کی تفصیل ایک الگ باب میں ہے - مندرجہ ذیل اشعار دیکھئے :-

میر تقی میر

مستی میں چھوڑ دیر کو کعبہ چلا تھا میں + لغزش بڑی ہوئی تھی و لیکن سنبھل گیا

مت رنجہ کر کسی کو کہ اپنے تو اعتقاد + دل ڈھائے کر جو کعبہ بنایا تو کیا ہوا

کافر ہمارے دل کی نہ پوچھہ اپنے عشق میں + بیت الحرام تھا سو دہ بیت الصنم ہوا

دیر و حرم سے گزرے اب دل ہے گھر ہمارا + ہے ختم اس آبلے پر سیر و سفر ہمارا

جامۂ احرام زاہد پر نہ جا + تھا حرم میں ایک نامحرم رہا

سعی طواف حرم نہ کی ہرگز + آستان پر تیرے مقام کیا

تیرے کوچے کے رہنے والوں نے + یہیں سے کعبہ کو سلام کیا

اس شکار انداز خونیں کا نہیں آیا مزاج + ورنہ آہوئے حرم زیر زمیں ہو جائے

کب تھی یہ بے جراتی شایان آہوئے حرم + ذبح ہوتا تیغ سے یا آگ میں ہوتا کباب

طوف حرم میں بھی میں بھولا نہ تجھ کو اے بت + آتا تھا یاد تو ہی میرا خدا ہے شاید

کعبہ تک تو سنتے ہیں ویرانہ و خراب + آباد ہے سو خانۂ خمار آج کل

سہ اشارہ مسجد اقصی کے گنبد کی طرف ہے جہاں آپ معراج کے موقع پر تشریف لے گئے-

مومن

طواف کعبہ کا خوگر ہے دیکھو صدقہ ہوجاؤ + بتو سمجھو ذرا مومن ہے مومن یوں نہ تھی

دربان کو آئے دیئے نہ میں نہ کیجئے قتل + ورنہ کہیں گے سب کہ یہہ کوچہ حرم نہ

چھوڑ بت خانے کو مومن سجدہ کعبے میں نہ کر + خاک میں ظالم نہ یوں قدر جبیں سائی

بت خانے سے کعبے کو چلے رشک کے مارے + مومن خضر راہ برہمن ہے ہمارا

بوسہ صنم کی آنکھہ کا لیتے ہی جان دی + مومن کو یاد کیا حجرالاسود آگیا

دیر و کعبہ یکساں ہے عاشقوں کو اے مومن + ہو رہے وہیں کے ہم جی لگا جہاں اپنا

کہا حضرت مومن کہیں کعبے کو سدھارے + سنسان ہے گھر کس لئے کیوں آج ہے در

کافر ہے کیوں ہم میں سے مومن بھی ہے تو + کعبے کے آس پاس تو میں دل کہاں پاس

گر تیرے کوچے کو دی کعبہ سے نسبت کیا گناہ + مومن آخر تھے کبھی اے دشمن اسلام ہم

مومن سوئے حرم ہے کہاں ہوئے فکر کیوں + کہا اس زمیں میں قافیہ بیت الصنم

غالب رات پی زم زم پہ مے اور صبح دم + دھوئے دھبے جامۂ احرام کے

کشتہ صدقے اس ابرو کے ہوئے حضرت دل + یہہ لب خالۂ جاں کاہ اپنے لاتے ہو

یا طواف حرم میں ہے سامنے محراب + اور اس میں نعرۂ لبیک تم سناتے ہو

ہو یہہ لبیک حرم یا یہہ اذان مسجد + مے کشو قلقل مینا کی صدا یاد رہے

پھر کر خانہ کعبہ دل میں غزال یار + کہتے ہیں دیکھہ رہیو غزال حرم ہے

کعبہ نہیں یہہ کعبۂ دل ہے مقام دوست + رکھنا ذرہ یہاں سے طواف حرم ہے

محراب کعبہ جب سے ہے تیر خم کہاں + کہہ حرم سمجھتے ہیں نازک فکن مجھے

کعبہ عشق اے ذوق کیا ہم سے طواف + آئینہ خاک تھی اور سنگ صفا پتھر تھے

یہہ چند مثالیں تو ان شعرا کے کلام سے لی گئی ہیں جن کا موضوع خاک مذہبی شاعری نہ تھا ورنہ جن شعرا کا موضوع حمد ، نعت ، منقبت فضائل آئمہ، برکات اسلام اور تاریخ اسلام کے واقعات ہیں ان کے یہاں قدرتی طور پر ایسے حوالے اور زیادہ ملتے ہیں مثلاً حج ہی کے سلسلے میں

محسن کاکوروی کے یہہ اشعار دیکھئے ۔

پردۂ کعبہ ہے گیسوئے حبیب یزدان + اور محراب حرم کا ہے اس آبروے کمان

اس میں پاکیزہ مصلا ہے کعبہ کا دامان + مردم چشم ہے بیٹھا ہوا ایک ناظرہ خوان

بھیگی ہوئی رات ابرو سے + داخل ہوئی کعبہ میں وضو سے

اوڑھے ہوئے لیلیٰ گل اندام + شبنم کی ادا بقصد احرام

گویا کہ نہا کے آئی فی الحال + جھک جھک کے جھوڑتی ہوئی بال

تھا سعیٔ صفا سے رنگ فق ہے + سر سے پاتک عرق عرق ہے

گھرتے ہوئے شوق کو ستارے + ہیں رمی جمار کے اشارے

قربان رہ غرور ہندی + نور و حمل سہرتا جدی

خلوت کی جمائے انجمن کو + پردے میں چھپائے ماہ من کو

صورت میں غلاف معتبر م کے + درپردہ طواف میں حرم کے

تھا دیکھ کے اس ادا کو مفتون + دشت عرفات شکل مجنون

چشم در کعبۂ معلی + آئینہ حیرت تماشا

اٹھ کر وہ خدا کا آرزو مند + لب تشنہ شربت شکر قند

آیا پئے آبروے کعبہ + مانند نہال سوئے کعبہ

محبوب خدائے بحر و برکا + مہمان ہوا خدا کے گھر کا

اس گھر میں یہہ تھا خوشی کا عالم + ڈر تھا کہ ابل جائے نہ زمزم

کعبہ نہ کسے طواف ایسا + ہو قبلہ نما کہیں نہ بہلا

محراب جھکی سرادب سے + منبر نے قدم لئے ہنسی کے

اعلیٰ کی طرف ہوا ارادہ + کعبے نے کہا خدا کو سوجھا

اور جب محسن کاکوروی اپنے اس مخصوص رنگ سے الگ ہوتے ہیں تو پھر ان کے یہاں ایسے شاعرانہ مضامین بھی نکل آتے ہیں۔

تماشا اس کے چہرے میں ہے چشم و خال و ابرو کا + قبلہ حرم میں ہے مکان صیاد کا کعبہ میں ہے

تہ شمشیر ابرو سجدوں نے سر جھکائے ہیں + ہماری بندگی کا سجدہ ہے محراب دیگر میں

طواف اپنا کیے کعبہ یقین ہے اس سعادت سے + کہ خطبہ تھا نہ کوئی کانقد پر منبر میں

فلک کو عرش پر تھا ناز تقویم قدم الحوالہ + مگر دیکھا تو کعبہ چھپ چکا تھا حلقۂ منبر میں

گھر اس کا کعبہ اور اللہ اس کے کعبہ دل میں + خدا ہے اس کے گھر میں وہ خدائے پاک کے گھر میں

غرض ارکان اسلام اور ارکان دین کے اشارے اور حوالے اردو شاعری میں اس کثرت سے ملتے ہیں کہ کسی شاعر کا کلام ان سے یکسر خالی ملنا ممکن نہیں اور سبب اس کا یہی ہے کہ جس معاشرہ میں اردو زبان نے آنکھ کھولی اور اردو شعر و شاعری پروان چڑھی وہ مسلمانوں کا معاشرہ تھا خواہ علمی اعتبار اور عملی اعتبار سے اس دور کو زوال اور اشتہار کا دور کہتے ہیں ۔ لیکن اس دور میں بھی چاہے دین کا رشتہ بعض لوگوں کے لئے کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہوگیا ہو عام معاشرہ میں اس کی اہمیت قائم اور برقرار تھی اور روز مرہ زندگی میں عام مسلمان نماز ، روزہ ، حج ، زکواۃ ، عذاب ، ثواب ، آخرت ، جزا ، سزا وغیرہ کے تصور سے آشنا ہوتے تھے اس لئے ان سے متعلق اشارات اور حوالات دراصل عام زندگی کے ترجمان ہیں اور اسی لئے بعض ایسے مضامین کی بنیاد بھی انہیں پر ہے جن کا تعلق دین یا دینی مضامین سے نہیں بلکہ محض شاعرانہ تخیل پر ہے ۔ محبوب کے خال کو حجر اسود سے تشبیہہ دینا یا اس پر ترجیح دینا طواف کوئے جاناں کو طواف حرم سمجھنا ، چاہ زنخداں کو چاہ زمزم بنانا ، محبوب کی ابرو کو خم محراب کہنا کیا مرزا غالب کی زبان میں اس طرح کے مضامین ۔

رات پی زمزم پہ مے اور صبح دم + دھوئے دھبے جامۂ احرام کے

ظاہر ہے مذہب شعائر دین کی تضحیک کے سوا کچھ اور نہیں اس مسئلہ پر تفصیل سے ایک الگ عنوان میں بحث کی گئی ہے اور اسی لئے ایسے مضامین کو جو اردو شاعری میں عام طور پر اور شعرائے لکھنؤ کے یہاں خاص طور پر بہت ملتے ہیں یہاں پیش نہیں کیا گیا آتش جن کا شمار شعرائے لکھنؤ کے اساتذہ میں ہوتا ہے اور جن کے یہاں مرزا غالب کو بھی ناسخ کے مقابلے میں نیز نشتر زیادہ نظر آتے ہیں ان کے یہاں کی چند مثالیں دیکھئے

۔ حیدر علی آتش کلیات آتش جلد اول مرتبہ سید مرتضیٰ حسن فاضل لکھنوی مجلس ترقی ادب لاہور سنہ ۱۹۷۳ء

بجا کرتے ہیں عاشق طاق ابرو کی پرستاری + یہی محراب در کعبہ میں بھی ہم نے خم پایا

ہمارا کعبۂ مقصود تیرا طاق ابرو ہے + تری چشم سیہ کو ہم نے آہوئے حرم پایا

لے جائے خط شوق کبوتر غریب کیا + واں جس جگہ مقام نہیں جبرئیل کا

کعبۂ مد نظر قبلہ نما ہے تا حال + کوئے جاناں کی طرف دل نگراں ہے کہ جو تھا

لیلۃ القدر کنایہ نہ شب وصل سے ہو + اس کا افسانہ میان رمضان ہے کہ جو تھا

دیا نوشتہ نہ اس بت کسو دل کے سودے میں + خدا کے گھر کا بھلا میں قبالہ کیا کرتا

حسن کا افسوں ہے دکھاتا معجز روح اللہی + نقش پا تیرا لبیکو بیٹھا سے بیعت مانگتا

کیا جگہ کوچۂ محبوب ہے سبحان اللہ + کوئی کعبہ کوئی جنت کوئی گلشن سمجھا

دماغ حضرت یعقوب عاشق اسکو کہتے ہیں + ہوتی ہے بوئے یوسف یار کی پوشاک سے پیدا

مسیحا سے ہمارے عیسی مرہم کیا صحت + شفا ہوتی ہے کس کے آستان کی خاک سے پیدا

کرچہ پیش طاق ابروئے خم کیسو نہیں + کعبۂ پر غوغا ہوا ہے لشکر کفار کا

خم ندامت سے کیا محراب میں کعبہ کی سر + گردن زاہد سے بوجھہ اٹھا نہ جب زنار کا

ڈراتا ہے کسے اے شیخ تو نار جہنم سے + سمندر موج مارے گر جھٹکوں ہات دامن کا

در فردوس پر رضوان سے رخصت کوئی لیتا ہے + سمجھتا ہوں میں کھیل اک پھاندنا دیوار

نہیں ہم سا گنہگار اے فلک کوئی زمانے میں + ہمارے مردے کو درکار ہے غسل آب آہن کا

مجھے بھی گر کسی نے محکمے میں حشر کے پوچھا + تو سن لینا کہ پردہ کھل گیا قاتل کے دامن کا

پیشتر حشر سے ہوتی ہے قیامت برپا + جو چلن چلتے ہیں خوش قد یہ چلن ہے کس کا

شادی مرگ سے پھولا میں سمانے کا نہیں + گور کہتے ہیں کسے نام رکھیں کفنی کس کا

باغ عالم کا ہر اک گل ہے خدا کی قدرت + باغباں کون ہے اس کا یہ چمن ہے کس کا

کیوں نہ ہو بے ساختہ بھرے ہوں دل و جاں پہ نثار + قدرت اللہ کی ہے ساختہ پن ہے کس کا

حشر کو بھی دیکھنے کا اس کے ارمان رہ گیا + دن ہوا پر آفتاب آنکھوں سے پنہان رہ

دوستی نہیں ہرگز فرو مایہ کے ساتھ + روح جنت کو گئی جسم گلی ہساں رہ گیا

لاشہ اٹھواکر کر اس کو بھی لے قاتل لجاؤ + ھے فقط آباد اک گنج شہیداں رہ گیا

رتبہ موسی نماز پنجگانہ نے دیــــــــــــــــــار + پانچ وقت اللہ سے موقع رہا تقریر کا

یہہ اشعار صرف ایک شاعر یعنی خواجہ حیدر علی آتش کی کلیات کی جلد اول سے بھی صرف ایک ردیف الف کی چند غزلوں سے لئے گئے ھیں آتش کا انداز بیان یا ان کے محبوب اور مرغوب مضامین ایسے نہیں ھیں کے ان سے خاص طور پر ایسے اشعار کی توقع کی جائے جن میں اسلامی اور دینی پس منظر ضرور ھو لیکن چونکہ وہ ایک مسلمان شاعر ھیں اور یہہ افکار و خیالات مضامین و موضوعات اصطلاحات اور تصورات ان کے روز مرہ زندگی سے تعلق رکھتے ھیں اور ایک تمدن ثقافت یا کلچر کی ترجمانی کرتے ھیں جس پر اسلام اور مسلمانوں کے نظریات افکار و خیالات اور معمولات زندگی کا گہرا اثر ہوا تھا اسی لیے یہہ مضامین گویا ان کی زندگی اور ان کے خیالات کا جزو ھیں ۔ ایسے مضامین اور اس طرح کی مثالیں اردو شاعری کی تاریخ کے ہر دور میں کم و بیش ہر شاعر کے یہاں اور تمام اصناف شاعری میں بکھری ہوئی ھیں جن اصناف میں یہ عناصر زیادہ نمایاں ھیں مثلاً حمد و نعت منقبت مذھبی قصائد مراثی وغیرہ یا بعض خاص موضوعات مثلاً تصوف جن میں مسلمانوں کے افکار و خیالات کا ایک اپنا مسلک ملتا ھے ان کی تفصیل اسی مقالے کے دوسرے ابواب میں کی گئی ھے ۔

باب دوم

اردو شاعری میں قرآنی قصے

قرآن حکیم میں جابجا قصے بھی بیان کئے گئے ہیں۔ ان کے بارے میں خود قرآن حکیم کا ارشاد ہے "وکلا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت بہ فؤادک وجاءک فی ھذہ الحق وموعظۃ و ذکری للمؤمنین"

ہم نے پیغمبروں کے حالات میں سے جتنے قصے تیرے سامنے بیان کئے ہیں ان سب کا مدعا یہ ہے کہ تیرے دل کی ڈھارس بندھے، علاوہ بریں ان میں تیرے لئے حق اور مسلمانوں کیلئے نصیحت اور ذکر بھی ہے۔

جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ مقصدی ادب اور افادی ادب کے نظریات عصر حاضر کے تحفے ہیں ان کے لئے یہ نکتہ قابل غور ہے کہ آج سے چودہ سو سال قبل اسلام نے افسانوی ادب کے مدعا اور مقصد کے بارے میں یہ کہہ کر کہ ان سے انسان کے دل کی ڈھارس بندھے اور لوگوں کے لئے نصیحت اور ذکر ہو ادب کا ایک بنیادی نقطۂ نظر پیش کیا تھا اور ادب کو محض ذریعہ تفریح اور انبساط یا محض قافیہ بندی یا بے تکی داستان گوئی کی بجائے نفس انسانی کی اصلاح اور تزکیہ کا ایک ذریعہ بنایا تھا، چنانچہ قرآن حکیم میں جتنے قصے بیان کئے گئے ہیں ان میں سے ہر ایک کا کوئی نہ کوئی اخلاقی، حکیمانہ اور مقصدی پہلو ضرور ہے - تخلیق آدم کی کہانی سے انسان کی تخلیق کی غایت، کائنات میں اس کا منصب اور مرتبہ، اس کے حقوق و فرائض، اس کے صاحب علم ہونے اور اشرف المخلوقات ہونے کی حقیقت، نیابت و خلافت الٰہی کا مطلب، آدم کا مسجود ملائک ہونا، شیطان کا آدم کو سجدہ کرنے سے انکار، آدم کا شیطان کے بہکانے سے

شجر ممنوعہ کھانا ، جنت سے نکالا جانا اور زمین پر آنا ، غرض اس پورے قصے میں انسان کی عظمت و رفعت اور کائنات میں اس کی حیثیت کا ذکر ایسے دلچسپ افسانوی انداز میں کیا گیا ہے کہ اثر سے خالی نہیں ، پھر اور پیغمبروں کے حالات ہیں ، حضرت نوحؑ حضرت داؤدؑ ، حضرت سلیمانؑ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ وغیرہ ان کے قصوں میں سے بھی ہر قصے میں کوئی نہ کوئی حکمت اور دانائی کا سبق ہے - یہ پیغمبر اپنے ان قصوں کی نسبت سے ایک طرح کی علامتیں بن گئے ہیں ، مثلاً طوفان کے ساتھ حضرت نوح کا تصور وابستہ ہے - حضرت داؤدؑ کالحن اور زمزمہ خوانی حضرت سلیمان کی شان و شوکت اور جاہ وجلال ، انسانوں کے علاوہ جنوں اور پرندوں تک پر ان کی حکمرانی ، ان کا علم وفضل ، حضرت موسیٰؑ کا کوہ طور پر جلوہ الٰہی کو دیکھنا ، طور کا جل جانا اور حضرت موسیٰؑ کا بیہوش ہوجانا ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضر کی ملاقات کا قصہ ، کہ نبی ہونے کے باوجود حضرت موسیٰؑ کو ان باتوں کا علم نہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت خضرؑ کو عطا فرمایا تھا ، موسیٰؑ اور فرعون ، کا قصہ ، موسیٰؑ کا سحر سامری کو شکست دینا فرعون کا غرق بحر ہونا ، حضرت عیسیٰ کا مردوں کو زندہ کرنا - حضرت یوسفؑ کا حسن ، ان کا صبر و استقلال ، ان کی پاک دامنی اور شرافت ، ان کا عدل و انصاف ، حضرت یعقوب کا حضرت یوسفؑ کی جدائی کے صدمہ کو صبرو شکر کے ساتھ برداشت کرنا ، برادران یوسفؑ کی شقاوت قلبی او ر برادرکشی ، غرض جس قدر قصے ہیں ان میں کوئی نہ کوئی اخلاقی اور اصلاحی پہلو ضرور ہے شعر و ادب میں ان قصوں کے مختلف اجزا لیکن کم اور زیادہ کہیں اسی طرح جس طرح قرآن حکیم میں بیان ہوئے ہیں اور کہیں حذف و اضافہ اور ایجازو اختصار یا طول اور وسعت دے کر بیان کئے گئے ہیں اور یہ صرف شاعری یاشاعری کی کسی ایک صنف تک محدود نہیں ہیں بلکہ نظم و نثر کی تمامتر ادبی اصناف میں ہر دور میں ان کا سراغ ملتا ہے ، یہاں ہم ان قصوں میں سے چند کا مختصر بیان کرتے ہیں پہلے یہ قصہ جس طرح قرآن حکیم میں بیان ہوا ہے وہ لکھا جائے گا اور اس کے بعد شاعروں نے جس طرح اس قصے کے مختلف اجزا کو موضوع سخن بنایا ہے اس کی وضاحت کی جائے گی-

حضرت آدم کا قصہ قرآن حکیم میں یوں بیان ہوا ہے [1]

" اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب ، فرشتے کہنے لگے کیا آپ پیدا کریں گے زمین میں ایسے لوگوں کو جو فساد کریں گے اور خونریزیاں کریں گے اور ہم برابر تسبیح کرتے رہتے ہیں بحمد اللہ اور تقدس کرتے رہتے ہیں آپ کی ۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں اس بات کو جس کو تم نہیں جانتے اور علم دے دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ان کو پیدا کرکے ، کل چیزوں کے اسماء کا ، پھر وہ چیزیں فرشتوں کے روبرو کردیں ۔ پھر فرمایا کہ بتلادو مجھکو ان چیزوں کے اسماء ، مع ان کے آثار وخواص کے اگر تم سچے ہو ، فرشتوں نے عرض کیا کہ آپ تو پاک ہیں ، ہم کو کوئی علم نہیں مگر وہی جوکچھ آپ نے ہم کو علم دیا بیشک آپ بڑے علم والے ہیں بڑے حکمت والے ہیں ، حق تعالی نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم ان چیزوں کے اسماء بتلادو ، سو جب بتلادیئے ان کو آدم نے ان چیزوں کے اسماء تو حق تعالی نے فرمایا میں تم سے کہتا نہ تھا کہ بیشک میں جانتا ہوں تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں اور زمین کی اور جانتا ہوں جس بات کو تم ظاہر کردیتے ہو اور جس بات کو دل میں رکھتے ہو اور جس وقت ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ میں گر جاؤ آدم کے سامنے ، سو سب سجدے میں گرپڑے بجز ابلیس کے اس نے کہنا نہ مانا اور غرور میں آگیا اور ہوگیا کافروں میں سے اور ہم نے حکم دیا اے آدم اب کرو تم اور تمہاری بیوی بہشت میں ، پھر کھاؤ دونوں اس میں سے بافراغت جس جگہ سے چاہو اور نزدیک نہ جائیو اس درخت کے ورنہ تم بھی ان ہی میں شمار ہو جاؤگے جو اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں ، پھر لغزش دیدی آدم و حوا کو شیطان نے اس درخت کی وجہہ سے سو برطرف کرکے رہا ان کو اس عیش سے جس میں وہ تھے اور ہم نے کہا نیچے اترو، تم میں سے بعض بعضوں کے دشمن رہیں گے اور تم کو زمین پر چندے ٹھکانا ہے اور کام چلانا ایک میعاد معین تک بعد ازاں حاصل کرلئے آدم نے اپنے رب سے چند الفاظ تو اللہ تعلی نے رحمت کیساتھہ توجہہ فرمائی ان پر بیشک وہی ہیں بڑے توبہ قبول کرنے والے بڑے مہربان ، ہم نے حکم فرمایا نیچے جاؤ اس بہشت سے

---

[1] بحوالہ ترجمہ قرآن حکیم مولانا اشرف علی تھانوی، شائع کردہ تاج کمپنی ، لاہور

سب کے سب ، پھر اگر آئے تمہارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت سو جو شخص پیروی کرے گا میری اس ہدایت کی تو نہ کچھ اندیشہ ہوگا اس پر اور نہ ایسے لوگ غمگین ہونگے اور جو لوگ کفر کریں گے اور تکذیب کریں گے ہمارے احکام کی یہہ لوگ ہونگے دوزخ والے ، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ۳۰ تا ۳۹ / ۲

اس کے علاوہ قرآن حکیم میں جابجا آدم کی تخلیق کی غرض وغایت ، آدم کی فضیلت، آدم کا جنت میں رہنا ، اللّٰہ تعالی کا آدم کو خبردار کرنا کہ شیطان ان کا دشمن ہے اور اس کے بہکانے میں نہ آنا ۔ آدم اور حوا کا شیطان کے بہکانے سے شجر ممنوعہ کا پھل کھانا اور جنت سے نکالا جانا ، آدم کی توبہ کا قبول ہونا اور ہدایت کی راہ پانا ، جنت میں واپسی کے لئے ایمان اور عمل صالح کی شرط وغیرہ مضامین میں بیان کئے گئے ہیں ۔ ان میں سے بعض یہہ ہیں۔

بار امانت :-

قرآن حکیم میں ارشاد ہوا ہے ۔

انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض و الجبال فابین ان یحملنہا و اشفقن منہا و حملہا الانسان انہ کان ظلوما جہولا ۔ ۷۲ / ۳۳

ہم نے بار امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا ان سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کردیا اور ڈرگئے ، اور آدمی نے اسے اٹھالیا اس میں شک نہیں کہ وہ ظالم اورجاہل ہے۔

یہی مضمون ہے جسے میر تقی میر یوں ارشاد فرماتے ہیں ۔

سب پہ جس بار نے گرانی کی ٭ اس کو یہہ ناتوان اٹھالایا

یہہ مضمون شاعری میں عام ہے ، اردو اور فارسی شعرا کے یہاں بار بار ملتا ہے۔

حافظ فرماتے ہیں۔

آسمان بار امانت نتوانست کشید ٭ قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

میر تقی میر کا ہی ایک اور شعر ہے ۔

آدم خاکی سے عالم کو جلا ہے ورنہ ٭ آئینہ تھا یہہ ولے قابل دیدار نہ تھا

اسی مضمون کو ایک نئے انداز میں اس طرح ادا کیا ہے ۔

یہ مشت خاک یعنی انسان ہی ہے روکش + ورنہ اٹھائی کس نے اس آسمان کی ٹکر

آدم کے جنت سے نکالے جانے کا مضمون شعرا کے یہاں بہت عام ہے ۔

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن + بہت بے آبرو ہوکر تری محفل سے ہم نکلے

اقبال کے یہاں بھی قصہ ان کے مخصوص اور منفرد انداز میں یوں ادا ہوا ہے۔

باغ بہشت سے مجھے اذن سفر دیا تھا کیوں + کار جہان دراز ہے اب مرا انتظار کر

جواب شکوہ میں بھی اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے ۔

کچھ جو سمجھا مرے شکوے کو تو رضوان سمجھا + مجھ کو جنت سے نکالا ہوا انسان سمجھا

یہ مضمون پھیلا تو شاعری میں طرح طرح کے مضامین اس کی بدولت پیدا ہوئے عاشق کوچہ محبوب
سے ذلت اور رسوائی کے ساتھ نکالا جاتا ہے تو اسے حضرت آدم کا خلد سے نکلنا یاد آجاتا ہے
وہ بات شنید تھی یہ خود اس پر گزرتی ہے۔

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن + بہت بے آبرو ہوکر تری محفل سے ہم نکلے

لیکن عام طور پر جو مضمون قصۂ آدم میں نمایاں ہے وہ انسان کے شرف اور فضیلت کا ہے کہ اسے
باوجود اس حقیقت کے کہ وہ دنیا میں فتنہ اور فساد کا موجب ہے اور فرشتے اللہ تعالی کی حمد و
ثناء میں مصروف و مشغول رہتے ہیں وہ اشرف المخلوقات قرار پاتا ہے ۔ خلیفۃ اللہ فی الارض بنتا
ہے اور فرشتے اسے سجدہ کرتے ہیں۔

اس قدر شوخ کہ اللہ سے بھی برہم ہے
تھا جو مسجود ملائک یہ وہی آدم ہے (اقبال)

اور میر تقی میر جیسے شاعر بھی عظمت آدم کا یوں اعتراف کرتے ہیں۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں + تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

تخلیق آدم کا مقصد محض نظارہ نہیں حقیقت ازلی اور حقیقت ابدی تک پہنچنا ہے ۔

ترا نظارہ ہی اے بوالہوس ! مقصد نہیں اس کا + بنایا ہے کسی نے کچھ سمجھ کر چشم آدم کو

اقبال کی ایک اور نظم بانگ درا میں ہے ، اسکا عنوان ہے انسان اور بزم قدرت جس میں انسان اپنی سبز روزی ، سبز بختی اور سبز کاری کا ، شکوہ کرتا ہے ۔ قدرت کی آواز اسے بتاتی ہے کہ رونق بزم جہان ساری اس کے دم قدم سے ہے ۔

میں یہ کہتا تھا کہ آواز کہیں سے آئی + بام گردوں سے یا صحن زمیں سے آئی

ہے تری نور سے وابستہ مری بود و نبود + باغباں ہے تری ہستی کے لئے گلزار وجود

انجمن حسن کی ہے تو تری تصویر ہوں میں + عشق کا تو ہے صحیفہ ، تری تفسیر ہوں میں

میرے بگڑے ہوئے کاموں کو بنایا تو نے + بار جو مجھ سے نہ اٹھا وہ اٹھایا تو نے

نور خورشید کی محتاج ہے ہستی میری + اور بے منت خورشید چمک ہے تیری

ہو نہ خورشید تو ویراں ہو گلستاں میرا + منزل عیش کی جا ، نام ہو زنداں میرا

آہ اے راز عیاں کے نہ سمجھنے والے + حلقۂ دام تمنا میں الجھنے والے

ہائے غفلت کہ تری آنکھ ہے پابند مجاز + ناز زیبا تھا تجھے تو ہے مگر گرم نیاز

تو اگر اپنی حقیقت سے خبر دار رہے

نہ سیہ روز رہے پھر نہ سیہ کار رہے

غرض حضرت آدم کی کہانی جس طرح قرآن حکیم میں بیان ہوئی ہے اور اس سے پیدا ہونیوالے بکثرت مضامین جس میں تخیل کی کار فرمائی بھی شامل ہے اردو شاعری میں ابتدائی دور سے آج تک ملتے ہیں ۔

اسی طرح حضرت نوح کا قصہ ہے ۔ عام طور پر شاعری اور ادب میں حضرت نوح کے قصے کے دو اجزا زیادہ نمایاں ہیں۔ایک طوفان نوح جس میں ساری زمین اور اس کے ساکنوں کو ڈبو دیا تھا اور صرف وہ لوگ بچے تھے جو حضرت نوح کے ساتھ ان کی کشتی میں سوار ہوگئے تھے دوسرا پسر نوح جو بری لوگوں کی صحبت میں بیٹھا اور نبی کے خاندان سے ہونے کے باوجود ہلاک ہوا قرآن حکیم میں قصہ نوح مختصراً بیان ہوا ہے ۔ سورہ اعراف میں ارشاد ہے ۔/ ٧/ ٥٩ تا ٦٤

" لقد ارسلنا نوحاً الی قومہ ، فقال یقوم اعبدوا اللہ مالکم من الہ غیرہ انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم ٥

قال الملا من قومه انا لنراك في ضلل مبين ۝ قال يقوم ليس بي ضللة ولكني رسول من رب العلمين ۝ ابلغكم رسلت ربي وانصح لكم و اعلم من الله ما لا تعلمون ۝ او عجبتم ان جاءكم ذكر من ربكم على رجل منكم لينذركم ولتتقوا و لعلكم ترحمون ۝ فكذبوه فانجينه والذين معه في الفلك و اغرقنا الذين كذبوا بايتنا انهم كانوا قوما عمين ،

" هم نے نوح (علیه السلام) کو ان کی قوم کی طرف بهیجا ، سو انهون نے فرمایا اے میری قوم تم صرف اللّه کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود هونے کے قابل نہین مجهکو تمہارے لئے ایک بڑے سخت دن کے عذاب کا اندیشه هے ، ان کی قوم کے آبرو دار لوگون نے کہا که هم تم کو صریح غلطی مین (مبتلا) دیکهتے هین - انهون نے فرمایا که اے میری قوم ، مجهه مین تو ذرا بهی غلطی نہین لیکن مین پروردگار عالم کا رسول هون ، تم کو اپنے پروردگار کا پیغام پہنچاتا هون اور تمہاری خیر خواهی کرتا هون اور مین خدا کی طرف سے ان امور کی خبر رکهتا هون جن کی تم کو خبر نہین ، کیا تم اس بات سے تعجب کرتے هو که تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری هی جنس کا هے کوئی نصیحت کی بات آگئی تاکه وه شخص تم کو ڈرائے اور تاکه تم ڈر جاؤ اور تاکه تم پر رحم کیا جائے - سو وه لوگ ان کی تکذیب هی کرتے رهے تو هم نے ان کو (یعنی نوح ؑ) کو اور جو لوگ ان کے ساتهه کشتی مین تهے بچالیا اور جن لوگون نے هماری آیتون کو جهٹلایا تها ان کو هم نے غرق کردیا - بیشک وه اندهے هورهے تهے

(سوره اعراف ۵۹- تا ۶۴)

سوره هود مین پهر نوح کے متعلق ارشاد هے - (آیات ۳۶ تا ۴۸)

" اور نوح ؑ کے پاس وحی بهیجی گئی که سوائے ان کے جو (اسوقت تک) ایمان لا چکے هین اور کوئی تمہاری قوم مین سے ایمان نه لائے گا سو جو کچهه یهه لوگ کفر و ایذا واستہزا کررهے هین اس پر کچهه غم نه کرو اور تم تمہاری نگرانی مین اور همارے حکم سے کشتی تیار کرلو اور مجهه سے کافرون کے بارے مین کچهه گفتگو مت کرنا ، وه سب غرق کئے جائینگے - اور وه کشتی

تیار کرنے لگے ، اور جب کبھی ان کی قوم کے کسی رئیس گروہ کا ان پر گزر ہوتا تو ان سے ھنسی
کرتے ، آپ فرماتے کہ اگر تم ہم پر ھنستے ہو تو ہم تم پر ھنستے ھین - جیسا تم (ہم پر) ھنستے
ہو - سو ابھی تم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر ایسا عذاب آیا چاھتا ہے کہ
جو اس کو رسوا کردیگا اور اس پر دائمی عذاب نازل ہوگا - یہان تک کہ جب ہمارا حکم (عذاب کا
قریب) آپہنچا اور تنور (مین سے) پانی ابلنا شروع ہوا تو ہم نے نوح ؑ سے فرمایا کہ ہر ایک (قسم)
مین سے ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ یعنی ایک جوڑا یعنی دو عدد اس پر چڑھالو، اور اپنے گھر
والون کو بھی باستثناء اس کے جس پر حکم نافذ ہوچکا ہے اور دوسرے ایمان والون کو بھی (سوار کرلو)
اور بجز قلیل آدمیون کے ان کیساتھہ کوئی ایمان ، لایا تھا ، اور نوح ؑ نے فرمایا کہ اس کشتی
مین سوار ہو جاؤ اور اسکا چلنا اور ٹھرنا اللہ ہی کے نام سے ہے ، بالیقین میرا رب غفور رحیم ہے
اور وہ کشتی ان کو لیکر پہاڑ جیسی موجون مین چلنے لگی اور نوح نے اپنے ایک بیٹے کو پکارا اور وہ
علیحدہ مقام پر تھا کہ اے میرے بیٹے ہمارے ساتھہ سوار ہو جااور کافرون کیساتھہ مت ہو، وہ کہنے
لگا مین ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لونگا جو مجھہ کو پانی سے بچالے گا (نوح ؑ نے) فرمایا کہ
آج اللہ کے حکم سے کوئی بچانے والا نہین لیکن جس پر وہی رحم کرے اور دونون کے بیچ مین ایک
موج حائل ہوگئی پس وہ بھی مثل دوسرے کافرون کے غرق ہوگیا اور حکم ہوگیا کہ اے زمین اپنا پانی
نگل جا اور اے آسمان تھم جا ، اور پانی گھٹ گیا اور قصہ ختم ہوا اور وہ کشتی جودی پر آٹھیری
اورکہہ دیا گیا کہ کافر لوگ رحمت سے دور - اور نوح ؑ نے اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا اے میرے
رب میرا یہہ بیٹا میرے گھروالون مین سے ہے اور آپکا وعدہ بالکل سچا ہے اور آپ حاکم الحاکمین ہین
اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے نوح یہہ شخص تمہارے گھروالون مین سے نہین یہہ تباہ کار ہے سو
مجھہ سے ایسی چیز کی درخواست مت کرو جس کی تم کو خبر نہین مین تم کو نصیحت کرتاہون کہ
تم نادان نہ بن جاؤ انہون نے عرض کیا کہ اے میرے رب مین اس (امر) سے آپ کی پناہ مانگتا
ہون کہ آپ سے ایک ایسے امر کی درخواست کرون جس کی مجھہ کو خبر نہ ہو اور اگر آپ میری ،
مغفرت نہ فرماینگے اور مجھہ پر رحم نہ فرماینگے - تو مین بالکل ہی تباہ ہو جاؤن گا - کہا گیا
اے نوح اترو ہماری طرف سے سلام اور برکتین لیکر جو تم پر نازل ہونگی اور ان جماعتون پر جو کہ

تمہارے ساتھہ ہیں ۔

| و اوحی الی نوح .... علی امم ممن معک |

سورۃ ہود ۳۶/۱۱ - ۴۸۔

چنانچہ طوفان کی شدت کے لئے خواہ طوفان حوادث ہو ، یا عاشق کی چشم تر کا طوفان طوفان نوح کے مضمون پر شعرا نے تخیل کی بنیاد رکھی ، دوسرا مضمون پسر نوح بابداں بنشست خاندان نبوتش گم شد والی بات ہے ، اس پر بھی طبع آزمائی ہوئی ۔ نوح کی عمر طویل کا ذکر اس قصے میں نہیں لیکن اس کو طویل عمری کی علامت بھی قرار دیا گیا ہے ۔ مختلف شعرا کے یہاں اس قصے سے متعلق اشعار میں سے چند یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

طوفان نوح نے تو ڈبوئی زمیں فقط + میں ننگ خلق ساری خدائی ڈبو گیا

طوفان میں ناخدائی کی کشتی نوح کی + حقا جواب ہی نہیں تجھ سے کلیل کا (آتش)

ایک دن فرصت جنوں برگشتہ قسمت مانگتا + دیدۂ تر نوح کے طوفان کی رخصت مانگتا "

بر گردش دوران سے ڈرو ان خدا کے پاک میں + نوح کی کشتی کو اندیشہ نہیں گرداب میں "

پار اتریں خاک بحر محبت کی کشتیاں + طوفان نوح رہتا ہے یاد مراد سے (آتش)

قصہ حضرت یعقوبؑ و یوسفؑ

حضرت یوسفؑ کے قصے کو قرآن حکیم میں نہایت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اسے احسن القصص کہا گیا ہے ۔ سورۃ یوسف میں ارشاد ہوا ہے ۔

نحن نقص علیک احسن القصص بما اوحینا الیک ھذا القرآن

ہم نے جو یہ قرآن آپ کے پاس بھیجا ہے اس کے ذریعہ سے ہم آپ سے ایک بڑا عمدہ قصہ بیان کرتے ہیں ۔

اور حقیقت بھی یہ ہے کہ اس قصے میں اس قدر نصیحتیں اور سبق ہیں جو شاید ہی کسی ایک کہانی میں ملتی ہوں۔ حسن یوسف تو مشہور ہے ہی ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسن و جمال بھی اللہ تعالی کی نعمتوں میں سے ایک نعمت عظمیٰ ہے ۔ اسی لئے ارشاد ہوا ہے کہ اللہ جمیل یحب الجمال

لیکن حسن صرف حسن صورت کا نام نہیں حسن سیرت بھی ہے اور حضرت یوسف کی صورت بھی جمیل تھی اور سیرت بھی ، عفت اور پاکدامنی ان کی ایسی تھی کہ حاکم مصر کی بیوی اپنے حسن و جمال ، دولت و ثروت ، طاقت اور حکومت کے تمام جاہ و جلال کے باوجود حضرت یوسف کے کردار کو داغ دار نہ کرسکی ، باپ اور بیٹے کی محبت کا مثالی نمونہ بھی حضرت یعقوب اور حضرت یوسف کی محبت میں ملتا ہے کہ یوسف کے فراق میں یعقوب روتے روتے اندھے ہو جاتے ہیں - برادران یوسف کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان میں رشک ، حسد اور بغض و عداوت کا جذبہ ایسا ہے کہ بھائی بھائی کی جان کا دشمن ہو جاتا ہے ، اور عفو و درگزر کی اس سے بہتر مثال کیا ہوگی جو حضرت یوسف کے اپنے بھائیوں سے سلوک میں ملتی ہے اپنی تمام خوبیوں اور نیکیوں کے باوصف انسان آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے اور اگر تائید الٰہی شامل حال رہے تو اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے وہ اپنے بندوں کو اس آزمائش سے کامیاب و کامران اور سرخرو نکالتا ہے - عورتوں کی جذباتیت ان کے حسن اور کینہ کی داستانوں سے عہد قدیم سے آج تک قصے کہانیاں بھری پڑی ہیں زلیخا کا کردار اسی طرح کی ایک عورت کا ہے جو شادی شدہ ہونے کے باوجود اپنے غلام پر فریفتہ ہو جاتی ہے اور اسے خیانت پر مجبور کرتی ہے - غلام کی وفاداری اور اپنے آقا کے ناموس کی حفاظت کا مثالی کردار وہ غلام ہے جو یوسف ہے اور جسے نہ زلیخا کا حسن ، نہ اس کی محبت راہ راست سے ہٹا سکتی ہے محبت دیوانی ہوتی ہے اور اس جنون کا مثالی کردار زلیخا ہے غرض اس ایک قصے میں اتنے کردار اور اتنے موضوعات ، جذبات احساسات اور انسانی نفسیات کے مطالعہ کی مثالیں ملتی ہیں کہ کسی اور کہانی میں نہیں ملتیں - تعبیر خواب کی عرصہ تک کوئی حقیقت نہ تھی لیکن جدید نفسیات نے خواب کی حقیقت پر سے پردہ اٹھایا ہے ، قرآن حکیم میں اس قصے میں تعبیر خواب کا جو ذکر ہے وہ آج صرف خیالی بات نہیں ایک نفسیاتی حقیقت ہے -

سورۃ یوسف میں یہ قصہ اس طرح بیان ہوا ہے -

نحن نقص علیک احسن القصص ....

....

(ترجمہ) ہم نے جو یہہ قرآن آپ کی پاس بھیجا ہے اس کے ذریعہ سے ہم آپ سے ایک بڑا
عمدہ قصہ بیان کرتے ہیں اور اس کے قبل آپ محض بے خبر تھے - وہ وقت قابل ذکر ہے جب یوسف
نے اپنے والد سے کہا کہ ابا میں نے گیارہ ستارے اور سورج اور چاند دیکھے ہیں - ان کو اپنے
روبرو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا - انھوں نے فرمایا کہ بیٹا اپنے اس خواب کو اپنے بھائیوں کے روبرو
بیان مت کرنا ، پس وہ تمہارے لئے کوئی خاص تدبیر کرینگے ، بلاشبہ شیطان آدمی کا صریح دشمن
ہے اور اسی طرح تمہارا رب تم کو منتخب کریگا اور تم کو خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا اور تم
پر اور یعقوب کے خاندان پر اپنا انعام کامل کرے گا جیسا اس کے قبل تمہارے دادا پر دادا (یعنی)
ابراهیم اور اسحٰق پر اپنا انعام کامل کرچکا ہے - واقعی تمہارا رب بڑا علم و حکمت والا ہے یوسف
کے اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں (خدا کی قدرت اور آنحضرت کی نبوت کے) دلائل موجود ہیں
ان لوگوں کے لئے جو پوچھتے ہیں وہ وقت قابل ذکر ہے جب کہ ان کے بھائیوں نے گفتگو کی یوسف اور
ان کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک جماعت (کی جماعت) ہیں
ہیں ، واقعی ہمارے باپ کھلی غلطی میں ہیں - یا تو یوسف کو قتل کرڈالو یا ان کو کسی سرزمین
میں ڈال آؤ تو تمہارے باپ کا رخ خالص تمہاری طرف ہو جائے گا اور تمہارے سب کام بن جائینگے
انھیں میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو قتل مت کرو اور ان کو کسی اندھیرے کنویں میں
ڈال دو تاکہ ان کو کوئی راہ چلتا نکال لے جائے - اگر تم کو کرنا ہے ، سب نے کہا کہ ابا اس کی
کیا وجہہ ہے کہ یوسف کے بارے میں آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے ، حالانکہ ہم ان کے خیرخواہ ہیں
آپ ان کو کل کے روز ہمارے ساتھہ بھیجئے کہ ذرا وہ کھاویں اور کھیلیں اور ہم ان کی پوری حفاظت
رکھیں گے ، یعقوب نے فرمایا کہ مجھکو یہہ بات غم میں ڈالتی ہے کہ اس کو تم لے جاؤ اور یہہ
اندیشہ کرتا ہوں کہ اس کو کوئی بھیڑیا کھاجائے اور تم اس سے بے خبر رہو ، وہ بولے کہ اگر ان کو
کوئی بھیڑیا کھاجاوے اور ہم ایک جماعت (کی جماعت) موجود ہوں تو ہم بالکل ہی گئے گزرے ہوئے
سو جب ان کو لے گئے اور سب نے پختہ عزم کرلیا کہ ان کو کسی اندھیرے کنویں میں ڈال دیں اور
ہم نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ تم ان لوگوں کو یہہ بات جتلاؤگے اور وہ پہچانیں گے بھی نہیں

12

اور وہ لوگ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے پہنچے ، کہنے لگے بابا ، ہم سب تو آپس میں
دوڑنے میں لگ گئے اور یوسف علیہ السلام کو ہم نے اپنی چیز بست کے پاس چھوڑ دیا پس ایک بھیڑیا ان کو
کھاگیا اورآپ تو ہمارا کاہے کو یقین کرنے لگے ، گوہم کیسے ہی سچے ہوں ، اور یوسف علیہ السلام کی قمیص
پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگالائے تھے ، یعقوب علیہ السلام نے فرمایا (ایسا نہیں ہے) بلکہ تم نے اپنے
دل سے ایک بات بنالی ہے ۔ سو صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا اور جوباتیں
تم بناتے ہو ان میں اللہ ہی مدد کرے ، اور ایک قافلہ آنکلا اور انھوں نے اپنا آدمی پانی لانے کے
واسطے بھیجا ، اس نے اپنا ڈول ڈالا کہنے لگاکہ (اے بھائی) بڑی خوشی کی بات ہے یہہ تو
(اچھا) لڑکا نکل آیا اور ان کو مال تجارت قرار دے کر چھپالیا اور اللہ کو ان کی سب کار
گزاریاں معلوم تھیں ، اور ان کو بہت ہی کم قیمت کو بیچ ڈالا یعنی گنتی کے چند درہم کےعوض
اور وہ لوگ کچھہ ان کے قدر دان تو تھے ہی نہیں اور جس شخص نے مصر میں ان کو خریدا تھا
اس نے اپنی بیوی سے کہاکہ اس کو خاطر سے رکھنا کیا عجب ہے کہ ہمارے کام آئے یاہم اس کوبیٹا
بنالیں اور ہم نے اسی طرح یوسف علیہ السلام کو اس سرزمین میں خوب قوت دی ، اور تاکہ ہم ان کوخوابوں
کی تعبیر دینا بتلادیں ۔ اور اللہ تعالی اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر آدمی نہیں جانتے او ر
جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے ہم نے ان کو حکمت اور علم عطافرمایا اور ہم نیک لوگوں کو اسی طرح
بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اور جس عورت کے گھر میں یوسف علیہ السلام رہتے تھے وہ ان سے اپنا مطلب حاصل کرنے
کو ان کو پھسلانے لگی اور سارے دروازے بند کردئے اور کہنے لگی کہ آجاو تم ہی سے کہتی ہوں
(یوسف نے) کہا یہہ تو بڑا گناہ ہے اللہ بچائے ~~(دوسرے) وہ میرا مربی ہے کہ مجھہ کوکیسی~~
بیشک وہ میرا رب ہے جس نے اچھی
~~اچھی طرح رکھا ۔ ایسے حق فراموش کی فلاح نہیں ہوا کرتی~~ ۔ اور اس عورت کے دل میں توان
بیشک ظلم کرنے والے رستگار نہیں ہوتے ۔
کا خیال جم ہی رہا تھا۔ اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ خیال ہو چلا تھا اگر اپنے
رب کی دلیل کو انھوں نے نہ دیکھا ہوتا تو زیادہ خیال ہو جاتا عجب نہ تھا ، اسی طرح ہم
نے ان کو علم دیا تاکہ ہم ان سے صغیرہ اور کبیرہ گناہ کو دور رکھیں کیونکہ وہ ہمارے برگزیدہ بندوں
میں سے تھے اور دونوں آگے پیچھے دروازے کی طرف دوڑے اور اس عورت نے ان کا کرتہ پیچھے سےپھاڑ
ڈالا اور دونوں نے اس عورت کے شوہر کو دروازے کے پاس پایا (عورت) بولی کہ جو شخص تیری بیوی

کہانی منزل میری ایک پیغمبر اللہ نام لے کر اسے اپنا رب بتانے لگے ہیں ایک کافر کو اپنا کیسے بتا سکتا ہے؟ (لقمان)

دبجز اس کے اور کیا ہے کہ وہ جیل میں بھیجا جائے یا کوئی دردناک سزا ہو

کے ساتھہ بدکاری کا ارادہ کرے اس کی سزا ہو، (یوسف ؑ نے) کہا یہی مجھہ سے اپنا مطلب نکالنے
کو پھسلاتی تھی اور اس عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے شہادت دی کہ ان کا کرتہ اگر آگے
سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور یہہ جھوٹے اور اگر ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تو عورت ،
جھوٹی اور یہہ سچے سو جب ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا کہنے لگاکہ یہہ تم عورتوں کی
چالاکی ہے ، بیشک تمہاری چالاکیاں غضب ہی کی ہیں - اے یوسف ؑ اس بات کو جانے دو اور اے
عورت تو اپنے قصور کی معافی مانگ ، بیشک سراسر توہی قصور وار ہے ، اور چند عورتوں نے جو
شہر میں رہتی تھیں یہہ بات کہی کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے
کے واسطے پھسلاتی ہے اور غلام کا عشق اس کے دل میں جگہ کرگیا ہے ہم تو اس کو صریح غلطی
میں دیکھتے ہیں - سو جب اس عورت نے ان عورتوں کی یہہ بدگوئی سنی تو کسی کے ہاتھہ ان
کو بلا بھیجی کہ تمہاری دعوت ہے اور ان کے واسطے (مسند) تکیہ لگایا اور ہر ایک کو ان میں
سے ایک ایک چاقو دے دیا (یہہ محض بہانہ تھا اصلی غرض یہہ تھی کہ حواس باختہ ہوکر ہاتھہ
زخمی کرلیں) اور یوسف سے کہا کہ ذرا ان کے سامنے تو آجاؤ (اور یہہ سمجھکر کہ کوئی صحیح غرض
ہوگی باہر آگئے) سو عورتوں نے جو ان کو دیکھا تو (ان کے جمال سے) حیران رہ گئیں اور ان
پر ایسی بدحواسی طاری ہوئی کہ اپنے ہاتھہ کاٹ لئے اور کہنے لگیں ماشاء اللہ یہہ شخص آدمی
ہرگز نہیں یہہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے ، بولی وہ شخص یہی ہے جس کے بارے میں تم مجھکو
برا بھلا کہتی تھیں (کہ اپنے غلام کو چاہتی ہے) اور واقعی میں نے اس سے اپنا مطلب حاصل
کرنے کی خواہش کی تھی مگر یہہ پاک صاف رہا اور اگر آیندہ بھی میرا کہنا نہیں کرے گا تو بیشک
جیل خانے بھیجا جائے گا - اور بے عزت بھی ہوگا -

(یوسف ؑ نے) دعا کی اے میرے رب جس کام کی طرف یہہ عورتیں مجھکو بلارہی ہیں اس
سے تو جیل خانے میں جانا ہی مجھکو زیادہ پسند ہے اور اگر آپ ان کے داؤپیچ کو مجھسے دفع
نہ کرینگے تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانی کا کام کر بیٹھوں گا - پھر ان کی دعا
کو رب نے قبول کی اور ان عورتوں کے داو پیچ کو ان سے دور رکھا بیشک وہ بہت بڑا سننے والا
جاننے والا ہے - پھر مختلف نشانیاں دیکھنے کے بعد ان لوگوں کو یہی مصلحت معلوم ہوا کہ انکو

ایک وقت تک قید میں رکھیں اور ان کے ساتھ اور بھی دو غلام قید خانے میں داخل ہوئے ان میں سے ایک نے کہا کہ میں اپنے کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا کہ میں اپنے آپ کو اس طرح دیکھتا ہوں کہ اپنے سر پر روٹیاں لئے جاتا ہوں اور ان میں سے پرندے کھاتے ہیں ہم کو اس خواب کی تعبیر بتلائیے ، آپ ہم کو نیک آدمی معلوم ہوتے ہیں (یوسف ع نے) فرمایا کہ جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے جو کہ تم کو کھانے کے لئے ملتا ہے میں اس کے آنے سے پہلے اس کی حقیقت تم کو بتلا دیا کرتا ہوں یہ بتلا دینا اس علم کی بدولت ہے جو مجھ کو میرے رب نے تعلیم فرمایا ہے میں نے تو ان لوگوں کا مذہب چھوڑ رکھا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ لوگ آخرت کے بھی منکر ہیں اور میں نے اپنے باپ دادوں کا مذہب اختیار کر رکھا ہے - ابراہیم ع کا اور اسحٰق ع کا اور یعقوب ع کا ہم کو کسی طرح زیب نہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک قرار دیں یہ عقیدہ توحید ہم پر اور دوسرے لوگوں پر خدائے تعالیٰ کا ایک فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے -

اے قیدخانے کے دونوں رفیقو ! متفرق معبود اچھے یا ایک معبود برحق جو سب سے زبردست ہے (وہ اچھا) تم لوگ تو خدا کو چھوڑ کر صرف چند بے حقیقت ناموں کی عبادت کرتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھہرا لیا ہے ، خدا تعالیٰ نے تو ان کی کوئی دلیل بھیجی نہیں حکم خدا ہی کا ہے اس نے یہ حکم دیا ہے کہ بجز اس کے کسی کی عبادت مت کرو ، یہی سیدھا طریقہ ہے - لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے اے قیدخانے کے دونوں رفیقو ! تم میں سے ایک تو (بری ہوکر) اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا اور دوسرا سولی دیا جائے گا اور اس کے سر کو پرندے کھاوینگے جس بارے میں تم پوچھتے تھے وہ اسی طرح مقدر ہوچکا ، اور جس شخص کی رہائی کا گمان تھا اس سے (یوسف ع نے) فرمایا کہ اپنے آقا کے سامنے میرا بھی تذکرہ کرنا (کہ ایک شخص بے قصور قید ہے) اس نے وعدہ کرلیا پھر اس کو اپنے آقا کے سامنے تذکرہ کرنا شیطان نے بھلا دیا تو قیدخانہ میں اور بھی چند سال ان کا رہنا ہوا - بادشاہ نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ سات گائیں فربہ ہیں جن کو سات لاغر گائیں کھاگئیں اور سات بالیاں سبز ہیں اور ان کے علاوہ (سات) اور ہیں

جوکہ خشک ھین اے دربار والو ! اگر تم تعبیر دے سکتے ھو تو میرے اس خواب کے بارے مین مجھکو جواب دو ، وہ لوگ کہنے لگے کہ یونہی پریشان خیالات ھین اور ھم لوگ خوابون کی تعبیر کا علم بھی نہین رکھتے اور ان (مذکورہ) دو (قیدیون) مین سے جو رہا ہوگیا تھا اس نے کہا اور مدت کے بعد اس کو (یوسف ؑ کی وصیت کا) خیال آیا کہ مین اس کی تعبیر کی خبر لائے دیتا ھون آپ لوگ مجھکو ذرا جانے کی اجازت دیجئے - (وہ قید خانہ مین پہنچا اور کہا) اے یوسف ؑ اے صدق مجسم آپ ھم لوگون کو اس (خواب کا جواب (یعنی تعبیر) دیجئے کہ سات موٹی گائین ھین ان کو سات دبلی گائین کھاگئین اور سات بالین ھری ھین اور ان کے علاوہ (سات) خشک ھین تاکہ مین ان لوگون کے پاس لوٹ کر جاون تاکہ ان کو معلوم ھو جائے - آپ نے فرمایا تم سات سال متواتر غلہ بونا پھر جو فصل کاٹو اس کو بالون مین ھی رہنے دینا (تاکہ گھن نہ لگ جائے) ھان مگر تھوڑا سا جو تمہارے کھانے مین آئے نکال لینا پھر اس کے بعد سات برس ایسے سخت آوین گے جوکہ اس ذخیرہ کو کھاجاوینگے جس کو تم نے ان برسون کے واسطے جمع کرکے رکھا ھوگا ھان مگر تھوڑا سا جو رکھ چھوڑوگے ، پھر اس کے بعد ایک برس ایسا آئے گا جس مین لوگون کے لئے خوب بارش ھوگی اور اس مین (شیرہ بھی) نچوڑین گے - اور بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کو میرے پاس لاوٗ - پھر جب ان کے پاس قاصد پہنچا آپ نے فرمایا تو اپنی سرکار کے پاس لوٹ جا پھر اس سے دریافت کر کہ ان عورتون کا کیا حال ھے جنھون نے اپنے ھاتھہ کاٹ لئے تھے میرا رب ان عورتون کے فریب کو خوب جانتا ھے کہا کہ تمہارا کیا واقعہ ھے جب تم نے یوسف ؑ سے اپنے مطلب کی خواھش کی عورتون نے جواب دیا کہ ماشاء اللہ ھم کو ان مین ذرا بھی تو برائی کی کوئی بات معلوم نہین ھوئی عزیز کی بیوی کہنے لگی کہ اب تو حق بات ظاھر ھو ھی گئی - مین نے ان سے اپنے مطلب کی خواھش کی تھی اور بیشک وھی سچے ھین - (یوسف ؑ نے) فرمایا کہ یہہ (اھتمام) محض اس وجہہ سے ھے کہ تاکہ اس کو (یعنی عزیز کو) یقین کیساتھہ معلوم ھو جائے کہ مین نے ان کے عدم موجودگی مین اس کی آبرو مین دست اندازی نہین کی اور یہہ کہ اللہ خیانت کرنے والون کے فریب کو چلنے نہین دیتا اور (باقی) مین اپنے نفس کو (بالذات) بری (اور پاک) نہین بتلاتا کیونکہ نفس تو (ھر ایک کا) بری ھی باتون کی

بناتا ہے بجز اس لغزش کے شبہہ

بات بتلائی جس پر میرا رب رحم کرے ، بلاشبہ میرا رب بڑی مغفرت والا ، بڑی رحمت والا ہے اور (یہ
سن کر) بادشاہ نے کہاکہ ان کو میرے پاس لاؤ میں ان کو خاص اپنے (کام کیلئے) رکھونگا ، پس جب
اس نے ان سے باتیں کیں تو ان سے کہاکہ تم ہمارے نزدیک آج سے) بڑے معزز اورمعتبر ہو (یوسفؑ
نے) فرمایا کہ ملکی خزانوں پر مجھکو مامور کردو ، میں ان کی حفاظت بھی رکھونگا اور خوب واقف
بھی ہوں اور ہم نے ایسے عجیب طور پر یوسفؑ کو ملک میں بااختیار بنا دیا کہ اس میں جہاں چاہیں
رہیں - ہم جس پر چاہیں اپنی عنایت متوجہ کردیں اور ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے
اور آخرت اجرکاکہیں زیادہ بڑھکر ہے ایمان اور تقوی والوں کیلئے اور (کنعان میں بھی قحط ہواتو)
یوسف ع کے بھائی آگئے ، پھر ان کے (یعنی یوسف کے) پاس پہنچے سو انہوں نے (یعنی یوسفؑ نے)
ان کو پہچان لیا اور انہوں نے ان کو (یوسفؑ کو) نہیں پہچانا ، اور جب انہوں نے (یعنی
یوسف ع نے) ان کا سامان (غلہ کا) تیار کردیا تو (چلتے وقت) فرمایا کہ اپنے علاتی بھائی کوبھی
(ساتھ) لانا (تاکہ اس کا حصہ بھی دیاجاسکے) تم دیکھتے نہیں ہوکہ میں پورا ناپ کر
دیتا ہوں اور میں سب سے زیادہ مہمان نوازی کرتا ہوں اور اگر تم دوبارہ آئے اوراس کو میرے پاس
نہ لائے تو نہ میرے پاس تمہارے نام کا غلہ ہوگا اور نہ تم میرے پاس آنا وہ بولے (دیکھئے) ہم اپنے
حدامکان تک اس کے باپ سے اس کو مانگیں گے اورہم (اس کام کو) ضرور کریں گے - اور انہوں
نے (یعنی یوسف ع نے) اپنے نوکروں سے کہدیا کہ ان کی جمع پونجی (ان ہی) کے اسباب
میں چھپا کر رکھ دو تاکہ جب اپنے گھر جاویں تو اس کو پہچانیں شاید (یہ احسان وکرم
دیکھکر) پھر دوبارہ آویں غرض جب وہ لوٹ کر اپنے باپ (یعقوب ع) کے پاس پہنچے کہنےلگے
اے بابا ہمارے لئے غلہ کی بندش کردی گئی ہے تو آپ ہمارے بھائی (بنیامین) کو ہمارے ساتھ
بھیج دیجئے تاکہ ہم پھر غلہ لاسکیں اور ہم ان کی پوری حفاظت رکھیں گے - انہوں نے (یعنی
یعقوب ع نے) فرمایا کہ بس (رہنے دو) کیا میں اس کے بارے میں بھی تمہارا ویساہی اعتبار کرلوں
ہوں جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی (یوسف ع) کے بارے میں تمہارا اعتبار کرچکاہوں سواللہ ہی
سپرد وہی سب سے بڑھکر نگہبان ہے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے (اس گفتگو کے
بعد جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا تو اس میں ان کو اپنی جمع پونجی بھی ملی جو ان ہی کو

واپس کردی گئی کہنے لگے کہ اے بابا ہمکو اور ہم کو کیا چاہیے یہہ ہماری جمع پونجی بھی تو

ہم ہی کو لوٹا دی گئی اور اپنے گھروں کے واسطے (اور) رسد لائینگے اور اپنے بھائی کی خوب

حفاظت کرینگے اور ایک اونٹ کا بوجہہ غلہ اور زیادہ لاینگے یہہ تھوڑا غلہ ہے ۔ انھوں نے

(یعنی حضرت یعقوبؑ نے) فرمایا کہ اس وقت تک ہر گز اس کو تمہارے ہمراہ نہ بھیجوں گا

جب تک کہ اللہ کی قسم کھاکر مجھکو پکا قول نہ دوگے کہ تم اس کو ضرور لےہی آؤگے ہاں اگرگھر

ہی جاؤتو مجبوری ہے چنانچہ سب نے اس پر قسم کھائی ، سوجب وہ قسم کھاکر انھیں قول دےچکے

تو انھوں نے فرمایا کہ ہم لوگ جو بات چیت کررہے ہیں یہہ سب اللہ ہی کےحوالے ہے اورچلتے

وقت انھوں (حضرت یعقوبؑ) نے ان سے فرمایاکہ اے میرے بیٹو سب کے سب ایک ہی دروازے سے

مت جانا بلکہ علیحدہ علیحدہ دروازوں سے جانا اور میں خدا کے حکم کو تم پرسے نہیں ٹال سکتا۔

حکم تو بس اللہ کا ہی چلتا ہے (باوجود اس تدبیر ظاہری کے دل سے) اسی پر بھروسہ رکھتا

ہوں اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے اور جب (مصرپہنچ کر) جس طرح ان

کے باپ نے کہاتھا (اسی طرح شہر کے اندر) داخل ہوئے تو باپ کا ارمان پوراہوگیا ، باقی ان

کا (یعنی ان کے باپ) انھیں یہہ تدبیر بتلاکر ان سے خدا کا حکم ٹالنے مقصود نہ تھالیکن

یعقوب کے جی میں (درجہ تدبیر میں) ایک ارمان (آیا)تھا جس کو انھوں نے ظاہر کردیا اور

وہ بلاشبہہ بڑے عالم تھے بایں وجہہ کہ ہم نے ان کو علم دیا تھا۔ لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں

رکھتے اور جب یہہ لوگ (یعنی برادران یوسفؑ)یوسفؑ کے پاس پہنچے تو انھوں نے اپنے بھائی

کو اپنے ساتھہ ملالیا اور تنہائی میں ان سے کہاکہ میں تیرا بھائی (یوسفؑ)ہوں ، سویہہ لوگ جو

کچھہ (بدسلوکی) کرتے رہے ہیں اس کا رنج مت کرنا ۔ پھر جب انھوں نے (یعنی یوسفؑ نے)

ان کا سامان تیار کردیا تو پانی پینے کا برتن اپنے بھائی کے اسباب میں رکھہ دیاپھر ایک پکارنے

والے نے پکارا کہ اےقافلہ والوپرتم ضرور چور ہو ، وہ ان (تلاش کرنے والوں) کی طرف متوجہ ہوکر

کہنے لگےکہ تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے انھوں نے کہاکہ ہم کو بادشاہی پیمانہ نہیں ملتا(وہ

غائب ہے) اور جوشخص اس کو (لاکر) حاضر کرے بیشک اس کو ایک بار شتر غلہ ملیگااور میں اس

کے دلوانے کا ذمہ دار ہوں یہہ لوگ کہنے لگے کہ بخدا تم کو خوب معلوم ہے کہ ہم لوگ ملک میں

فساد پھیلانے نهین آئے اور هم لوگ چوری کرنے والے نهین ۔ ان (ڈھونڈنے والے) لوگون نے کہا
(اچھا) اگر تم جھوٹے نکلے تو اس چور کی کیا سزا ۔ انھون نے جواب دیا کہ اس کی سزا یہہ
هے کہ جس شخص کے اسباب مین هے پس وهی شخص اپنی سزا هے ۔ هم لوگ ظالمون (یعنی چورون)
کو ایسی هی سزا دیا کرتے هین ۔ پھر انھون نے (یعنی یوسف ع نے) اپنے بھائی کے (اسباب)
کے تھیلے سے قبل تلاشی کی ابتدا دوسرے بھائیون کے اسباب کے تھیلون سے کی پھر آخر مین اس
(چوری) کو اپنے بھائی کے (اسباب کے) تھیلے سے برآمد کرلیا ۔ هم نے یوسف ع کی خاطر سے
اس طرح سے تدبیر فرمائی ۔ وہ (یعنی یوسف ع) اپنے بھائی کو اس بادشاہ (مصر) کے قانون
کی روسے نهین لے سکتے تھے ۔ مگر یہہ کہ اللہ کو منظور تھا ۔ هم جس کو چاهتے هین (علم مین
خاص درجون تک بڑھادیتے هین اور تمامتر علم والون سے بڑھکر ایک علم والا هے کہنے لگے (صاحب)
اگر اس نے چوری کی تو (تعجب نهین) کیونکہ اس کا ایک بھائی (تھاوہ) بھی اسی طرح
اس کے پہلے چوری کرچکا هے ۔ پس یوسف ع نے اس بات کو (جو آگے آتی هے) اپنے دل مین
پوشیدہ رکھا اور اس کو ان کے سامنے (زبان سے) ظاهر نهین کیا (یعنی دل مین) یون کہا
کہ اس (چوری کے) درجہ مین تم تو اور بھی زیادہ برے هو ۔ اور جو کچھ تم بیان کررهے هو
اس کی حقیقت کا اللہ هی کو خوب علم هے ۔ کہنے لگے اے عزیز اس (بنیامین) کا ایک بہت بوڑھا
باپ هے ۔ سو آپ اس کیلئے کہ اس کی جگہ هم مین سے ایک کو رکھہ لیجئے اور اپنا سلوک بھلا
لیجئے هم آپ کو نیک مزاج دیکھتے هین ۔ انھون نے (یعنی حضرت یوسف ع نے) کہا کہ ایسی (خلاف انصافی
کی) بات سے اللہ بچائے کہ جس کے پاس هم نے اپنی چیز پائی هے اس کے سوا دوسرے شخص کو
پکڑ کے رکھہ لین ۔ اس حالت مین تو هم بڑے بے انصاف سمجھے جاوینگے ۔ پھر جب ان کو ان سے
(یعنی حضرت یوسف ع سے) بالکل امید جو بڑا تھا اس نے کہا کیا تم کو معلوم نهین کہ تمہارے
باپ تم سے خدا کی قسم کھلاکر پکاقول لے چکے هین ۔ اور اس سے پہلے یوسف ع کے بارے مین تم
کس قدر کوتاهی کرچکے هو ۔ سو مین تو اس زمین سے ٹلتا نهین تاوقتیکہ میرے باپ مجھکو (حاضری
کی) اجازت نہ دین ۔ یا اللہ تعالیٰ میرے لئے اس مشکل کو سلجھاوے اور وهی خوب سلجھانے
والا هے ۔ تم واپس اپنے باپ کے پاس جاؤ اور جاکر ان سے کہو کہ اے ابا آپ کے صاحبزادے (بنیامین)

نے چوری کی (اس لئے گرفتار ہوئے) اور ہم تو وہی بیان کرتے ہیں جو ہم کو (مشاہدہ سے)
معلوم ہوا ہے اور ہم غیب کی باتوں کے تو حافظ نہیں تھے ، اور اس بستی (یعنی مصر) والوں
سے پوچھ لیجئے جہاں ہم (اس وقت) موجود تھے ، اور اس قافلہ والوں سے پوچھ لیجئے جن میں
ہم شامل ہوکر (یہاں) آئے ہیں - اوریقین جانئے ہم سچ کہتے ہیں - وہ (یعنی یعقوب ؑ)
فرمانے لگے بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے سو صبر ہی کروں گا (جس میں شکایت کا
نام نہ ہوگا) مجھ کو ، اللہ سے امید ہے کہ ان سب کو مجھ تک پہنچادے گا (کیونکہ) وہ
خوب واقف ہے ، بڑی حکمت والا ہے - اور ان سے دوسری طرف رخ کرلیا ، اور کہنے لگے ہائے
یوسف ، افسوس اور غم سے (روتے روتے) ان کی آنکھیں سفید پڑگئیں اور وہ غم سے (جی ہی جی
میں) گھٹا کرتے تھے ، (بیٹے) کہنے لگے بخدا (معلوم ہوتا ہے) کہ تم سدا یوسف ؑ کی
یادگاری میں لگے رہوگے یہاں تک کہ گھل گھل کر دم بلب ہو جاؤگے یا یہ کہ بالکل مر ہی جاؤ
انہوں نے (یعنی یعقوب ؑ نے) فرمایا میں تو اپنے رنج و غم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں اور
اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے ، اے میرے بیٹو جاؤ اور یوسف ؑ اور انکے
بھائی کی تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو ، بیشک اللہ کی رحمت سے وہی لوگ
نا امید ہوتے ہیں جو کافر ہیں - پھر جب وہ ان کے (یعنی یوسف ؑ کے) پاس پہنچے کہنے لگے اے
عزیز ، ہم کو اور ہمارے گھروالوں کو قحط کی وجہ سے بڑی تکلیف پہنچ رہی ہے اور ہم کچھ یہ
نکمی چیزلائے ہیں ، سو آپ پورا غلہ تول دیجئے اور ہم کو خیرات (سمجھکر) دیدیجئے ، بیشک
اللہ تعالی خیرات دینے والوں کو جزائے خیر دیتا ہے - انہوں نے (یعنی حضرت یوسف ؑ نے) فرمایا
وہ بھی تم کو یاد ہے جو کچھ تم نے یوسف ؑ اور اس کے بھائی کے ساتھ برتاؤ کیا تھا جبکہ تمہاری
جہالت کا زمانہ تھا ، کہنے لگے کیا سچ مچ تم ہی یوسف ؑ ہو ، انہوں نے فرمایا ہاں میں
یوسف ؑ ہوں اور یہ میرا (حقیقی) بھائی ہے ہم پر اللہ تعالی نے بڑا احسان کیا ، واقعی
جو شخص گناہوں سے بچتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالی ایسے نیک کام کرنے والوں کا اجر
ضائع نہیں کیا کرتا ، وہ کہنے لگے بخدا کچھ شک نہیں کہ تم کو اللہ نے ہم پر فضیلت عطافرمائی
اور بیشک ہم (اس میں) خطاوار تھے ، انہوں نے (یعنی یوسف ؑ نے) فرمایاکہ تم پر آج کوئی الزام

ہیں اور الزام نہیں اور اللہ تعالی تمہارا قصور معاف کرے۔ اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے ۔ اب تم میرا یہہ کرتہ بھی لیتے جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرہ پر ڈال دو، پھر اس سے ان کی آنکھیں روشن ہو جائینگی اور اپنے باقی گھروالوں کو بھی سب کو میرے پاس لے آؤ اور جب قافلہ چلاتو ان کے باپ نے کہنا شروع کیا کہ اگر تم مجھکو بڑھاپے میں بہکی باتیں کرنے والا نہ سمجھو تو ایک بات کہوں کہ مجھکو تو یوسف ؑ کی خوشبو آرہی ہے ، وہ کہنے لگے کہ بخدا آپ تو اپنے اسی پرانے خیال میں مبتلا ہیں ۔ پس جب خوشخبری لانے والا آپہنچا تو آتے ہی اس نے وہ کرتہ ان کے منہہ پر لاکر ڈال دیا ، پس فوراً ہی ان کی آنکھیں کھل گئیں اور (بیٹوں سے) فرمایا کہ کیوں میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ اللہ تعالی کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے سب بیٹوں نے کہاکہ اے ہمارے باپ (خداسے) ہمارے گناہوں کی دعائے مغفرت کیجئے ، بیشک ہم خطاوار تھے ، انھوں نے (یعنی یعقوب ؑ نے) فرمایا عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے دعائے مغفرت کرونگا ، بیشک وہ غفور رحیم ہے ، پھرجب یہہ سب یوسف ؑ کے پاس پہنچے تو انھوں نے اپنے والدین کو اپنے پاس (تعظیماً) جگہ دی اور کہا سب مصر میں چلئے اور خدا کو منظور ہے تو وہاں امن چین سے رہئے اور اپنے والدین کو تخت شاہی پر اونچا بٹھایا اور سب کے سب ان (یوسف ؑ) کے آگے سجدہ میں گرگئے ۔ اور انھوں نے (یعنی حضرت یوسف ؑ نے) کہا اے میرے باپ یہہ ہے میرے خواب کی تعبیر جو پہلے زمانہ میں دیکھا تھا ۔ جس کو میرے رب نے سچا کردیا اور اس نے میرے ساتھہ احسان کیا کہ ایک تو اس نے مجھے قید سے نکالا اور دوسرا یہہ کہ تم سب کو (باہرسے) یہاں لایا اور یہہ سب کچھہ بعد اس کے ہوا کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈالوادیا تھا ، بلاشبہ میرا رب جو چاہتا ہے اس کی عمدہ تدبیر کرتا ہے ، بلاشبہہ وہ بڑا علم والا حکمت والا ہے۔ اے میرے پروردگار تونے مجھہ کو سلطنت کا بڑا حصہ دیا اور مجھکو خوابوں کی تعبیر مجھہ تعلیم فرمائی (جوکہ علم عظیم ہے) اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے تو میرا کارساز ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مجھکو پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھا لے اور مجھہ کو خاص نیک بندوں میں شامل کرلے ۔ "

حضرت یوسف ؑ کا یہہ قصہ اس عبارت کا ترجمہ ہے جو قرآن مجید میں ہے یہہ

قصہ قصص قرآنی میں طویل ترین بھی اور پہلو دار بھی ، جیساکہ آغاز میں لکھا جاچکا ہے۔ اس میں بیشمار پہلو ہیں ، والدین کی محبت کی مثال دیکھنا ہو تو حضرت یعقوب ؑ کو دیکھئے کہ یوسف ؑ کے فراق میں روتے روتے ان کی آنکھیں سفید ہوگئی تھیں ، اور قلبی تعلق کا یہ اثر تھا کہ قافلہ میں دور سے ان کو حضرت یوسف کی خوشبو آنے لگی تھی اور جب حضرت یوسف کا قمیص مبارک آنکھوں پر ڈالا گیا تو ان کی آنکھیں روشن ہوگئیں حضرت یوسف ؑ بھی مثالی فرزند تھے کہ زمانہ کے انقلابات نے ان کے دل سے والدین کی یاد بھلائی نہیں اور جب وہ ان کے سامنے آئے تو انہیں تخت پر اپنے پاس بٹھایا اور ان کی تعظیم کی ۔ سگے سوتیلے بھائیوں کے قصے بہت مشہور ہیں برادران یوسف ؑ نے جو کیا وہ اس روش کی ایک مثال ہے کہ حسد اور رشک کس طرح انسان کو اندھا کردیتا ہے ۔ حضرت یوسف ؑ صبر و توکل کی بھی مثال ہیں کہ رضائے الٰہی پر ہی صبر و شاکر رہتے ہیں اور گناہوں سے بچتے ہیں اور اللّٰہ تعالیٰ اس کا اجر انہیں دنیا میں ہی نصیب کرتا ہے اور ان کے بھائیوں کو بھی دنیا میں ہی شرمندگی نصیب ہو ہے ہمارے شعرا نے غالباً سب سے زیادہ حضرت یوسف ؑ کے ہی قصے سے اپنی دکان سجائی ہے اور مختلف مضامین و موضوعات اس قصے سے اخذ کئے ہیں ، بعض مضامین خاص ہیں ۔ مثلاً حضرت یوسف کو حسن کا کامل ترین نمونہ پیش کیا ہے ۔ ان کے کنوئیں میں گرنے پھر غلام ہوکر بازار مصر میں سستے فروخت ہونے کا مضمون ہے ۔ زلیخا اور یوسف کے عشق کا موضوع ہے ۔ ان پہلوؤں کو طرح طرح سے پیش کیا گیا ہے ۔ اس کا اندازہ ذیل کے انتخاب سے ہوسکتا ہے ۔ جو صرف ایک شاعر یعنی آتش کی کلیات سے[1] اس قصے سے متعلق مضامین پر مبنی ہے اور اسی سے قیاس کیاجاسکتا ہے کہ دیگر شعرا کے یہاں بھی ان مضامین کی کم و بیش یہی نوعیت ہوگی۔

ص۵۵

دماغ حضرت یعقوب عاشق اسکو کہتے ہیں + بوئی ہے بوئے یوسف یار کی پوشاک سے پیدا

راہ نے اندھیر پھر روشنی شہر مصر + دیدۂ یعقوب سے نور نظر جاتا رہا

ص۱۷۳

سن کر فسانہ یوسف ، یعقوب نے کہا + کرتا ہے چشم یار کو روشن جمال دوست

---

[1] کلیات آتش ، اردو اکیڈیمی سندھ کراچی ، مطبوعہ انجمن حمایت الاسلام پریس ، لاہور سنہ ۱۹۶۳ء صفحات کے حوالے اسی اڈیشن کے ہیں۔

ص ۲۳۸
مے یوسف کو لیکر آئی اگر اس میں دہانے کی حباب + ایک ایک ہوگا دیدہ یعقوب دریا میں حباب

ص ۲۴۲
جوہر پاک سے پاکیزہ گہر پیدا ہو + سلب یعقوبؑ سے یوسفؑ سا پسر پیدا ہو

فراق یار میں رو روکے آنکھوں کو میں کھووں گا ۔

میں ہوں یعقوبؑ کا ہم چشم وہ یوسفؑ کا ثانی ہے ص ۳۲۹

بوئے یوسفؑ سے ہوا تازہ دماغ یعقوبؑ

للّٰہ الحمد صبا مصر سے کنعان آئی ص ۳۳۳

دیدۂ یعقوبؑ سے دیکھا جو عالم کی طرف

یوسفؑ اس بازار میں ہر سو نظر آیا مجھے ص ۳۴۷

کیوں نہ یعقوبؑ کو یوسفؑ ہو عزیز

کس کو پیارا نہیں فرزند اپنا ص ۳۶۵

سر بازار تم سے جھگڑا چاہیے

ملائے یوسف یعقوب صورت ص ۵۰۰۰

حضرت یوسفؑ

ص ۴۲
یوسفؑ نہیں جو ہاتھ لگے چند درم سے + قیمت جو دو عالم کی ہے بیعانہ ہے اس کا

ص ۴۴
یوسف کی جستجو میں روانہ ہیں قافلے + نالاں جرس ہیں شور ہے کوس رحیل کا

ص ۵۵
دماغ حضرت یعقوب عاشق اسکو کہتے ہیں + ہوتی ہے بوئے یوسف یار کی پوشاک سے پیدا

راہ الفت میں نہیں اندیشۂ پست و بلند + گرگئے کب یوسفؑ یہاں چاہ کنعاں رہ گیا ص ۶۳

نہ کھنچتا تھا زلیخا کو دامن یوسفؑ + اسی کا پردۂ عصمت دریدہ ہوتا تھا ص ۶۱

ص ۶۹
کنویں میں یوسف کنعاں کو پھینکا اخوانوں نے + نہ سمجھے مصر کے چلنے کا بالا سراب ہوا

ذقن یار میں کی خط نے رسائی پیدا + چاہ یوسف میں خضر بھر تماشا اترا ص ۷۳

کون وارفتہ نہیں تیری طرح داری کا + حوصلہ سب کو ہے یوسفؑ کی خریداری کا ص ۷۶

اللہ رے جذب الفت یوسفؑ کو چاہ میں سے + باہر نکالتے ہی پھر کارواں نہ ٹھہرا ص ۸۲

جرس کی طرح سے نالے کریں گے بلبل باغ + اگر وہ یوسف گل پیرہن نظر آیا ص ۸۵

ص ۸۷
میں یوسف سے زمین و آسمان کا فرق ہے + خاک کا پتلا ہے یوسف یار ہکا نور کا

ص ۱۰۲ لڑکا
زلیخا کو دکھا اے آسمان تصویر یوسف کی + یہہ دل دیوانہ ہے جس کا ہی پیکر ہوا

ص ۱۱۱
انصاف کی ترازو میں تولا عیاں ہوا + یوسف سے تیرے حسن کا پلہ گراں ہوا

ص ۱۱۵
ہم رہی روح رواں کی تن خاکی نے نہ کی + ساتھہ یوسف کے زمانے سے یہہ زنداں نہ گیا

ص ۱۱۸
جگہ بدبین نے کی پہلوئے یار نیک طینت کے + الٰہی خیر کیجیو گرگ یوسف کے قرین آیا

ص ۱۲۰
مصر تک پہنچے نہ جو کنعان سے یوسف ہوچین + دست اخوان سے چھٹا تو بھیڑیا لے جائیگا

ص ۱۲۲
عداوت کی تو کیا حاصل نہ تھا معلوم اخوان کو + نکل کر چاہ سے یوسف عزیز کارواں ہوگا

ص ۱۲۳
یہ بہا حسن کا اس کے نہ بچے گا سودا + میں یوسف کٹتے ہوئیں گے خریدار جدا

ص ۱۲۴
عدم کو باز گشت روح ہے اک روز ہستی سے + ارادہ بھٹکا رہا ہے مصر سے یوسف کو کنعاں کا

ص ۱۲۵
جمال یار نے جو نقش اپنا اس میں بٹھلایا + دل مشتاق پر عالم ہوا یوسف کے زنداں کا

ص ۱۳۱
مطلب نہیں ہے عاشق یوسف سے پیار کو + وہ ترک آشنا نہیں زخمی شکار کا

ص ۱۳۲
سمایا دیدۂ مشتاق میں وہ غیرت یوسف + پسند کس کو کیا واہ یہ شکر ہمارا

ص ۱۳۶
یوسف سے حسن کے ہیں وہ جو کارواں ہیں + نالہ سرود کا ہے انہیں شور زنگ کا

ص ۱۳۷
دکھلائی شان طالع بیدار حسن نے + یوسف عزیز خواب کی تعبیر سے ہوا

ص ۱۵۲
جبیں مرہم وہ لعل روح اور ہو گیا + روئے زیبا حسن یوسف سے بہتر ہو گیا

ص ۱۵۶
جلوہ یوسف دکھایا حسن روئے یار نے + وہ لب جاں بخش نور دیدہ مریم ہوا

ص ۱۶۱
صورتیں کشتوں کی اپنے نہیں بھولا قاتل + خواب دیکھے ہیں جو یوسف نے مرے یاد ہیں سب

ص ۱۷۴
سن کر فسانہ یوسف یعقوب نے کہا + کرتہ ہے چشم یار کو روشن جمال درست
دوست

ص ۱۷۸
بو سے لیتا ہوں تو کہتا ہے وہ رشک یوسف + گرگ کی طرح سے پھاڑے مجھے کھاتے ہو جہت

ص ۱۹۰
یوسف لقا سے میں زیادہ نہ ہوئے گا + یوسف کو اپنی گرمی بازار پر گھمنڈ ہے

ص ۲۱۷
ہوگیا اس پر زلیخا کو یقین فانوس کا + حسن یوسف نے کیا روشن جو زنداں میں چراغ

پیدا کریگا یوسف گم گشتہ جذب عشق + تاثیر اس میں بھی ہے دعائے اسیر کی ص ۳۳۳

عالم کی سیر کیجئے آتش ملے گا یار + یوسف جو چاہیں آپ تو بازار دیکھئے ص ۳۳۵

فراق یار کو دل خوش جان ہو + یہ یوسف گرگ کی ہے مہمانی ص ۳۳۸

یوسف کے دیکھنے کا ہے آنکھوں کو اشتیاق + بند نقاب کو سر بازار توڑئیے ص ۳۴۲

مشتری حسن مجھ سا دوسرا عاشق نہیں + بیچنے یوسف آتی ہے گھر میں میرے بازار سے ص ۳۵۵

جلوہ قربانیان عشق کس دن وان نہیں + روز اس یوسف کی کو میں عید اسمٰعیل ہے ص ۳۵۷

خال رخ صبح ہے مدنظر مجھے + یوسف سے بھی عزیز ہے زنگی پسر مجھے ص ۳۶۱

دکھلائی دے جو آنکھوں کو یوسف کا کارواں + چلائیے جرس کی طرح سے پکار کے ص ۳۶۸

کنعان سے شہر مصر میں یوسف کو لے گئے + بازار میں بھی حسن کو آخر دکھا چکے ص ۳۷۵

صحبت اے پردہ نشین تجھ سے نہیں یوسف کو + قدر اس کی نہیں جو حسن کہ بازاری ہے ص ۳۷۶

منہ آئینے میں جو دیکھے وہ غیرت یوسف + ادھر یہ اور ادھر عکس انگلیاں کاٹے ص ۳۷۷

حسن یوسف ہے وہی رونق بازار اب تک + وہی کثرت ہے جو کثرت کہ خریدار کی تھی ص ۳۸۲

پھر رہا ہے آنکھوں میں حسن پردہ سوزاں کا + بے نقاب یوسف سے ہم سے آشنائی ہے ص ۳۸۳

دل کو گھر اس گل کی الفت کا بنایا چاہیے + بوئے یوسف سے یہ پیراہن بسایا چاہیے ص ۳۸۸

دل میں رکھتے ہیں محبت تری جو پوشیدہ + حسن یوسف سے ہیں روشن وہی زنداں کرتے ص ۳۹۳

دل یوسف سے نہ کیوں داغ محبت ہو عزیز + صاحب خانہ ہیں کہ خاطر مہماں کرتے ص ۳۹۳

اخوان کی علاوت سے ہوا شہرہ یوسف + کچھ پیش نہیں جاتی قسمت کے دھنی سے ص ۳۹۳

نکہت گل ہوں میں کیا مجھ کو گلستاں روکے + بوئے پیراہن یوسف کو نہ زنداں روکے ص ۳۹۵

وہی بازار گرمی ہے محبت کی ہنوز آتش + وہ یوسف کی خریداری جو آگے تھی سو اب بھی ہے ص ۳۰۳

عارف ہے وہ جو حسن کا جویا جہان میں ہے + باہر نہیں ہے یوسف اسی کاروان میں ہے ص ۳۰۳

نیک طینت کو بدی کا نہیں منظور عوض + انتقام اپنا نہ یوسف نے لیا اخوان سے ص ۳۰۷

نفس

کثیر بھی روح کے ھمراہ تن میں ھے + یوسف کے ساتھہ گرگ بھی اس پیرھن میں ھے ص ۲۱۲

یوسف میں اور یار میں اتنا ھی فرق ھے + اس کو چھپایا اس نے نکالا نقاب سے ص ۲۱۳

خواھاں تیرے ھر رنگ میں اے یار ھمیں تھے + یوسف تھا اگر تو ، تو خریدار ھمیں تھے ص ۲۱۷

نادان نہ ھو عقل عطا کی ھے خدا نے + یوسف کی طرح تم کو کوئی بیچ نہ ڈالے ص ۲۱۸

جرس کے ساتھہ دل رھتے ھیں نالا ں + ھے یوسف کا عاشق کاروان ھے ص ۲۲۱

باغ عالم میں نہیں اس شوخ سا کوئی حسین + گل ھے اپنا یار یوسف سبزہ بیگانہ ھے ص ۲۲۶

تیری فرقت میں اے یوسف خلیل وقت ھیں عاشق + غم و اندوہ و حرمان کی ھمیشہ مہمانی ھے ص ۲۲۹

جسے دیکھا وہ ماہ چار دہ مطلوب ھے اس کو + عزیز دل نہ ھو کیونکر عجب یوسف جوانی ھے ص ۲۲۹

~~فراق یار میں رو رو کے آنکھوں کو میں کھوونگا~~ + میں ھوں یعقوب کا ھم چشم وہ یوسف کا ثانی ھے ص ۲۲۹

جمال دوست ھوں یلمیس کے بدلے وقت آخیر + سخن کا سورۂ یوسف زبان قاری سے ص ۲۳۰

آگاہ جذب عشق زلیخا سے تھا نہ حسن + یوسف کو چاہ میں خبر کاروان نہ تھی ص ۲۳۶

کبھی دن تو ھو اے یوسف لقا تازہ دماغ اپنا + کبھی تو راہ ادھر بھی تیری بوئے پیرھن بھولے ص ۲۳۸

بوئے یوسف سے ھوا تازہ دماغ یعقوب + للّٰہ الحمد صبا مصر سے کنعان آئی ص ۲۴۳

ٹھوکریں مار کے مردوں کو ھے زندہ کرتا + ھے یوسف سے ھے اعجاز مسیحا باقی ص ۲۴۶

دیدۂ یعقوب سے دیکھا جو عالم کی طرف + یوسف اس بازار میں ھرسو نظر آیا مجھے ص ۲۴۷

ڈال دیتا ھوں جو میں اس کو گلے میں پیار کر + بوئے یوسف آنے لگتی ھے گلوں سے یار کے ص ۲۵۱

کام ھے اللہ سے عالم سے کچھہ مطلب نہیں + مشتری یوسف کے ھیں خواھاں نہیں بازار کے ص ۲۵۲

جو مشتری ھے بندہ ھے اس خوش جمال کا + یوسف بنے غلام خریدار کیلئے ص ۲۵۳

اندھیر ھے جو دم کی نہ اس کے روشنی + یوسف مرا چراغ ھے بازار کے لئے ص ۲۵۵

قید نقاب و قید سیاہ و حجاب و شرم + یوسف ھمارا رکھتا ھے زندان نئے نئے ص ۲۵۷

یوسف کی اک دکان میں نہ شوخ تلاش کی + بازار کون کون سے ابھی خبر کیلئے ص ۲۵۷

کمال

قریب ہے کہ کہیں آفتاب حشر طلوع + کمان تنگ ہے یوسف نقاب سے ہو تمام ص ۳۶۲

چھپاؤں بھائی سے میں خاک داغ سے سودا + درشت رو نہیں یوسف نقاب سے ہو تمام ص ۳۶۴

کہوں کہ یعقوب کو یوسف ہو عزیز + کس کو پیارا نہیں فرزند اپنا ص ۳۶۵

حسن سے دنیا میں دل کوشش پیدا ہو گیا + آگے اس بازار میں یوسف کا سودا ہو گیا ص ۳۶۷

کور مادر زاد بیٹا بھی جلنے سے کٹ سے + حسن روشن یار یوسف سے سوا ہو گیا ص ۳۶۸

کیا سمجھ کر اسے اخوان نے کنویں میں + خوب صورت نہیں یوسف سا برادر ملتا ص ۳۷۱

سنی گئے قصۂ یوسف زبان سے اس کی + کوئی ہماری طرف سے جو کارواں نکلا ص ۳۷۶

دکھائی دے مسے یوسف کی شکل آنکھوں کو + حجاب شوق تو دروازہ شوق زنداں کا ص ۳۸۸

نظارۂ یوسف ہو زلیخا کو مبارک + بدلے ہوئے ہے مصر کا بازار عجب روپ ص ۴۹۷

سر بازار تم سے جب کہ چاہیے + ملالے یوسف یعقوب صورت ص ۵۰۰

سینکڑوں مصر محبت میں مہر کنعاں سے + چاہیے اختر اقبال خریدار بلند ص ۵۱۲

یوسف کا مول دے کے ابھی لے جو ہاتھ آئے + بخت العجب ہے آتش یہ خوار کی پسند ص ۵۱۴

یہ حسن یار کی قیمت بڑھ ہائی + نہ تھا یوسف کا ورنہ اس قدر مول ص ۵۲۲

اہل جہاں برادر یوسف ہیں ہزار + یوسف کے واسطے ہیں یہ گرگ بغل تمام ص ۵۲۳

ہوتا ہے یہ نقاب یوسف سے ہم کو روشن + ناقص ہیں آشکارا ایسے کمال کر تر ص ۵۳۱

ہنس کر کلام ہم سے یوسف جمال کرتے + کانوں کو آشنائے فرخندہ خیال کرتے ص ۵۳۱

جاتا ہے جو مجھ سا تشنۂ دیدار حسن + ذکر یوسف کرتے لگتے ہیں کھوتے جاہ کرے ص ۵۵۳

قصہ حضرت داودؑ علیہ السلام کا

ہمارے شعر و ادب میں حضرت داودؑ ع کا ذکر ان کی خوش نوائی اور لحن کے سلسلے میں بار بار آتا ہے ۔ ان کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ہے ۔

ولقد آتینا داود منا فضلا ۔ انی بما تعملون بصیر (سورہ   ۔ آیت ۱۰ ۔ ۱۱)

" اور ہم نے داودؑ ع کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی تھی اے پہاڑو داودع کے ساتھ بار بار تسبیح کرو (اور اسی طرح) پرندوں کو بھی حکم دیا ، اور ہم نے ان کے واسطے لوہے کو (مثل موم) نرم کردیا اور یہہ حکم دیا کہ تم پوری زرہیں بناؤ اور کڑیوں کے جوڑنے میں اندازہ رکھو اور تم سب نیک کام کیا کرو ۔ میں تمہارے سب کے اعمال دیکھ رہا ہوں ۔

ایک اور موقع پر زیادہ تفصیل سے حضرت داودع کا ذکر یوں ہے ۔

اصبر علی ما یقولون واذکر عبدنا داود ذا الاید ...... بما نسوا یوم الحساب

(سورہ ص ، آیت ۱۷ تا ۲۶)

" آپ ان لوگوں کے اقوال پر صبر کیجئے اور ہمارے بندے داودع کو یاد کیجئے جو بڑی قوت اور ہمت والے تھے وہ (خدا کی طرف) بہت رجوع ہونے والے تھے ، ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ان ساتھ شام اور صبح تسبیح کیا کریں اور اسی طرح پرندوں کو بھی جو تسبیح کے وقت ان کے پاس جمع ہو جاتے تھے ، سب ان کی تسبیح کی وجہہ سے مشغول ذکر رہتے اور ہم نے ان کی سلطنت کو بڑی قوت دی تھی اور ہم نے ان کو حکمت اور فیصلہ کرنے والی تقریر عطا فرمائی تھی اور بھلا آپ کو ان اہل مقدمہ کی خبر بھی پہنچی ہے جبکہ وہ لوگ (داودع کے) عبادت خانے کی دیوار پھاند کر داودؑ کے پاس آئے تو وہ (ان کے اس طرح آنے سے) گھبرا گئے ، وہ لوگ کہنے لگے آپ ڈرے نہیں ہم دو اہل معاملہ ہیں کہ ایک نے دوسرے پر کچھہ زیادتی کی ہے ، سو آپ ہم میں انصاف سے فیصلہ کر دیجئے ، اور بے انصافی نہ کیجئے اور ہم کو معاملہ کی سیدھی راہ بتا دیجئے ، پھر ایک شخص بولا ، صورت مقدمہ یہہ ہے کہ یہہ شخص میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے سو یہہ کہتا ہے کہ وہ بھی مجھکو دے ڈال ، اور بات چیت میں مجھکو دباتا ہے ، داودع نے کہاکہ یہہ جو تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کی درخواست

کرتاہے تو واقعی تجھہ پر ظلم کرتا ہے اور اکثر شرکاء کی عادت ہے کہ ایک دوسرے پر یوں ہی زیادتی

کیا کرتے ہیں مگر ہاں جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت ہی

کم ہیں اور داودؑ کو خیال آیا کہ ہم نے ان کا امتحان کیا ہے ، سو انھوں نے اپنے رب کے

سامنے توبہ کی اور سجدہ میں گرپڑے اور رجوع ہوئے ، سو ہم نے ان کو (وہ امر) معاف کردیا اور

ہمارے یہاں ان کے لئے خاص قرب اور اعلیٰ درجہ کی نیک انجامی ہے - اے داودؑ ہم نے تم کو

زمین میں خلیفہ بنایا ہے - سو لوگوں میں انصاف کیساتھہ فیصلہ کرتے رہنا اور آیندہ بھی نفسانی

خواهش کی پیروی مت کرنا اگر ایسا کروگے تو وہ خدا کے راستے سے تم کو بھٹکا دے گی اور جو لوگ

خدا کے راستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہوگا - اس وجہہ سے کہ وہ روز حساب کو بھولے

رہے - "

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اللہ نے زمین میں اپنا خلیفہ نہیں بنایا - لہٰذا سابق میں جو یہ بات لکھی ہے اُسکی اصلاح کی جائے

ایک جگہ حضرت داودؑ کا جالوت کے قتل کے سلسلہ میں ذکر یوں آیا ہے -

و قتل داود .... علی العلمین - (سورۃ البقرہ آیت ۲۵۱) اور

داودؑ نے جالوت کو قتل کر ڈالا اور ان کو (یعنی حضرت داودؑ کو) اللّٰہ تعالیٰ نے سلطنت

اور حکمت عطا فرمائی اور بھی جو منظور ہوا ان کو تعلیم فرمایا - اور اگر یہ بات درست نہ ہوتی

کہ اللہ بعضے آدمیوں کو بعضوں کے ذریعے سے دفع کرتے رہا کرتے ہیں تو سرزمین تمام فساد سے

پر ہوجاتی لیکن اللّٰہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں جہان والوں پر ---"

قرآن حکیم میں حضرت داودؑ کے متعلق ان ارشادات سے نہ صرف ان کی تسبیح خوانی اور خوش

الحانی کا پتہ چلتا ہے بلکہ ان کی سلطنت کی شان و شوکت ان کی قوت ان کے علم و حکمت

ان کی قوت فیصلہ اور دیانت داری ، خوف خدا ، عبادت و استغفار اور باطل کو دفع کرنے کی

صلاحیتوں کا بھی اندازہ ہوتا ہے لیکن ہمارے اکثر و بیشتر شعرا نے ان صفات میں سے صرف

ان کے لحن کا ہی ذکر کیا ہے اور بعض نے ان کے لوہے ، کے علم اور ان کی طاقت کا بھی حوالہ

دیا ہے یہہ اشعار دیکھئے :-

کوئی بن آگے مردان خدا کے چل نہیں سکتا + کف داودؑ کا میں یکساں ہے عالم موم و آہن کا

(آتش)

خوش الحان نالہ کش مجھہ سا نہ ہوگا باغ عالم میں + غذا میری دہان گندم داودؑ خالی ہے

یاد الٰہی میں جو نعرۂ یا ہو کیا + بھول گئے وحش و طیر نغمۂ داودؑ کا

(آتش)

قصہ حضرت سلیمان ؑ کا

قصص قرآنی میں حضرت سلیمانؑ کا قصہ بھی شعر و ادب میں عام دلچسپی کا مرکز رہا ہے قرآن حکیم میں بار بار حضرت سلیمانؑ کا ذکر آیا ہے :-

ولقد اتینا داود و سلیمٰن علما .... و اسلمت مع سلیمٰن للہ رب العالمین

(سورہ النمل آیت ۱۵ تا - ۴۴)

" اور ہم نے داودؑ اور سلیمان ؑ کو (شریعت اور ملک داری کا) علم عطا فرمایا اور ان دونوں نے (ادائے شکر کے لئے) کہاکہ تمام تعریفیں اللہ کے واسطے سزاوار ہیں جس نے ہم کو اپنے بکثرت ایمان والے بندوں پر فضیلت دی اور داودؑ کی وفات کے بعد ان کے قائم مقام سلیمانؑ ہوئے اور انھوں نے (اظہار شکر کے لئے کہا) کہ اے لوگو ہم کو پرندوں کی بولی (سمجھنے) کی تعلیم کی گئی ہے اور ہم کو سامان سلطنت کے متعلق ہر قسم کی ضروری چیزیں دی گئی ہیں واقعی یہ اللہ تعالی کا کھلا فضل ہے اور سلیمانؑ کے لئے جوان کا لشکر جمع کیا گیا ان میں جن بھی تھے اورانسان بھی اور پرندے بھی (جو کسی بادشاہ کے مسخر نہیں ہوتے) اور اس کثرت سے تھے کہ اُن کو چلنے کے وقت روکا جاتا تھا ، یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے ایک میدان میں آئے تو ایک چیونٹی نے (دوسری چیونٹیوں سے) کہا کہ اے چیونٹیو اپنے اپنے سوراخوں میں جاگھسو کہیں تم کو سلیمان ؑ اور ان کا لشکر بے خبری میں نہ کچل ڈالیں ، سوسلیمانؑ اس بات سے مسکراتے ہوئے ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ اے میرے رب مجھ کو اس پر مداومت دیجئے کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپ نے مجھکو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں اور اس پر بھی مداومت دیجئے کہ میں نیک کام کیا کروں جس سے آپ خوش ہوں اور مجھکو اپنی رحمت خاصہ سے (اعلی درجے کی) نیک بندوں میں داخل رکھئے ، اور ایک بار یہ قصہ ہوا کہ سلیمان ؑ نے پرندوں کی حاضری لی تو ھد ھد کو نہ دیکھا تو فرمایا کہ یہ کیا بات ہے کہ میں ھدھد کو نہیں دیکھتا ، کیا کہیں غائب ہوگیا ہے - میں اس کو غیر حاضری پر سخت سزادونگا یا اس کو ذبح کرڈالونگا یا وہ کوئی صاف حجت اور عذر غیر حاضری کا میرے سامنے پیش کرےسو تھوڑی ہی دیر میں وہ آگیا اور سلیمان ؑ

سے کہنے لگا کہ میں ایسی بات معلوم کرکے آیا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں ہوئی ، اور (اجمالاً بیان کر
اسکا یہہ ہے) کہ میں آپ کے پاس قبیلہ سبا کی ایک تحقیق خبر لایا ہوں۔ میں نے ایک عورت کو
دیکھا وہ ان لوگوں پر بادشاہی کررہی ہے اور اس کو سلطنت کے لوازم میں سے ہرقسم کاسامان
میسر ہے اور اس کے پاس ایک بڑا اور قیمتی تخت ہے ، میں نے اس کو اور اس (عورت کی) قوم کو
دیکھا کہ وہ خدا کی عبادت کو چھوڑکر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں۔اور شیطان نے ان کے ان اعمال
(کفریہ) کو ان کی نظر میں مرغوب کررکھا ہے ، اور ان کو راہ حق سے روک رکھا ہے سو وہ
راہ حق پر نہیں چلتے کہ اس خداکو سجدہ نہیں کرتے جو ایسا قادر ہے کہ آسمان اور زمین کی
پوشیدہ چیزوں کو (جن میں بارش اور نباتات بھی ہے) باہر لاتا ہے اور (ایسا عالم ہے)کہ
تم لوگ جو کچھہ دل میں پوشیدہ رکھتے ہو اور جو کچھہ (زبان وغیرہ سے) ظاہر کرتےہووہ سب
کو جانتا ہے ۔ پس اللہ ہی ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور وہ عرش عظیم کا
مالک ہے۔ سلیمان ؑ نے (یہہ سنکر) فرمایا کہ ہم ابھی دیکھے لیتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے
یا جھوٹوں میں سے ہے ۔ (اچھا میرا یہہ خط لے جا اور اس کو اس کے پاس ڈال دینا (پھر
ذرا وہاں سے ہٹ جانا پھر دیکھنا کہ آپس میں کیا سوال و جواب کرتے ہیں ، بلقیس نے (پڑھکر
اپنے سرداروں سے مشورہ کے لئے) کہا کہ اے اہل دربار میرے پاس ایک خط (جسکا مضمون) کہا
باوقعت ہے ڈالا گیا ہے وہ سلیمان ؑ کی طرف سے ہے اور اس میں یہہ مضمون ہے اول بسم اللہ
الرحمن الرحیم ، اوراس کے بعد یہہ کہ تم لوگ میرے مقابلہ میں تکبر مت کرو اور میرے پاس مطیع ہوکر چلے
کر چلے آؤ۔ بلقیس نے کہاکہ اے اہل دربار تم مجھکو میرے اس معاملہ میں رائے دو(کہ مجھکوسلیمان کا
کے ساتھہ کیا معاملہ کرنا چاہیے) میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک کہ تم لوگ
میرے پاس موجود نہیں ہو ، وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم بڑے طاقت ور اور بڑے لڑنے والے ہیں اور(آیندہ
اختیار تم کو ہے سو تم ہی (مصلحت) دیکھہ لو، جو کچھہ (تجویز کرکے) حکم دینا ہو ۔۔
بلقیس کہنے لگی کہ والیان ملک کا قاعدہ ہے کہ جب کسی بستی میں (مخالفانہ طور پر) داخل
ہوتے ہیں تو اس کو تہ و بالا کردیتے ہیں اور اس کے رہنے والوں میں جو عزت دار ہیں ان کو
ذلیل کیا کرتے ہیں اور یہہ لوگ بھی ایسا ہی کرینگے اور میں ان لوگوں کے پاس کچھہ ہدیہ بھیجتی

ہوں پھر دیکھوں گی کہ وہ فرستادے (وہاں سے) کیا (جواب) لے کر آتے ہیں سو جب وہ فرستادہ سلیمان ؑ کے پاس پہنچا اور تحفے پیش کئے تو (سلیمان ؑ نے) فرمایاکیا تم لوگ (یعنی بلقیس وغیرہ) مال سے میری امداد کرتے ہو، سو (سمجھ رکھو) اللہ نے جو کچھ مجھ کو دے رکھا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تم کو دے رکھا ہے ، ہاں تم ہی اپنے اس ہدیہ پر اتراتے ہوگے (سو یہ تحفے ہم نہ لیں گے) تم ان کو لیکر ان لوگوں کے پاس لوٹ جاؤ سو ہم ان پر ایسی فوجیں بھیجتے ہیں کہ ان لوگوں سے ان کا ذرا مقابلہ نہ ہوسکے گا ۔ اور ہم ان کو وہاں سے ذلیل کرکے نکال دینگے اور وہ ہمیشہ کے لئے ماتحت ہو جائینگے ۔ سلیمان ؑ (کو وحی سے یا کسی طیر وغیرہ سے اس کا چلنا معلوم ہوا تو انہوں) نے فرمایا کہ اے اہل دربار تم میں کوئی ایسا ہے جو اس(بلقیس) کا تخت قبل اس کے کہ وہ لوگ میرے پاس مطیع ہوکر آئیں حاضر کردے ، ایک قوی ہیکل جن نے جواب میں عرض کیا کہ میں اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کردونگا قبل اس کے کہ آپ اپنے اجلاس سے اٹھیں اور (گو وہ بہت بھاری) ہے مگر میں اس کے لانے پر طاقت رکھتا ہوں (اور گو وہ بڑا قیمتی مرصع جواہرات سے ہے مگر) امانت دار بھی ہوں جس کے پاس کتاب کا علم تھااس علم والے نے اس جن سے کہا کہ میں اس کو تیرے سامنے تیری آنکھ کے جھپکنے سے پہلے لاکر کھڑا کرسکتا ہوں ، پس جب سلیمان ؑ نے اس کو اپنے روبرو رکھا دیکھا تو (خوش ہوکر شکر کے طور پر) کہنے لگے کہ یہ بھی میرے پروردگار کا ایک فضل ہے تاکہ وہ میری آزمائش کرے کہ میں شکر کرتا ہوں (یاخدا نخواستہ ناشکری کرتا ہوں اور ظاہر ہے کہ جو شخص شکر کرتاہے وہ اپنے ہی نفع کے لئے شکر کرتا ہے اور اسی طرح جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب غنی ہے اور کریم ہے ، اس کے بعد سلیمان ؑ نے (بلقیس کی عقل آزمانے کے لئے) حکم دیا کہ اس کے لئے اس کے تخت کی صورت بدل دو ہم دیکھیں کہ اس کو اس کا پتہ لگتا ہے یا اس کا ان ہی میں شمار ہے جن کو ایسی باتوں کا پتہ نہیں لگتا سو جب بلقیس آئی تو اس سے (تخت دکھاکر) کہاگیاکہ کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے وہ کہنے لگی ہاں ہے تو ایسا ہی اور یہ بھی کہا کہ ہم لوگوں کو تو اس واقعہ سے پہلے ہی (آپ کی نبوت کی تحقیق ہوچکی ہے اور ہم اسی وقت سے دل سے) مطیع ہوچکے ہیں ۔ اور اس کو (ایمان لانے سے) غیر اللہ کی عبادت نے (جس کی اس کوعادت

تھی ، روک رکھا تھا اور وہ عادت اس لئے پڑگئی تھی کہ وہ کافر قوم میں کی تھی بلقیس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو (~~وہ چلیں راہ میں حوض آیا~~) تو جب اس کا صحن دیکھا تو اس کو پانی سے بھرا ہوا سمجھا) اور اس کے اندر گھسنے کے لئے اپنی دونوں پنڈلیاں کھولدیں (اس وقت) سلیمان ع نے فرمایا کہ یہہ تو ایک محل ہے جو شیشوں سے بنایا گیا ہے اس وقت بلقیس کہنے لگیں اے میرے پروردگار میں نے اب تک ، اپنے نفس پر ظلم کیا تھا (کہ شرک میں مبتلا تھی) اور میں اب سلیمان ع کے ساتھہ ہوکر رب العالمین پر ایمان لائی ="

دیگر قرآنی قصص کی طرح اس میں بھی پند و نصائح کا ایک خزانہ ہے ۔ حضرت سلیمان جاہ و جلال ، شان و شوکت ، عظمت و حشمت مال و دولت ، تخت و سلطنت کا نشان ہیں ان کی حکومت صرف انسانوں پر ہی نہیں جنوں اور وحوش و طیور پر بھی چلتی ہے اور یہہ سب اللہ تعالیٰ[1] کا احسان ہے کہ جسے جو چاہتا ہے بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے ۔ حضرت سلیمان ع انسان کے علاوہ جنوں اور وحوش و طیور کی زبان بھی سمجھتے ہیں یہہ بات کس قدر عجیب ہے کہ جانوروں کی زبان کے متعلق تحقیق اب کہیں بیسویں صدی کے ربع آخر میں تفتیش کے ابتدائی مراحل میں داخل ہوئی ہے اور ماہرین لسانیات نے شہد کی مکھیوں اور بندروں کی بعض اقسام کی بولیوں کی تحقیق کی ہے حضرت سلیمان ع کے قصے میں اس کے امکانات کا الہامی ثبوت موجود ہے ۔ حضرت سلیمان ع کو علم بھی عطا ہوا تھا اور یہہ بھی اللہ تعالیٰ کے انعامات و اکرامات میں سے ہے ، اور اس سبب کیلئے حضرت سلیمان ع اللہ تعالیٰ کے شکر گزار تھے ۔

ہمارے شاعروں اور ادیبوں نے دیگر الہامی قصوں کی طرح حضرت سلیمان ع کے قصے کے بھی صرف چند عناصر پر خاص طور سے تو جہہ کی ہے جس کا اندازہ ان اقتباسات سے ہوسکتا ہے جو کلیات آتش سے لئے گئے ہیں۔

حاشیہ[1] حوالہ کے لئے دیکھئے

حضرت سلیمانؑ

خاتم دست سلیمانؑ قدر کیا رکھتی ہے یاں + لوح محفوظ اک نگینہ ہے ہمارے نام کا ص ۷۹

عاشق اس غیرت بلقیس کا ہوں اے آتش + بام تک جس کے کبھی مرغ سلیمانؑ نہ گیا ص ۱۱۶

گیا بلقیس تک شوقیہ مکتوب سلیمانؑ کا + قرآن شمس و ماہ کا دورہ قمری آیا ص ۱۱۷

خدا و پنجتن کے عشق نے اس میں جگہ کی ہے + نگیں دل پر اپنے نقش ہے مہر سلیمان کا ص ۱۲۵

چراغ سے نہ ہوگی دیو کے زیر نگیں کشور + تصرف ہے تو انگشت سلیمانؑ میں ہے خاتم کا ص ۱۲۹

رتبہ ہے پست تخت سلیمانؑ کا اے پری + پایہ بہت بلند ہے تیرے پلنگ کا ص ۱۳۶

دیوانہ ہوا دیکھ کے پریوں کی ادائیں + وحشت نے مجھے ملک سلیمانؑ سے نکالا ص ۱۵۲

تو ہے محبوب اسے ادنیٰ ہو کہ اعلیٰ اس میں + دم بھرا کرتا ہے حور اور سلیمانؑ تیرا ص ۱۵۸

تلے سیلانی ہیں پریاں خانہ زنجیر میں + وقت کا اپنے سلیمانؑ ہے تیرا دیوانہ آج ص ۱۷۹

کعبہ ساں جائے ادب ہے چار دیوار لحد + یاں قدم رکھتا ہے تخت اپنا سلیمانؑ چھوڑا ص ۱۹۳

بادشاہی سے فقیری کا ہے پایہ بالا + بوریا چھوڑ کے کیا تخت سلیمانؑ مانگوں ص ۲۵۲

کیا گو نقش پائے مور ہم کو خاکساری نے + جواب بھی چاہیں تو تخت سلیمانؑ مول لیتے ہیں

فقیری سلطنت ہے خاکسار کوئے جاناں کو + مبارک جام ہو جمشید کو خاتم سلیمانؑ کو ص ۳۱۷

ہوں وہ دیوانہ کہ اپنا نام رٹنے کے لئے + اک پری نے دی ہے تسبیح سلیمانیؑ مجھے ص ۳۳۲

سلیمانؑ ہم ہیں اے محبوب جانی + سمجھتے ہیں تجھے بلقیس ثانی ص ۳۲۷

چاہتا ہوں اس پری پیکر سے دست آویز وصل + عہد نامہ پر مگر مہر سلیمانؑ چاہیے ص ۳۸۶

وہ رشک پری ذکر جو کرتا ہے ہمارا + کہتی ہے صبا آگے سلیمانؑ کی قسم سے ص ۴۰۵

ہوا سے اڑ کے پہنچا اس پری پیکر کے کوچے میں + وہ مجنوں ہوں جسے تخت سلیمانؑ ناتوانی ہے ص ۴۱۹

ہم سے دیوانے بھی ہوویں گے پری کے سائل + اس طرف سے جو سواری سلیمانؑ آئی ص ۴۲۳

اے پری شیفتہ ہوتے تری جن و انسان + عشق بازوں سے سلیمانؑ کا لشکر ملتا ص ۴۷۱

اقبال نے اپنے مخصوص انداز میں قصص قرآنی سے بہت سے ایسے مضامین اخذ کئے ہیں جو عام شعر

کے نظر انداز کردئے ہیں ، مثلاً ان کی مشہور نظم خضر راہ میں شاعر خضر سے جو مختلف سوالات

کرتا ہے ان میں ایک یہہ بھی ہے۔

زندگی کا راز کیا ہے ؟ سلطنت کیا چیز ہے ؟

اور خضر کا جواب سنئے ۔

آبتاوں تجھہ کو رمز آیہ ان الملوک + سلطنت اقوام غالب کی ہے اک جادو گری

اور یہہ وہی آیت ہے جو حضرت سلیمان کے قصے میں بلقیس کی زبانی آئی ہے

قالت ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا و جعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ ۲۷/۳۴

کہنے لگی کہ والیان ملک جب کسی بستی میں (مخالفانہ طور پر) داخل ہوتے ہیں تو

اس کو تہہ و بالا کردیتے ہیں اور اس کے رہنے والوں میں جو عزت دار ہیں ان کو ذلیل کیا

کرتے ہیں۔

حضرت سلیمان ہی سے متعلق بعض اور اشعار بھی ہیں ، مرزا غالب اپنے مخصوص انداز میں کہتے

ہیں۔

اک کھیل ہے اورنگ سلیمان مرے نزدیک + اک بات ہے اعجاز مسیحا مرے آگے

قصہ حضرت ابراھیم ع اور حضرت اسمعیل ع کا

قرآن حکیم میں حضرت ابراھیم ع اور حضرت اسمعیل ع کا قصہ مختلف مقامات پر مذکور

ہے اور ان کڑیوں کو ملاکر ہی یہہ عظیم داستان مکمل ہوتی ہی، سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہوا ہے

و اذا ابتلٰی ابراھیم ربہ .... ویعقوب

فلا تموتن الا و انتم مسلمون ط (آیت ۱۲۴ تا ۱۳۲)

اور جس وقت امتحان کیا حضرت ابراھیم ع کا ان کے پروردگار نے چند باتوں میں اور وہ ان کو

پوری طور سے بجالائے (اس وقت) اللہ تعالٰی نے (ان سے) فرمایا کہ میں تم کو لوگوں کا مقتدا

بناونگا، انھوں نے عرض کیا اور میری اولاد میں سے بھی کسی کو (امامت دئے) ارشاد ہوا کہ

میرا (یہ) عہدہ (امامت) خلاف ورزی کرنے والوں کو نہ ملے گا اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے

کہ جس وقت ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا معبد (اور مقام) امن مقرر کیا اور مقام ابراھیم کو

(کبھی کبھی) نماز پڑھنے کی جگہ بنا لیا کرو اور ہم نے حضرت ابراھیم ع اور حضرت اسماعیل

کی طرف حکم بھیجا کہ میرے (اس) گھر کو خوب پاک صاف رکھا کرو طواف کرنے والوں کیلئے اور اعتکاف کرنے والوں

(کی عبادت) کے واسطے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے واسطے، اور جس وقت ابراھیم (دعا

میں) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اس کو ایک (آباد) شہر بنا دیجئے، امن (و امان) والا

اور اس کے بسنے والوں کو پھلوں سے بھی عنایت کیجئے ان کو کہتا ہوں جوکہ ان میں سے اللہ تعالٰی پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہوں، حق تعالٰی نے ارشاد فرمایا اور اس شخص کو بھی جو

کہ کافر ہے سو ایسے شخص کو تھوڑے روز تو خوب آرام برتاونگا اور پھر اس کو کشاں کشاں عذاب دوزخ میں

پہنچاونگا اور وہ پہنچنے کی جگہ تو بہت بری ہے اور جب کہ اٹھا رہے تھے ابراھیم علیہ السلام

دیواریں خانہ کعبہ کی اور اسمعیل ع بھی (اور یہ کہتے جاتے تھے) اے ہمارے پروردگار یہ خدمت

ہم سے قبول فرمائے بلا شبہ آپ خوب سننے والے جاننے والے ہیں - اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنا اور

زیادہ مطیع بنالیجئے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کیجئے جو آپ کی مطیع

ہو اور (نیز) ہم کو ہمارے حج (وغیرہ) کے احکام بھی بتلادیجئے اور ہمارے حال پر توجہ

رکھئے اور فی الحقیقت آپ ہی ہیں توجہ فرمانے والے مہربانی فرمانے والے، اے ہمارے پروردگار اور

سے ذیل کا ترجمہ یہیں تک ٹھیک کر لیا گیا ہے لقمان

اس جماعت کے اندر انہی مین کے ایک ایسے پیغمبر بھی مقرر کیجئے جو ان کو آپ کی آئتیں پڑھ پڑھکر سنایا کرین اور ان کو (آسمانی کتاب کی اور خوش فہمی کی تعلیم دیا کرین اور ان کو پاک کردین بلا شبہ آپ ہی ہین غالب القدرت ، کامل الانتظام ، اور ملت ابراهیمی سے تو وہی روگردانی کرے گا جو اپنی ذات ہی سے احمق ہو ، اور ہم نے ان (ابراہیم ؑ) کو دنیا مین منتخب کیا اور (اسی کی بدولت) وہ آخرت مین بڑے لائق لوگون مین شمار کیے جاتے ہین جب کہ انکے پروردگار نے ان سے فرمایا کہ تم اطاعت اختیار کرو انھون نے عرض کیا کہ مین نے اطاعت اختیار کی رب العالمین کی ، اور اسی کا حکم کرگئے ہین ابراہیم ؑ اپنے بیٹون کو اور (اسی طرح) یعقوب ؑ بھی ۔"

اسی خانہ کعبہ کے متعلق سورہ آل عمران مین ارشاد ہے ۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰہ .... فَاِنَّ اللّٰہَ غنِیٌّ عَنِ الْعٰلمین

(آیت ۹۵- ۹۷)

"آپ کہہ دیجئے کہ اللّٰہ تعالی نے سچ کہہ دیا سو تم ملت ابراہیم ؑ کا اتباع کرو جس مین ذرا کجی نہین اور وہ مشرک بھی نہ تھے ، یقینا" وہ مکان جو سب سے پہلے لوگون کے لئے مقرر کیا گیا وہ مکان ہے جوکہ مکہ مین ہے ، جس کی حالت یہہ ہے کہ وہ برکت والا ہے اور جہان بھر کے لوگون کا رہنما ہے ۔ اس مین کھلی نشانیان ہین (منجملہ ان کے) ایک مقام ابراہیم ہے اور جو شخص اس مین داخل ہو جاوے وہ امن والا ہو جاتا ہے اور اللّٰہ کے واسطے لوگون کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا ہے (یعنی) اس شخص کے ذمہ جو کہ طاقت رکھے وہان تک سبیل کی اور جو شخص منکر ہو تو اللّٰہ تعالی تمام جہان والون سے غنی ہین ۔"

اس قصے کی دوسری کڑی مطالعہ کائنات سے حضرت ابراہیم ؑ کا اپنی قوم کو اللّٰہ کی عبادت کی دعوت دینے کا واقعہ ہے ۔ سورۂ الانعام مین ارشاد ہے ۔

واذ قال ابراھیم .... و ھم مھتدون

(آیت ۷۴ - ۸۲)

اور (وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے) جب ابراہیم[4] نے اپنے باپ آزر سے فرمایا کہ تو بتوں کو معبود قرار دیتا ہے بیشک میں تجھ کو اور تیری ساری قوم کو صریح غلطی میں دیکھتا ہوں اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیم ع کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھلائیں (تاکہ وہ عارف ہوجائیں اور تاکہ کامل یقین کرنے والوں سے ہو جائیں پھر جب رات کی تاریکی ان پر چھاگئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے ، سو جب وہ غروب ہوگیا تو فرمایا میں غروب ہوجانے والوں سے محبت نہیں رکھتا ، پھر جب چاند کو چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا یہ میرا رب ہے سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر میرا رب مجھکو ہدایت نہ کرتا رہے تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں ، پھر جب آفتاب کو چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے ، یہ تو سب سے بڑا ہے سو جب وہ غروب ہو گیا تو فرمایا اے میری قوم بیشک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں ، میں یکسو ہوکر اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہو اور ان سے ان کی قوم نے حجت شروع کی ، فرمایا کہ کیا تم اللہ کے معاملہ میں مجھ سے حجت کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھکو طریقہ بتلا دیا ہے اور میں ان تمام چیزوں سے جن کو تم اللہ کیساتھ شریک بناتے ہو نہیں ڈرتا ، لیکن ہاں اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے ، میرا پروردگار ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے ، کیا تم پھر خیال نہیں کرتے اور میں ان چیزوں سے کیسے ڈروں جن کو تم نے شریک بنایا ہے حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ تعالی کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جس پر اللہ تعالی نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی ، سو ان دو جماعتوں میں سے اس کا زیادہ مستحق کون ہے اگر تم خبر رکھتے ہو ، جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کیساتھ مخلوط نہیں کرتے ایسے ہی لوگوں کے لئے امن ہے اور وہی راہ پر چل رہے ہیں) :- "

یہی وہ واقعہ ہے جس کی طرف علامہ اقبال نے بانگ درا میں اپنی مشہور نظم خضر راہ کے میں اس شعر میں اشارہ کیا ہے -

وہ سکوت شام صحرا میں غروب آفتاب

جس سے روشن تر ہوئی چشم جہان بین خلیل

باب

حضرت ابراھیم ؑ نے جس طرح اپنے والد آزر اور اپنی قوم کو شرک سے ھٹا کر راہ راست پر لانے کی کوشش کی ، اس کا ذکر بار بار آیا ھے ۔ سورۂ مریم میں ارشاد ھے ۔

" و اذکر فی الکتٰب ابراھیم ....

لسان صدق علیاً -- (19/ آیت ۴۱ -- ۵۰)

" اور اس کتاب میں ابراھیم ؑ کا (قصہ) ذکر کیجئے ، وہ بڑے راستی والے اور پیغمبر تھے جب کہ انھوں نے اپنے باپ سے (جو کہ مشرک تھا) کہاکہ اے میرے باپ تم ایسی چیز کی کیوں عبادت کرتے ھو جو نہ کچھ سنے اور نہ کچھ دیکھے ، اور نہ تمہارے کچھ کام آسکے ، اے میرے باپ میرے پاس ایسا علم پہنچا ھے جو تمہارے پاس نہیں آیا ، تم میرے کہنے پر چلو تم کو سیدھا راستہ بتلاوں گا ، اے میرے باپ تم شیطان کی پرستش مت کرو، بیشک شیطان رحمٰن کی نافرمانی کرنے والا ھے ۔ اے میرے باپ میں اندیشہ کرتا ھوں کہ تم پر رحمن کی طرف سے کوئی عذاب نہ آپڑے اور پھر تم (عذاب میں) شیطان کے ساتھی ھو جاؤ (اُس باپ نے) جواب دیا کیا تم میرے معبودوں سے پھرے ھوئے ھو ۔ اے ابراھیم اگر تم باز نہ آئے تو میں ضرور تم کو (مار پتھروں کے) سنگسارکر دونگا اور ھمیشہ ھمیشہ کے لئے مجھ سے برکنار ھو ، ابراھیم ؑ نے کہا میرا سلام لو اب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت کی دعا کرونگا ، بیشک وہ مجھ پر بہت مہربان ھے اور میں تم لوگوں سے اور جن کی تم خدا کو چھوڑکر عبادت کررھے ھو ان سے کنارہ کرتا ھوں ، اور علیحدہ ھوکراطمینان سے اپنے رب کی عبادت کرونگا ، امید ھے کہ اپنے رب کی عبادت کرکے محروم نہ رھوں گا پس جب ان لوگوں سے اور جن کی وہ لوگ خدا کو چھوڑکر عبادت کرتے تھے ان سے علیحدہ ھوگئے تو ھم نے ان کو اسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عطا فرمایا اور ھم نے ان دونوں میں سے ھر ایک کو نبی بنایا اور ان سب کو ھم نے اپنی رحمت کا حصہ دیا اور (آیندہ نسلوں میں) ھم نے انکا نام نیک اور بلند کیا ۔۔۔"

حضرت ابراھیم کے الہامی قصے کے دو نہایت اہم واقعات ہیں ان کا آگ میں ڈالا جانا اور اللہ کے حکم سے اپنے بیٹے حضرت اسمعیل ؑ کی قربانی کے لئے راضی ھو جانا ھے ۔ ان واقعات کو قرآن حکیم میں سورۃ الصٰفّٰت میں یوں بیان کیا گیا ھے ۔

شیفتہ

وان من شیعتہ لابراھیم .... انی ذاھب الی ربی سیھدین

(۳۷/آیت ۸۳- ۹۹)

اور (نوح کے) طریقہ والوں میں سے ابراھیم بھی تھے ، جب کہ وہ اپنے رب کی طرف صاف دل سے متوجہہ ہوئے ، جب کہ انھوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس (واھیات) چیز کی عبادت کیا کرتے ہو ، کیا جھوٹ موٹ کے معبودوں کو اللّٰہ کے سوا چاھتے ھو تو تمہارا رب العالمین کےساتھہ کیا خیال ہے ، سو ابراھیم ؑ نے ستاروں کو ایک نگاہ بھرکر دیکھا اور کہہ دیا کہ میں بیمار ہونے کو ہوں ،، غرض وہ لوگ ان کو چھوڑکر چلے گئے تو یہ ان کے بتوں میں جا گھسے اور کہنے لگے کیا تم کھاتے نہیں ہو ، تم کو کیا ہوا تم تو بولتے بھی نہیں ہو ، پھر ان پر قوت کےساتھہ جا پڑے اور مارنے لگے ، سو وہ لوگ ان کے پاس دوڑے ہوئے آئے ابراھیم ؑ نے فرمایا کیا تم ان چیزوں کو پوجتے ہو جن کو خود تراشتے ہو ، حالانکہ تم کو اور تمہاری ان بنائی ہوئی چیزوں کو اللّٰہ ہی نے پیدا کیا ہے ، وہ لوگ کہنے لگے کہ ابراھیم ؑ کے لئے ایک آتش خانہ تعمیر کرو اور اس کو اس دھکتی آگ میں ڈال دو ، غرض ان لوگوں نے ابراھیم ؑ کے ساتھہ برائی کرنا چاھا تھا ، سو ہم نے انہی کو نیچا دکھایا اور ابراھیم کہنے لگے کہ میں تو اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہوں وہ مجھکو (اچھی جگہ) پہنچا ہی دے گا ۔،،

اس واقعہ کو ہمارے شعرا نے بار بار ادا کیا ہے اور حضرت ابراہیم ؑ کو خود اعتمادی اور توکل علی اللّٰہ کا مثالی نمونہ قرار دیا ہے۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق ، عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی
(اقبال)

اس کی مثالیں آگے آتی ہیں۔

دوسرا اہم واقعہ حضرت ابراھیم ؑ کا بیٹے کی قربانی دینا ہے ۔ اسی سورۂ والصّٰفّٰت میں آگے چل کر بیان ہوا ہے :-

" رب ھب لی من الصّٰلحین ....
انہ من عبادنا المومنین ؕ (۳۷/آیت ۱۰۰ — ۱۱۱)

" اے میرے رب مجھکو ایک نیک فرزند دے ، سو ہم نے ان کو ایک حلیم المزاج فرزند کی بشارت دی سو جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراھیمؑ کے ساتھہ چلنے پھرنے لگا تو ابراھیمؑ نے فرمایا کہ برخوردار میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تم کو (بامر الٰہی) ذبح کررہا ہوں، سو تم بھی سوچ لوکہ تمہاری کیا رائے ہے ۔ وہ بولے کہ ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ (بلا تامل) کیجئے، انشاء اللہ آپ مجھکو سہار کرنے والوں میں سے پائیں گے ، غرض جب دونوں نے (خدا کے حکم کو) تسلیم کرلیا اور باپ نے بیٹے کو (ذبح کرنے کے لئے) کروٹ پر لٹایا اور چاہتے تھے کہ گلا کاٹ ڈالیں (اسوقت) ہم نے ان کو آواز دی کہ اے ابراھیمؑ (شاباش ہے) تم نے خواب سچ کردکھایا (وہ وقت بھی عجیب تھا) ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں ۔ حقیقت میں یہہ تھا بھی بڑا امتحان اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دے دیا اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہہ بات ان کے لئے رہنے دی ۔۔۔،،

حضرت ابراھیمؑ کے آگ میں جلائے جانے والے واقعہ کو سورۃ الانبیاء میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

ولقد اٰتینا ابراھیمؑ رشدہ .... بارکنا فیھا للعٰلمین ۲۱/۵۱-۷۱

" اور ہم نے (اس زمانۂ موسیٰ سے پہلے) ابراھیمؑ کو ان کی (شان کے مناسب) خوش فہمی عطا فرمائی تھی اور ہم ان کو خوب جانتے تھے ، (ان کا وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جبکہ انھوں نے اپنے باپ سے اور اپنی برادری سے فرمایا کہ یہہ کیا (واہیات) مورتیں ہیں جن (کی عبادت پر) تم جمے بیٹھے ہو، وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے بڑوں کو ان کی عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے (ابراھیمؑ) نے کہاکہ بیشک تم اور تمہارے باپ دادے (ان کو لائق عبادت سمجھنے میں) صریح غلطی میں ہو۔ وہ کہنے لگے کہ کیا تم (اپنے نزدیک) سچی بات (سمجھ کر) ہمارے سامنے پیش کررہے ہو یا دل لگی کررہے ہو ، (ابراھیمؑ نے) فرمایاکہ نہیں (دل لگی نہیں) بلکہ تمہارا رب (حقیقی جو لائق عبادت ہے) وہ ہے جو تمام آسمانوں اور زمین کا رب ہے ، جس نے ان سب کو پیدا (بھی) کیا اور میں اس (دعویٰ پر) دلیل بھی رکھتا ہوں اور خدا کی قسم میں تمہارے ان بتوں کی گت بناؤں گا جب تم (ان کے پاس سے) پیٹھہ پھیر کر چلے جاؤگے تو (ان کے چلے جانے کے بعد) انھوں نے ان (بتوں) کو (تبر وغیرہ سے) ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ بجز ان کے ایک بڑے (بت کے) کہ شاید وہ لوگ

ابراھیمؑ کی طرف (دریافت کرنے کے لئے) رجوع کریں ، کہنے لگے کہ یہہ ہمارے بتوں کے ساتھہ کس

نے کیا ھے ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے بڑا ھی غضب کیا (بعضوں نے) کہا کہ ھم نے

ایک نوجوان آدمی کو جس کو ابراھیمؑ کرکے پکارا جاتا ھے اُن (بتوں) کا تذکرہ کرتے سنا ھے (بعض

وہ لوگ ہیں (جب یہہ بات ھو تو) اچھا اس کو سب آدمیوں کے سامنے حاضر کرو ، تاکہ وہ لوگ

(اس اقرار کے) گواہ ھو جائیں ، غرض وہ سب کے روبرو آئے ، ان لوگوں نے کہا کہ کیا ہمارے بتوں

کے ساتھہ تم نے یہہ حرکت کی ھے اے ابراھیمؑ / انھوں نے (جواب میں) فرمایا کہ نہیں بلکہ انکے

اس بڑے (گرو) نے کی سو ان (ھی) سے پوچھہ (لو نا) اگر یہہ بولتے ھوں ، اس پر وہ لوگ اپنے

جی میں سوچنے لگے پھر (آپس میں) کہنے لگے حقیقت میں تم ھی لوگ ناحق پر ھو (کہ جو ایسا

عاجز ھو وہ کیا معبود ھوگا) پھر (شرمندگی کے مارے) اپنے سروں کو جھکا لیا (اور بولے) کہ

اے ابراھیمؑ تم کو تو معلوم ھی ھے کہ یہہ (بت کچھہ) بولتے نہیں (ابراھیمؑ نے فرمایا) تو

کیا تم خدا کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت کرتے ھو جو تم کو نہ کچھہ نفع پہنچاسکے اور نہ

نقصان پہنچاسکے ، تف ھے تم پر (کہ باوجود وضوح حق کے باطل پر مصر ھو) اور ان لوگوں پر بھی

جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ھو ، کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے ، (آپس میں) وہ لوگ

کہنے لگے کہ ان کو (آگ میں) جلادو اور اپنے معبودوں کا (ان سے) بدلہ لو ، اگر تم کوکچھہ

کرنا ھے (غرض انھوں نے متفق ھوکر آگ میں ڈال دیا اس وقت) ھم نے آگ کو حکم دیا کہ اے آگ

تو ٹھنڈی اور بے گزند ھوجا ابراھیمؑ کے حق میں ، اور ان لوگوں نے ان کے ساتھہ برائی کرنا چاھا

تھا ، سو ھم نے ان ھی لوگوں کو ناکام کردیا اور ھم نے ان کو (یعنی ابراھیمؑ کو) اور (ان کے

برادر زادے) لوطؑ کو ایسے ملک (یعنی شام) کی طرف بھیج کر بچالیا جس میں ھم نے دنیا

جہان والوں کے لئے خیر و برکت رکھی ھے ۔۔۔"

یہہ تھے وہ اھم عناصر جو حضرت ابراھیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے الہامی قصے کے نمایاں

ایملیزا ھیلیس ۔ ان سے اندازہ ھوتا ھے کہ تعمیر خانۂ کعبہ تبلیغ دین ابراھیمی اور بیٹے

کی قربانی کے پہلو وہ ھیں جن سے ابراھیمی کردار ابھرتا ھے ۔ حضرت اسمعیلؑ کے آداب فرزندی

اور تسلیم و رضا کی داستان ان کے کردار کو نمایاں کرتی ھے چنانچہ ہمارے شعرا نے انھیں

کو بار بار اور بکثرت نظم کیا ہے -

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق + عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی (اقبال)

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی + سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آداب فرزندی (اقبال)

توڑ دیتا ہے بت ہستی کو ابراہیم عشق + ہوش کا دارو ہے گویا مستی ... عشق (*)
بانگ درا

ذوق حاضر ہے تو پھر لازم ہے ایمان خلیل + ورنہ خاکستر ہے تیری زندگی کا پیرہن (اقبال)

نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا + میں ہلاک جادوئے سامری تو قتیل شیوہ آذری (*)

وہ سکوت شام صحرا میں غروب آفتاب + جس سے روشن تر ہوئی چشم جہاں بین خلیل (*)

آگ ہے اولاد ابراہیم ہے نمرود ہے + کیا کسی کو پھر کسی کا امتحان مقصود ہے (*)

شان خلیل ہوتی ہے اس کے کلام سے عیاں + کرتی ہے اس کی قوم جب اپنا شعار آذری (*)

عذاب دانش حاضر سے باخبر ہوں میں + کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثل خلیل (*)

صنم کدہ ہے جہاں اور مرد حق ہے خلیل + یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لاالہ میں ہے (*)

آزر کا پیشہ خارا تراشی + کار خلیلاں خارا گدازی (*)

باغ و بہار آتش نمرود کو کیا + مشکل کے وقت حامی ہوا تو خلیل کا (آتش)

نہ جب تک ہم پیالہ ہو کوئی پی بھی نہیں + نہیں مہمان تو فاقہ ہے خلیل اللہ کے گھر میں (؟)

مہرباں ہو دوست کچھ دشمن کا چل سکتا نہیں + آتش نمرود ہے گلزار ابراہیم کو (*)

تری فرقت میں اے یوسف خلیل وقت ہیں عاشق + غم و اندوہ و حرماں کی ہمیشہ میہمانی ہے (؟)

خلیل کا لے کعبہ نہ جا سو آتش + خدا کا گھر ہے یہ دل تک رسائی مشکل ہے (؟)

نار نمرود کو کیا گلزار + دوست کو یوں بچا لیا تو نے (داغ)

کعبے میں خلیل کا ہے جلوہ + بت کسوٹی لگے خدا کا سجدہ (محسن)

اٹھ کر وہ خدا کا آرزو مند + لب تشنہ شربت شکر خند (محسن)

آیا پئے آبروئے کعبہ + مانند خلیل سوئے کعبہ (مخمس)

طوفاں بلا ہے جس کا خنجر + پھر آزر پرست و آزر (")

تھیں منتظر جناب اطہر + جیسے خلیل ابن آزر (")

کرتا تھا جو صرف مہمانی + خوان نعمائے من صادی "

کہیں تو ہے آتش کہیں رود نیل + یعنی یا الہٰی کلیمو خلیل "

تمہیں چاہیے جاکے پیش خلیل + کرو خواہش رحم رب جلیل "

وہ تھا جس نے بیٹے کی گردن تیغ + رکھی پاکے حکم خدا بے دریغ "

وہ تھا جس کو کہتے تھے اہل زمن + کہ فرزند آزر ہوا بت شکن "

ہوئی جس پہ آتش سلام اور برد + کیا اس نے نمرود کو گرد برد "

بنایا خدا کا وہ پھر نور گھر + کہ جس پر پڑی لامکاں کی نظر "

مقیمان مہمان سرائے خلیل + تنی خوان نعمت پہ ابن السبیل "

قصہ حضرت موسیٰؑ کا

حضرت موسیٰؑ کا الہامی قصہ بھی نہایت دلچسپ اور سبق آموز ہے اور ان قصوں میں ہے جن کے عناصر کو علامتی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے ، مثلاً فرعون اب صرف وہ فرعون ہی نہیں جس کا ذکر قرآن حکیم میں آیا ہے بلکہ فرعونی صفات کا حامل ہر شخص فرعون ہے۔ ہرفرعون کے راسوسلی اوسی مثال کا مظہر ہے ۔ قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ کا ذکر کئی جگہ آیا ہے۔سورۃ طہٰ میں ارشاد ہوا ہے ۔

وھل آتٰک حدیث موسٰی .... فقص علیک من انبآ ء

ما قد سبق ــ/(آیت ۹- ۹۸)

" کیاآپ کو موسٰی (علیہ السلام کے قصے) کی خبر (بھی) پہنچی ہے ۔ جبکہ انہوں نے(مدین سے آتے ہوئے رات کو) ایک آگ دیکھی سو اپنے گھروالوں سے فرمایا کہ تم ٹھہرے رہو، میں نے آگ دیکھی ہے ، شاید اس میں سے تمہارے پاس کوئی شعلہ لاؤں یا (وہاں) آگ کے پاس رستہ کا پتہ مجھکو مل جائے ، سو وہ جب اس (آگ) کے پاس پہنچے تو (ان کو منجانب اللہ) آواز دی گئی کہ اے موسٰی میں ہی تمہارا رب ہوں ، پس تم اپنی جوتیاں اتار ڈالو (کیونکہ) تم ایک پاک میدان طوی میں ہو (یہ اس کا نام ہے) اور میں نے تم کو نبی بنانے کے لئے)منتخب کیا ہے سو، (اس وقت) جو کچھ وحی کی جارہی ہے ، اس کو سن لو (وہ یہ ہے کہ) میں ہی اللہ ہوں ، میرے سوا کوئی معبود نہیں ، تم میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یادکی نماز پڑھا کرو ، (دوسری بات یہ ہے کہ) بلاشبہ قیامت آنیوالی ہے ۔ اور میں اس کو (تمام خلائق سے) پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ مل جائے سو تم کو اس (قیامت) سے ایسا شخص باز نہ رکھنے پائے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی (نفسانی) خواہشوں پر چلتا ہے ، کہیں تم (اس بے فکری کی وجہ سے) تباہ نہ ہو جاؤ، اور یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسٰیؑ ! انہوں نے کہا کہ میری لاٹھی ہے میں (کبھی) اس پر

سہارا لگاتا ہوں اور (کبھی) اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کام
نکلتے ہیں ، ارشاد ہوا کہ اس کو (زمین پر) ڈال دو ، اے موسٰی سو انہوں نے اس کو ڈالدیا
یکایک (خدا کی قدرت سے) ایک دوڑتا ہوا سانپ (بن گیا) ارشاد ہوا کہ اس کو پکڑلو اور
ڈرو نہیں ، ہم ابھی اس کو اس کی پہلی حالت پر کردیں گے اور تم اپنا (داہنا) ہاتھ
اپنی (بائیں) بغل میں دے لو، (پھر نکالو) وہ بلا کسی عیب (یعنی بلا کسی مرض برص
وغیرہ) کے نہایت روشن ہوکر نکلے گا (کہ یہہ) دوسری نشانی (ہوگی) تاکہ ہم تم کو اپنی
(قدرت کی) بڑی نشانیوں میں سے بعض (نشانیاں) دکھلائیں - (اب یہہ نشانیاں لیکر) تم
فرعون کے پاس جاؤ وہ بہت حد سے نکل گیا ہے - عرض کیا اے میرے رب ، میرا سینہ (یعنی میرا حوصلہ
فراخ کردیجئے اور میرا (یہہ) کام (تبلیغ کا) آسان فرما دیجئے - اور میری زبان پر سے
(لکنت کی) بستگی ہٹادیجئے ، تاکہ لوگ میری بات سمجھہ سکیں ، اور میرے واسطے کنبہ میں سے
ایک معاون مقرر کردیجئے ، یعنی ہارون کو کہ میرے بھائی ہیں - ان کے ذریعے سے میری قوت کو
مستحکم کردیجئے اور ان کو میرے (اس تبلیغ کے) کام میں شریک کردیجئے ، تاکہ ہم دونوں آپ
کی کثرت کمی پاکی (شرک و نقائص سے) بیان کریں اور آپ کا (خوب) کثرت سے ذکر کریں ، بیشک
آپ ہم کو خوب دیکھہ رہے ہیں ، ارشاد ہوا کہ تمہاری (ہر) درخواست منظور کی گئی اے موسٰی
اور ہم تو ایک دفعہ اور بھی (اس کے قبل بے درخواست ہی) تم پر احسان کرچکے ہیں جبکہ
ہم نے تمہاری ماں کو وہ بات الہام سے بتائی جو الہامی سے بتلا نے کی تھی (وہ یہہ) ان کو
(یعنی موسٰی) کو جلادوں کے ہاتھوں سے بچانے کے لئے ایک صندوق میں رکھو ، پھر ان کو دریا
میں ڈال دو ، پھر ان کو (مع صندوق کے) دریا کنارے تک لے آئے گا - (آخر کار) ایک شخص
ان کو پکڑلے گا جو (کافر ہونے کی وجہہ سے) میرا بھی دشمن ہے اور ان کا بھی دشمن ہے
اور (اے موسٰی) میں نے تمہارے اوپر اپنی طرف ایک اثر محبت ڈال دیا (تاکہ جو تم کو دیکھے
پیار کرے) اور تاکہ تم میری (خاص) نگرانی میں پرورش پاؤ (یہہ قصہ اس وقت کا ہے) جبکہ
تمہاری بہن چلتی ہوئی آئیں ، پھر کہنے لگیں کیا تم لوگوں کو ایسے شخص کا پتہ دوں جو اس

کو (اچھی طرح) پالے (کبھی) پھر (اس تدبیر سے) ہم نے تم کو تمہاری ماں کے پاس
پھر پہنچادیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں ، اور ان کو غم نہ رہے اور تم نے (غلطی سے)
ایک شخص (قبطی) کو جان سے مار ڈالا ، پھر ہم نے تم کو اس غم سے نجات دی اور ہم نے تم
کو خوب خوب محنتوں میں ڈالا ، پھر(مدین پہنچے اور) مدین والوں میں کئی برس رہے ، پھر
ایک خاص وقت پر تم (یہاں آئے اے موسیٰ اور (یہاں آنے پر) میں نے تم کو اپنے لئے منتخب کیا
(سو اب) تم اور تمہارے بھائی ، دونوں میری نشانیاں (یعنی معجزات) لیکر جاؤ اور میری
یادگاری میں سستی مت کرنا ، دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ بہت نکل چکا ہے پھر اس سے نرمی
کیساتھہ بات کرنا ، شاید وہ (بہ رغبت) نصیحت قبول کرے یا (عذاب الہٰی سے) ڈر جاوے۔ دونوں
نے عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو یہہ اندیشہ ہے کہ (کہیں) وہ ہم پر زیادتی (نہ)
کرنے لگے ، ارشاد ہوا کہ تم اندیشہ نہ کرو (کیونکہ) میں تم دونوں کیساتھہ ہوں ، سبسنتا
دیکھتا ہوں ، سو تم اس کے پاس جاو اور (اس سے) کہو کہ ہم دونوں تیرے پروردگار کے فرستادہ
ہیں (کہ ہم کو نبی بناکر بھیجا ہے) سو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھہ جانے دے اور ان کو
تکلیف مت پہنچا ، ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے (اپنی نبوت کا) نشان (یعنی معجزہ بھی)
لائے ہیں اور ایسے شخص کے لئے سلامتی ہے جو (سیدھی) راہ پر چلے، ہمارے پاس یہہ حکم
پہنچا ہے کہ (اللہ کا) عذاب اس شخص پر ہوگا جو (حق کو) جھٹلاوے اور (اس سے)
روگردانی کرے، وہ کہنے لگا کہ پھر (یہہ بتلاؤ کہ) تم دونوں کا رب کون ہے ، اے موسیٰ (موسیٰ
نے) کہا کہ ہمارا (سب کا) رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب بناوٹ عطافرمائی ،
پھر رہنمائی فرمائی (فرعون نے) کہا اچھا تو پہلے لوگوں کا کیا حال ہوا (موسیٰ نے) فرمایا
کہ ان (لوگوں) کا علم میرے پروردگار کے پاس دفتر (اعمال) میں (محفوظ) ہے میرا رب نہ
غلطی کرتا ہے اور نہ بھولتا ہے ۔ وہ (رب) ایسا ہے کہ جس نے تم لوگوں کے لئے زمین کو واسطے
بنائے اور آسمان سے پانی برسایا اور پھر ہم نے اس (پانی) کے ذریعے سے اقسام (مختلفہ)کے
نباتات پیدا کئے (اور تم کو اجازت دی کہ) خود (بھی) کھاؤ اور اپنے مویشی کو (بھی)

چراؤ ، ان سب چیزون مین اہل عقل کے واسطے (قدرت الٰہیہ کی) نشانیان ہین - ہم نے تم

کو اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی مین ہم تم (بعد موت) لے جائین گے اور (قیامت کے روز)

پھر دوبارہ اسی سے تم کو نکالین گے اور ہم نے اس (فرعون) کو اپنی (وہ) سب نشانیان

دکھلائین ، سو (جب بھی) وہ جھٹلاتا ہی رہا (اور) کہنے لگا کہ اے موسیٰ تم ہمارے پاس

اس واسطے آئے ہوگے) کہ ہم کو ہمارے ملک سے اپنے جادو (کے زور) سے نکال باہر کرو- سو

اب ہم بھی تمہارے مقابلہ مین ایسا ہی جادو لاتے ہین- تم ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدہ

مقرر کرلو، جس کو نہ ہم خلاف کرین اور نہ تم (خلاف کرو) کسی ہموار میدان مین(تاکہ سب

دیکھ لین) (موسیٰ نے) فرمایا تمہارے (مقابلہ کے) وعدہ کا وقت وہ دن ہے جس مین(تمہا)

میلہ ہوتا ہے اور(جس مین)دن چڑھے لوگ جمع ہو جاتے ہین - غرض (یہ سن کر)فرعون

(دربار سے اپنی جگہ) لوٹ گیا ، پھر اپنے مکر کا (یعنی جادو کا) سامان جمع کرنا شروع کیا

پھر آیا ، موسیٰ نے ان (جادوگر) لوگون سے فرمایا کہ اے کم بختی مارو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ

افتراء مت کرو، کبھی وہ (یعنی خداتعالیٰ) تم کو (کسی قسم کی) سزا سے بالکل نیست و

نابود ہی کردے اور جو جھوٹ باندھتا ہے وہ (آخر کو) ناکام رہتا ہے - پس وہ (جادوگر

یہ بات سن کر) باہم اپنی رائے مین اختلاف کرنے لگے - اور خفیہ گفتگو کرتے رہے (بالآخر سب

متفق ہوکر) کہنے لگے کہ بیشک یہ دونون جادو گر ہین ، ان کا مطلب یہ ہے کہ اپنے جادو

(کے زور) سے تم کو تمہاری سرزمین سے نکال باہر کرین اور تمہارے عمدہ ( ) طریقہ

کا دفتر ہی اٹھادین ، سو اب تم سب مل کر اپنی تدبیر کا اہتمام کرو اور صفین آراستہ کرکے (مقا

بلہ مین) آو، اور آج وہی کامیاب ہے جو غالب ہو، پھر انھون نے کہا اے موسیٰ آپ اپنا (عصا)

پہلے ڈالین گے یا ہم پہلے ڈالنے والے بنین آپ نے فرمایا نہین تم ہی پہلے ڈالو، پس یکایک ان

کی رسیان اور لاٹھیان ان کی نظر بندی سے ان کے (یعنی موسیٰ کے) خیال مین ایسی معلوم

ہونے لگین کہ جیسے (سانپ کی طرح دوڑتی ہون ، سو موسیٰ کے دل مین تھوڑا سا خوف ہوا

ہم نے کہا تم ڈرو نہین ، تم ہی غالب رہوگے - اور (اس کی صورت یہ ہے کہ) تمہارے داہنے

ھاتھہ میں جو (عصا) ھے اس کو ڈال دو ، ان لوگوں نے جو کچھہ (سانگ) بنایا ھے

یہہ (عصا) سب کو نگل جاۓ گا - یہہ جو کچھہ انھوں نے بنایا ھے جادو گروں کا سانگ ھے

اور جادوگر کہیں جاۓ (معجزے کے مقابلہ میں کبھی) کامیاب نہیں ھوتے ، سو جادوگر سجدہ

میں گرگئے اور (بآواز بلند) کہاکہ ھم ایمان لاۓ ھارون اور موسیٰ پروردگار پر (فرعون نے) کہا

بدوں اس کے میں تم کو اجازت دوں (یعنی میری خلاف مرضی) تم اس پر (یعنی موسیٰ پر) ایمان

لے آۓ ، واقعی معلوم ھوتا ھے کہ وہ (سحر میں) تمہارے بھی بڑے ھیں کہ انھوں نے تم کو

سحر سکھلایا ھے ، سو میں تم سب کے ھاتھہ پاؤں کٹوا تا ھوں ، ایک طرف کا ھاتھہ اورایک

طرف کا پاؤں ، اور تم سب کو کھجوروں کے درختوں لٹکواتا ھوں ، اور یہہ بھی تم کو معلوم ھوا

جاتا ھے کہ ھم دونوں میں (یعنی مجھہ میں اور ابو موسیٰ میں) کس کا عذاب زیادہ سخت

اور دیر پا ھے ، ان لوگوں نے (صاف) جواب (دیا) دیاکہ ھم تجھکو کبھی ترجیح نہیں دیں

گے- بمقابلہ اس ذات کے جس نے ھم کو پیدا کیا ھے ، تم کو جو کچھہ کرنا ھو (دل کھول کر)

کر ڈال تو بجز اس کے کہ اس دنیاوی زندگی میں کچھہ کرلے ، اور کرھی کیا سکتا ھے ، پس اب تو

ھم اپنے پروردگار پر ایمان لاچکے ھیں تاکہ ھمارے پچھلے گناہ معاف کردیں اور تو نے جو یہہ جادو

کے مقدمہ) میں ھم پر زور ڈالا ، اس کو بھی معاف کردیں ، اور اللہ تعالی (مجھہ سے) بدرجہا

اچھے ھیں اور زیادہ بقا والے ھیں ، جو شخص (بغاوت کا) مجرم ھوکر اپنے رب کے پاس

حاضر ھوگا اس کے لئے دوزخ (مقرر) ھے - اس میں نہ مرے ھی گا اور نہ جئے ھی گا- اور

جو شخص رب کے پاس مومن ھوکر حاضر ھوگا جس نے نیک کام بھی کئے ھوں سو ایسوں کے لئے بڑے

اونچے درجے ھیں (یعنی) ھمیشہ رھنے کے باغات جن کے نیچے نہریں جاری ھونگی وہ ان میں

ھمیشہ ھمیشہ رھیں گے ، اور جو شخص (کفر و معصیت سے) پاک ھو اس کا یہی انعام ھے

اور ھم نے موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ ھمارے (ان) بندوں (یعنی بنی اسرائیل) کو (مصر سے)

راتوں رات (باھر) لے جاؤ، پھران کے لئے دریا میں (عصا) مارکر خشک راستہ بنا دینا ، نہ

تم کو کسی کے تعاقب کا اندیشہ ھوگا اور نہ کسی قسم کا خوف ھوگا- پس فرعون اپنے لشکروں کو

لیکر ان کے پیچھے چلا ، (جب سب اندر آگئے) تو (اسوقت چاروں طرف سے) دریاکا پانی سمٹ کر) ان پر جیسا ملنے کو تھا آملا اور فرعون اپنی قوم کو بری راہ لایا ، اور نیک راہ ان کو نہ بتلائی ، اے بنی اسرائیل (دیکھو) ہم نے تم کو تمہارے (ایسے بڑے) دشمن سے نجات دی اور ہم نے تم سے (یعنی تمہارے پیغمبر سے) کوہ طور کی داھنی جانب (آنے) کا وعدہ کیا اور (وادی تیہ میں) ہم نے تم پر من وسلوی نازل فرمایا اور اجازت دی کہ ہم نے جونفیس چیزیں تم کو دی ہیں ان کو کھاو اور اس (کھانے) میں حد (شرعی) سے مت گزرو، کہیں میرا غضب تم پر واقع ہو جائے ، اور جس شخص پر میرا غضب واقع ہوتا ہے وہ بالکل گیا گزرا ہوا اور نیز (اس کےساتھ یہ بھی کہ) میں ایسے لوگوں کے لئے بڑا بخشنے والا ہوں ، جو توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں ، اور نیک عمل کریں پھر (اسی) راہ پر قائم (بھی) رہیں اور اے موسی آپ کو اپنی قوم سے آگے جلدی آنے کا کیا سبب ہوا ؟ انھوں نے (اپنے گمان کے موافق) عرض کیا کہ وہ لوگ یہی تو ہیں میرے پیچھے (پیچھے آرہے ہیں) اور میں آپ کے پاس جلدی سے (اس لئے) چلاآیا کہ آپ (زیادہ) خوش ہونگے ، ارشاد ہوا کہ تمہاری قوم کو تو ہم نے تمہارے (چلے آنے کے) بعد (ایک بلا میں) مبتلا کردیا اور ان کو سامری نے گمراہ کردیا ، غرض موسی (بعد انقضائے میعاد کے) غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے اپنی قوم کی طرف واپس آئے (اور) فرمانے لگے اے میری قوم کیا تم سے تمہارے رب نے ایک اچھا وعدہ نہیں کیا تھا ، کیا تم پر (میعاد مقرر سے کچھ) زیادہ زمانہ گزرگیا تھا یا تم کو یہ منظور ہوا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب واقع ہو اس لئے تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا ۔ اس کے خلاف کیا ، وہ کہنے لگے کہ ہم نے جو آپ سے وعدہ کیا تھا ، اس کو اپنے اختیار سے خلاف نہیں کیا ، ولیکن قوم (قبط) کے زیور میں سے ہم پر بوجھ لدرہا تھا سو ہم نے اس کو سامری کے کہنے سے آگ میں ڈال دیا پھر اسی طرح سامری نے (بھی) ڈال دیا ، پھر اس (سامری) نے ان لوگوں کے لئے ایک بچھڑا (بناکر) ظاہر کیا اور وہ ایک قالب تھا ، جس میں ایک (بے معنی) آواز تھی سو وہ (احمق) لوگ (ایک دوسرے سے) کہنے لگے کہ تمہارا اور موسی کا بھی معبود تو یہ ہے ، پس وہ (یعنی موسی) تو

بھول گئے ، کیا وہ لوگ اتنا بھی نہیں دیکھتے تھے کہ وہ نہ تو ان کی کسی بات کا جواب دے سکتا ہے اور نہ ان کے کسی ضرر یا نفع پر قدرت رکھتا ہے ۔ اور ان لوگوں سے ہارون نے (موسیٰ کے لوٹنے سے پہلے) بھی کہا تھا کہ اے میری قوم تم اس (گوسالہ) کے سبب (گمراہی میں) پھنس گئے ہو اور تمہارا رب حقیقی رحمٰن ہے ، سو تم میری راہ پر چلو اور میرا کہنا مانو انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو جب تک موسیٰ ہمارے پاس واپس (ہوکر) آئیں اسی (کی عبادت پر (برابر) جمے (بیٹھے رہیں گے) " (موسیٰ نے) کہا ، اے ہارون جب تم نے ان کو دیکھا تھا کہ یہ (بالکل) ، گمراہ ہوگئے تو (اس وقت)تم کو میرے پاس چلے آنے سے کون امر مانع ہوا تھا ، سو کیا تم نے میرے کہنے کے خلاف کیا (ہارون نے) کہا اے میرے ماں جائے ، تم میری داڑھی مت پکڑو اور نہ سر(کے بال پکڑو) مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ تم کہنے لگو کہ تم نے بنی اسرائیل کے درمیان تفریق ڈال دی اور تم نے میری بات کا کچھ پاس نہ کیا ، (پھر سامری کی طرف متوجہ ہوئے) کہا اے سامری تیرا کیا معاملہ ہے ، اس نے کہا مجھکو ایسی چیز نظر آئی تھی جو اوروں کو نظر نہ آئی تھی پھر میں نے اس فرستادہ (خداوندی کی سواری) کے نقش قدم سے ایک مٹھی (بھر خاک) اٹھالی تھی ، سو میں نے وہ مٹی (اس قالب کے اندر) ڈال دی اور میرے جی کو یہی بات پسند آئی ، آپ نے فرمایا تو بس تیرے لئے اس (دنیوی) زندگی میں یہ (سزا) ہے کہ تو یہ کہتا پھریگا کہ مجھکو کوئی ہاتھ نہ لگانا ، اور (اس کے علاوہ) تیرے لئے ایک اور وعدہ ہے جو تجھ سے ٹلنے والا نہیں ، (یعنی آخرت میں جدا عذاب ہوگا) اور تو اپنے اس معبود (باطل) کو دیکھ جس پر تو جما ہوا بیٹھا تھا ، (دیکھ) ہم اس کو جلا دیں گے ، پھر اس (کی راکھ) کو دریا میں بکھیر کر بہادیں گے ، بس تمہارا (حقیقی) معبود تو صرف اللہ ہے جس کے سواکوئی عبادت کے قابل نہیں وہ اپنے علم سے تمام چیزوں کو احاطہ کئے ہوئے ہے (اور جس طرح ہم نے موسیٰ کا قصہ بیان کیا) اسی طرح ہم آپ سے اور واقعات گذشتہ کی خبریں بھی بیان کرتے رہتے ہیں ۔۔ "

ان واقعات کو قرآن مجید میں اور مقامات پر بھی بیان کیا گیا ہے ایک اور اہم کڑی اس قصہ کی

کوہ اور طور ہم معنی ہیں

حضرت موسیٰ کا کوہ طور پر جانا ، اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا اور اس کے دیدار سے سرفراز ہونے کا ذکر ہے۔ سورۃ الاعراف (آیت ۱۴۳- ۱۴۴)

ولما جاء موسیٰ .... وکن من الشٰکرین -

" اور جب موسیٰ ہمارے وقت (موعود) پر آئے اور ان کے رب نے ان سے (بہت ہی لطف و عنایت کی) باتیں کیں تو عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اپنا دیدار مجھکو دکھلا دیجئے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں ، ارشاد ہوا کہ تم مجھکو (دنیا میں) ہرگز نہیں دیکھ سکتے ، لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو، سو اگر یہ اپنی جگہ برقرار رہا تو (خیر) تم بھی دیکھ سکوگے ، پس ان کے رب نے جب پہاڑ پر تجلی فرمائی تو (تجلی نے) اس (پہاڑ) کے پرخچے اڑادئے اور موسیٰ بے ہوش ہوکر گرپڑے ، پھر جب افاقہ میں آئے تو عرض کیا کہ بیشک آپ کی ذات منزہ (اور ارفع) ہے ، میں آپ کی جناب میں معذرت کرتا ہوں اور سب سے پہلے میں اس پر یقین کرتا ہوں ، ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ (یہی بہت ہے کہ) میں نے پیغمبری اور اپنی ہم کلامی سے اور لوگوں پر تم کو امتیاز دیا ہے تو (اب) جو کچھ تم کو میں نے عطا کیا ہے اس کو لو اور شکر کرو۔"

اسی طرح قصص قرآنی میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کی ملاقات کا واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے سورۃ الکہف میں ارشاد ہے -//(آیت ۶۰- ۸۲)

و اذ قال موسیٰ لفتٰہ .... ما لم تسطع علیہ صبرا"

اور (وہ وقت یاد کرو) جبکہ موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ میں (اس سفر میں) برابر چلاجاؤنگا یہاں تک کہ اس موقع پر پہنچ جاؤں جہاں دو دریا آپس میں ملے ہیں یا (یونہی) زمانہ دراز تک چلتا رہونگا ، پس جب (چلتے چلتے) دونوں دریاؤں کے جمع ہونے کے موقع پر پہنچے ، اپنی مچھلی کو دونوں بھول گئے اور اس (مچھلی) نے اپنی راہ لی اور چل دی پھر جب دونوں (وہاں سے) آگے بڑھ گئے (تو موسیٰ نے) اپنے خادم سے فرمایا کہ ہمارا ناشتہ تو لاؤ ہم کو اس سفر میں (یعنی آج کی منزل میں) بڑی تکلیف پہنچی ، (خادم نے) کہا

که (لیجئے) دیکھئے (عجیب بات هوئی) جب هم اس پتھر کے قریب ٹھیرے تھے سو میں (اس) مچھلی (کے تذکرہ) کو بھول گیا اور مجھکو شیطان هی نے بھلادیا که میں اس کا ذکر کرتا ، اور (وہ قصہ یہہ هوا که) اس (مچھلی) نے (زندہ هونے کے بعد) دریا میں عجیب طور پر اپنی راہ لی ، (موسیٰ نے یہہ حکایت سن کر) فرمایا یہی وہ موقع هے جس کی هم کو تلاش تھی ، سو دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے هوئے الٹے لوٹے ، سو (وهاں پہنچ کر) انھوں نے همارے بندوں میں سے ایک بندے (یعنی خضر) کو پایا جن کو هم نے اپنی (خاص) رحمت (یعنی مقبولیت) دی تھی ، اور هم نے ان کو اپنے پاس سے (ایک خاص طور کا) علم سکھلایا تھا ، موسیٰ نے ان کو سلام کیا (اور) ان سے فرمایا کیا میں آپ کیساتھہ رہ سکتا هوں ، اس شرط سے که جو علم مفید آپ کو (منجانب اللہ) سکھلایا گیا هے اس میں سے آپ مجھہ کوبھی سکھلادیں (ان بزرگ نے) جواب دیا آپ سے میرے ساتھہ رہ کر میرے افعال پر صبر نه هوسکے گا ۔ اور(بھلا) ایسے امور پر آپ کیسے صبر کریں گے جو آپ کے احاطۂ واقفیت سے باهر هیں (موسیٰ نے فرمایا) انشاء اللہ آپ مجھے صابر (یعنی ضابط) پاویں گے اور میں کسی بات میں آپ کے خلاف حکم نه کروں گا (ان بزرگ نے فرمایا) (که اچھا) اگر آپ میرے ساتھہ رهنا چاهتے هیں تو اتنا خیال رهے که) مجھہ سے کسی بات کی نسبت کچھہ پوچھنا نہیں جب تک که اس کے متعلق میں خود هی ابتداء ذکر نه کروں ، پھر دونوں (کسی طرح) چلے یہاں تک که جب دونوں کشتی میں سوار هوئے تو (ان بزرگ نے) اس کشتی میں چھید کردیا (موسیٰ نے) فرمایا کیاآپ نے اس کشتی میں اس لئے چھید کیا هوگا که اس کے بیٹھنے والوں کو غرق کردیں ، آپ نے بڑی بھاری ، (یعنی خطرہ کی) بات کی (ان بزرگ نے) کہا کیا میں نے کہا نہیں تھاکه آپ سے میرے ساتھہ صبر نہیں هوسکے گا (موسیٰ) نے فرمایا (که مجھکو یاد نه رها تھاسو) آپ میری بھول (چوک) پر گرفت نه کیجئے اور میرے اس معاملہ میں مجھہ پر زیادہ تنگی نه ڈالئے ، پھر دونوں (کشتی سے اتر کرآگے) چلے یہاں تک که جب ایک (کمسن) لڑکے سے ملے (تو ان بزرگ نے) اس کو مار ڈالا (موسیٰ گھبراکر) کہنے لگے آپ نے ایک بے گناہ جان کو مارڈالا ، (اور وہ بھی بے بدلے کسی جان کے ، بیشک آپ نے (یہہ تو) بڑی بیجا حرکت کی (ان بزرگ نے) فرمایا

عرض کیا

کہا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ سے میرے ساتھ صبر نہیں ہوسکے گا (موسیٰ نے) فرمایا
کہ (خیر اب کے اور جانے دیجئے) اگر اس (مرتبہ) کے بعد آپ سے کسی امر کے متعلق کچھ
پوچھوں تو آپ مجھکو اپنے ساتھ نہ رکھئے گا ، بیشک آپ میری طرف سے عذر (کی انتہا) کو
پہنچ چکے ہیں ، پھر دونوں (آگے) چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں پر گذر ہوا تو
وہاں والوں سے کھانے کو مانگا (کہ ہم مہمان ہیں) سو انہوں نے ان کی مہمانی کرنے سے
انکار کردیا ، اتنے میں ان کو وہاں ایک دیوار ملی جو گراہی چاہتی تھی تو (ان بزرگ) اس
کو (ہاتھ کے اشارے سے) سیدھا کردیا (موسیٰ) نے عرض کیا کہ اگر آپ چاہتے تو اس (کام)
پر کچھ اجرت ہی لے لیتے (ان بزرگ نے) نے فرمایا کہ یہ وقت ہماری اور آپ کی علیحدگی کا ہے
(جیسا کہ خود آپ نے شرط کی تھی) میں ان چیزوں کی حقیقت آپ کو بتلائے دیتا ہوں جن پر
آپ سے صبر نہ ہوسکا ، وہ جو کشتی تھی سو چند آدمیوں کی تھی جو (اس کے ذریعہ سے)
دریا میں محنت (مزدوری) کرتے تھے ، سو میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں اور (وجہ
اس کی یہ تھی کہ) ان لوگوں سے آگے کی طرف ایک (ظالم) بادشاہ تھا جو ہر (اچھی)
کشتی کو زبردستی پکڑ رہا تھا ، اور اب وہ لڑکا ، سو اس کے ماں باپ ایماندار تھے ، سو ہم
کو اندیشہ (یعنی تحقیق) ہوا کہ یہ ان دونوں پر سرکشی اور کفر کا اثر نہ ڈال دے ، پس
ہم کو یہ منظور ہوا کہ بجائے اس کے ان کا پروردگار ان کو ایسی اولاد دے جو پاکیزگی (یعنی
دین) میں اس سے بہتر ہو ۔ اور (ماں باپ کیساتھ) محبت کرنے میں اس سے بڑھکر ہو ،
اور رہی دیوار سو وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اس شہر میں (رہتے) ہیں اور اس (دیوار)
کے نیچے ان کا کچھ مال مدفون تھا (جو ان کے باپ سے میراث میں پہنچا ہے) اور ان کا باپ
(جو مرگیا ہے وہ) ایک نیک آدمی تھا ، سو آپ کے رب نے اپنی مہربانی سے چاہا کہ وہ دونوں

اپنی جوانی (کی عمر) کو پہنچ جاویں اور اپنا دفینہ نکال لیں ، آپ کے رب کی رحمت سے
اور (یہ سارے کام میں نے بہ الہام الٰہی کئے ہیں ان میں سے) کوئی کام میں نے اپنی رائے
سے نہیں کیا ، (لیجئے) یہ ہے حقیقت ان (باتوں) کی جن پر آپ سے صبر نہ ہوسکا ۔

قصہ حضرت موسیٰ کے بعض اجزا اور عناصر خاص طور پر شعر و ادب میں بار بار آتے ہیں ، موسیٰ
کا دیدار الہٰی کا طالب ہونا ، اور تجلی ظاہر ہونے پر طور کا جل جانا ، موسیٰ کا اپنے
عصا سے سحر سامری کو توڑنا ، خود سحر سامری ، موسیٰ کے معجزات میں ید بیضا ، فرعون کا عذاب
الہٰی سے غرق ہونا ، عام پسندیدہ مضامین ہیں ، خضر اور حضرت موسیٰ کی ملاقات کی جو تفصیل تلمیح
اوپر درج ہوئی اس کی طرف اقبال نے خضر راہ میں اشارہ کیا ہے ۔

اے تری چشم جہاں بیں پر وہ طوفاں آشکار
جن کے ہنگامے ابھی سوتے ہیں دریا میں خموش

کشتی مسکین و جان پاک و دیوار یتیم
علم موسیٰ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش

یہاں اس علم کا ذکر ہے جو حضرت خضر کو عطا ہوا ہے اور جس سے کچھ حصہ پانے کی طلب
میں حضرت موسیٰ نے ان کے ساتھ سفر کی خواہش کی تھی ۔ اقبال نے اپنے ایک مجموعہ کا نام
ہی ضرب کلیم رکھا ہے ، کلام اقبال سے حضرت موسیٰ کے بعض حوالے یہ ہیں ۔

یہی ہے سر کلیمی ہر اک زمانے میں + ہوائے دشت و شعیب و شبانی شب و روز
ضرب کلیم ۴۵
ہر لحظہ نیا طور نئی برق تجلی + اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہو طے
(*)
ہر زمانے میں طبیعت ہے دگرگوں اس کی + کبھی شمشیر محمدؐ ہے کبھی چوب کلیم ص ۱۳۵
ہو اگر قوت فرعون کی در پردہ مرید + قوم کے حق میں ہے لعنت وہ کلیم اللہی ص ۱۵۸
۲۱۹
کب تلک طور پہ دریوزہ گری مثل کلیم + اپنی ہستی سے عیاں شعلۂ سینائی کر (بانگ درا
خون اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں + توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری (* ۲۹۵)
نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا + میں ہلاک جادوئے سامری تو قتیل شیوۂ آزری ۲۸۳
۲۷۵
شرار وادی ایمن کے تو بوتا تو ہے لیکن + نہیں ممکن کہ پھوٹے اس زمیں سے تخم سینائی

بانگ درا میں ایک نظم کا عنوان ہے " کفر و اسلام " ، (تضمین بر شعر میرزا رضی دانش) اس کا
پورا موضوع ہی حضرت موسیٰ کی تلمیحات اور مثال ہے (ص ۲۷۱)

تضمین بر شعر میرزا رضی دانش

ایک دن اقبال نے پوچھا کلیم طور سے + اے کہ تیرے نقش پا سے وادی سینا چمن

آتش نمرود ہے اب تک جہان میں شعلہ ریز + ہو گیا آنکھوں سے پنہاں کیوں ترا سوز کہن

تھا جواب صاحب سینا کہ مسلم ہے اگر + چھوڑ کر غائب کو تو حاضر کا شیدائی نہ بن

ذوق حاضر ہے تو پھر لازم ہے ایمان خلیل + ورنہ خاکستر ہے تیری زندگی کا پیرہن

ہے اگر دیوانۂ غائب تو کچھ پروا نہ کر + منتظر رہ وادی فاران میں ہو کر خیمہ زن

عارضی ہے شان حقیقی، سطوت غائب مدام + اس صداقت کو محبت سے ہے ربط جان و تن

شعلۂ نمرود ہے روشن زمانے میں تو کیا + شمع خود را می گدازد درمیان انجمن

نور ما چون آتش سنگ از نظر پنہان خوش است

کچھ اور اشعار کلام اقبال سے یہ ہیں :-

بانگ درا

غافل اپنے آشیاں کو آ کے پھر آباد کر + نغمہ زن ہے طور معنی پر کلیم فکر بیں ص ۲۷۷

پھر وادی فاراں کے ہر ذرے کو چمکا دے + پھر شوق تماشا دے، پھر ذوق تقاضا دے ص ۲۳۷

خیمہ زن ہو وادی سینا میں مانند کلیم + شعلۂ تحقیق کو غارت گر کاشانہ کر ص ۲۱۰

برق ایمن مرے سینے پہ پڑی روتی ہوئے + دیکھنے والی ہے جو آنکھ کہاں سوتی ہے ص ۱۹۰

صدائے لن ترانی سن کے اے اقبال میں چپ ہوں + تقاضوں کی کہاں طاقت ہے مجھ فرقت کے ماروں میں ص ۱۳۷

چھپایا حسن کو اپنے کلیم اللہ سے جس نے + وہی ناز آفریں ہے جلوہ پیرا نازنینوں میں ص ۱۰۱

اڑ بیٹھے کیا سمجھ کے بھلا طور پر کلیم + طاقت ہو دید کی تو تقاضا کرے کوئی ص ۱۰۵

کھنچے خود بخود جانب طور موسیٰ + کشش تیری اے شوق دیدار کیا تھی ص ۸۱

کبھی میں ذوق تکلم میں طور پر پہنچا + چھپایا نور ازل زیر آستیں میں نے ص ۸۰

تجھے نظارے کا مثل کلیم سودا تھا + اویس طاقت دیدار کو ترستا تھا ص ۷۹

تو کہاں ہے اے کلیم ذروۂ سینائے علم + تھی تری موج نفس باد نشاط افزائے علم ص ۷۵

قصہ دار و رسن بازی طفلانہ دل + التجائے ارنی سرخی افسانہ دل ص ۵۳

هر دل مئے خیال کی مستی سے چور ہے + کچھ اور آج کل کے کلیموں کا طور ہے[40]

بال جبریل

دل طور سینا و فاران دو نیم + تجلی کا پھر منتظر ہے کلیم

خالی ہے کلیموں سے یہ کوہ و کمر ورنہ + تو شعلہ سینائی میں شعلہ سینائی

مثل کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی + اب بھی درخت طور سے آتی ہے بانگ لا تخف

ارنی میں بھی کہہ رہا ہوں مگر + یہ حدیث کلیم و طور نہیں

تازہ پھر دانش حاضر نے کیا سحر قدیم + گذر اس عہد میں ممکن نہیں بے چوب کلیم

تھا ارنی گو کلیم ، میں ارنی گو نہیں + اس کو تقاضا روا مجھ پہ تقاضا حرام

اگر کسی کے فسانوں سے ٹوٹا نہ برہمن کا طلسم + عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کار بے بنیاد

نظر آتی ہے نہ مجھے قافلہ سالاروں میں + وہ شبانی کہ ہے تمہید کلیم اللہی

اگر کوئی شعیب آئے میسر + شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

مٹ نہیں سکتا کبھی مرد مسلمان کہ ہے + اس کی اذانوں سے فاش سر کلیم و خلیل

ضرب کلیم

یہی ہے سر کلیمی ہر اک زمانے میں + ہوائے دشت و شعیب و شبانی شب و روز

ہر لحظہ نیا طور نئی برق تجلی + اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہو طے

ہر زمانے میں دگر گوں ہے طبیعت اس کی + کبھی شمشیر محمد ہے کبھی چوب کلیم

ہو اگر قوت فرعون کی در پردہ مرید + قوم کے حق میں ہے لعنت وہ کلیم اللہی

اقبال کے یہ چند اشعار صرف اشارے کے لئے ہیں ورنہ ان کے اردو اور فارسی کلام میں اس موضوع پر اور بہت سے اشعار مل سکتے ہیں ، بعض اور اکابر اردو شعرا کے یہاں اس قصے سے متعلق اشعار دیکھئے :-

میر تقی میر

آتش بلند دل کی نہ تھی ورنہ اے کلیم + یک شعلہ برق خرمن صد کوہ طور تھا

جلایا جس تجلی گرمی طور کو ہم دم + اسی آتش کے پرکھالے نے ہم سے بھی شرارت کی

چمکی دکھا طور کو جس نے جلا دیا + آئی قیامت ابر سے جو پردہ اٹھا دیا

طرفہ آتش خیز سنگستان ہے دل + مقتبس یہاں سے ہے شعلہ طور کا

مرزا غالب

تجھ سے عالم پہ کھلا واسطہ قرب کلیم + تجھ سے دنیا میں بچھا مائدہ بذل خلیل

گرنی تھی ہم پہ برق تجلی نہ طور پر + دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی + قسمت کھلی ترے قد و رخ کے ظہور کی

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب + آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

شعرائے لکھنؤ میں خواجہ حیدر علی آتش کے یہ اشعار دیکھئے :-

بار صنعت عشق کی چاہے تو راحت جان ایذا کو + عصا بیچھے دیا پہلے جلایا دست موسیٰ کو

ید بیضا سا روشن (یا) کا رخسار ہے آتش + لب جاں بخش رکھتے ہیں دم پاک مسیحا کو

جلاتی ہے دل آتش طور کی طرح + کسی پردہ نشین کی لن ترانی ۳۳۸

۳۳۶

مومن و کافر جگہ دیتے ہیں آنکھوں میں اسے + طور کا سرمہ کسی نقش قدم کی خاک ہے

۳۶۰

شمع ایمن وہ سراپا نور پیراہن میں ہے + داغ سینہ یاں چراغ طور پیراہن میں ہے

سرمہ نہیں ہوا ہے تجلی سے طور ہی + ہم بھی ہیں سوختہ گرمی برق جمال کے ۳۸۱

نرگس جادو کو اس گل کی دکھایا چاہیے + سامری کافر کو گوسالہ بنایا چاہیے ۳۸۸

گفتگو اللہ نے موسیٰ سے کی ہے اے صنم + ہم کو بھی آواز پردے سے سنایا چاہیے ۳۸۹

روشن کم ید بیضائے موسیٰ سے نہیں + سامری وقت وہ چشم فسوں پرداز ہے ۳۰۶

اللہ سے بھی ان کو زیادہ غرور ہے + دو باتیں کیں نہ اگر صنم نے کلیم سے ۳۲۶

پوشاک سرخ پہنے ہیں وہ بام پر کھڑے + آئی نظر میں طور سے شعلہ بلند ہے ۳۲۹

ترانی

ص ۲۵۲
ہم کو در پردہ محبت غائبانہ عشق ہے + لن ترانی ان سے ہو سائل جو دیدار کے

ص ۲۵۳
نور تجلی ہے تیرے رخسار کے لئے + آنکھیں دی کلیم ہیں دیدار کے لئے

ص ۲۶۷
آگ پھر رکھوا کے جلوانا نہ تھا فرعون کو + بچ شاخ سے بھی روشن دست موسیٰ ہوگئے

ص ۲۷۰
موسیٰ کی طرح ہم کو بھی دیدار کا ہے شوق + آنکھوں کو حوصلہ ہے تجلی کی دید کا

ص ۲۸۵
مشتاق اس قدر ہوں خدا کے حضور کا + سجدہ کروں جو بت بھی ملے سنگ طور کا

ص ۲۸۶
سب کو خیال رہتا ہے اک رشک مہر کا + ظلمت میں دل مرا متلاشی ہے نور کا

ان اقتباسات سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ مضامین اردو شعرا کے یہاں عام ہیں اس لئے

مزید اشعار پیش نہیں کئے گئے۔

قصہ حضرت مریم و حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا

ولادت حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں قرآن حکیم کی سورۂ آل عمران میں ارشاد ہوا ہے -

و اذ قالت الملئکۃ . الملٰئکۃ .... ان کنتم مومنین (آیت ۴۲-۴۹)

اور (وہ وقت قابل ذکر ہے) جبکہ فرشتوں نے کہاکہ اے مریم بیشک تم کو اللّٰہ تعالی نے منتخب (یعنی مقبول) فرمایا ہے اور پاک بنایا ہے اور تمام جہان کی بی بیوں کے مقابلہ میں تم کو منتخب فرمایا ہے - اے مریم اطاعت کرتی رہو اپنے رب کی اور سجدہ کیا کرو اور رکوع کیا کرو ان لوگوں کےساتھ جو رکوع کرنے والے ہیں ، یہ (قصے) منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں ، ہم ان کی وحی بھیجتے ہیں آپ کے پاس اور ان لوگوں کے پاس آپ نہ تو اس وقت موجود تھے جبکہ وہ اپنے اپنے قلموں کو پانی میں ڈالتے تھے کہ ان سب میں کون شخص حضرت مریمؑ کی کفالت کرے اور نہ آپ ان کے پاس اس وقت موجود تھے جبکہ باہم اختلاف کررہے تھے/اس وقت کو یاد کرو جبکہ فرشتوں نے (یہ بھی) کہاکہ اے مریم بیشک اللّٰہ تعالی تم کو بشارت دیتے ہیں ایک کلمہ کی جو منجانب اللّٰہ ہوگا- اس کا نام (ولقب) مسیح عیسیٰؑ بن مریمؑ ہو گا ، باآبرو ہونگے دنیا میں اور آخرت میں اور منجملہ مقربین کے ہونگے ، اور آدمیوں سے کلام کرینگے گہوارہ میں اور بڑی عمر میں اور شائستہ لوگوں میں سے ہونگے (حضرت) مریمؑ بولیں اے میرے پروردگار کس طرح ہوگا میرے بچہ ، حالانکہ مجھکو کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا ، اللّٰہ تعالٰی نے فرمایاکہ ویسے ہی (بلامرد کے) ہوگا ، کیونکہ اللّٰہ تعالٰی جو چاہیں پیدا کردیتےہیں جب کسی چیز کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو اس کو کہہ دیتے ہیں ہوجا ، پس وہ چیز ہو جاتی ہے اور اللّٰہ تعالی ان کو تعلیم فرمائینگے (آسمانی) کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور (بالخصوص) توریت اور انجیل اور ان کو (تمام) بنی اسرائیل کی طرف بھیجیں گے (پیغمبر بناکر)، وہ کہیں گے کہ میں تم لوگوں کے پاس (اپنی نبوت پر) کافی دلیل لیکر آیا ہوں تمہارے پروردگار کی جانب سے وہ یہ ہےکہ میں تم لوگوں کے لئے گارے سے ایسی شکل بناتا ہوں جیسی پرندہ کی شکل ہوتی ہے پھر اس کے اندر پھونک مار دیتا ہوں جس سے وہ (جاندار) پرندہ بن جاتا

هے خدا کے حکم سے اور میں اچھا کردیتا ہوں مادر زاد اندھے کو اور برص و (جذام) کے مریض
کو اور زندہ کردیتا ہوں مردوں کو خدا کے حکم سے اور میں تم کو بتلا دیتا ہوں جو کچھ تم اپنے
گھروں میں کھا (کر) آتے ہو اور جو کچھ (رکھ) آتے ہو بلا شبہ ان میں (میری نبوت کی) کافی
دلیل ہے تم لوگوں کے لئے اگر تم ایمان لانا چاہو ۔۔۔"

ولادت حضرت مسیح کا ذکر سورۂ مریم میں بھی ہے ۔ ذلک عیسی ابن مریم / و اذکر
فی الکتب مریم .... (آیت ۱۶ تا ۳۵)

اور (اے رسول) اس کتاب میں مریم کا بھی ذکر کیجئے ، جبکہ وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ
ایک ایسے مکان میں جو مشرق کی جانب تھا (غسل کے لئے) گئیں ، پھر ان (گھر والوں)
لوگوں کے سامنے انھوں نے پردہ ڈال لیا ، پس (اس حالت میں) ہم نے ان کے پاس اپنے فرشتے
(جبرئیل) کو بھیجا اور وہ ان کے سامنے ایک پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا ، کہنے لگیں
میں تجھ سے (اپنے خدائے) رحمن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو (کچھ) خدا ترس ہے
تو یہاں سے ہٹ جائے گا) فرشتے نے کہا کہ میں تمہارے رب کا بھیجا ہوا (فرشتہ ہوں)
تاکہ تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں ، وہ (تعجباً) کہنے لگیں کہ (بھلا) میرے لڑکا کس طرح
ہو جائے گا حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ میں بدکار ہوں فرشتے نے
کہا کہ یونہی (اولاد ہو جائے گی) تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ (بات) مجھ
کو آسان ہے اور (اس طور پر) اس لئے پیدا کریں گے تاکہ ہم اس کو لوگوں کیلئے ایک نشانی
بنادیں ، اور (باعث) رحمت بنائیں ، اور یہ ایک طے شدہ بات ہے (جو ضرور ہوگی)
پھر ان کے پیٹ میں وہ لڑکا رہ گیا پھر اس (حمل) کو لئے ہوئے (اپنے گھر سے) کسی
دور جگہ میں الگ چلی گئیں ، پھر درد زہ کے مارے کھجور کے درخت کی طرف آئیں (گھبراکر)
کہنے لگیں کاش میں اس (حالت سے) پہلے ہی مرگئی ہوتی ، اور ایسی نیست و نابود ہو
جاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی ، پھر جبرائیل نے ان کے (اس) پائین (مکان) سے
ان کو پکارا کہ تم مغموم مت ہو ، تمہارے رب نے تمہارے پائین میں ایک نہر پیدا کردی ہے

اور اس کھجور کے تنہ کو (پکڑ کر) اپنی طرف کو ھلاؤ اس سے تم پر فرمائے ترو تازہ جھڑیں گے - پھر (اس پھل) کو کھاؤ اور (وہ پانی) پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو ، پھر تم آدمیوں میں سے کسی کو بھی (اعتراض کرتا) دیکھیں تو کہہ دینا کہ میں نے تو اللّٰہ کے واسطے روزہ کی منت مان رکھی ھے ، سو میں آج کسی آدمی سے نہیں بولونگی ، پھر وہ ان کو گود میں لئے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں تو لوگوں نے کہا اے مریم تم نے بڑے غضب کا کام کیا اے ھارون کی بہن ، تمہارے باپ کوئی برے آدمی نہ تھے اور نہ تمہاری ماں بدکار تھیں پس مریمؑ نے اس (بچہ) کی طرف اشارہ کردیا - وہ لوگ کہنے لگے بھلا ھم ایسے شخص سے کیوں کر باتیں کریں جو ابھی گود گہوارہ میں بچہ ھی ھے ، وہ (بچہ خود ھی) بول اٹھا کہ میں اللّٰہ کا (خاص) بندہ ہوں - اس نے مجھہ کو کتاب (یعنی انجیل) دی اور اس نے مجھکو نبی بنایا (یعنی بناویگا دے گا) اور مجھکو برکت والا بنایا ، میں جہاں کہیں بھی ہوں اور اس نے مجھکو نماز اور زکوۃ کا حکم دیا جب تک میں دنیا میں زندہ رہوں اور مجھکو میری والدہ کا خدمت گذار بنایا اور اس نے مجھکو سرکش بد بخت نہیں بنایا اور مجھہ پر (اللّٰہ کی جانب سے) سلام ھے- جس روز میں پیدا ھوا اور جس روز میں رحلت کرونگا - اور جس روز قیامت میں زندہ کرکے اٹھایا جاونگا - یہ ھیں ہیں عیسیٰؑ ابن مریمؑ ---،

حضرت عیسیٰؑ کے سلسلے میں بعض اور امور بھی قرآن حکیم میں بیان ھوتے ھیں ، مثلاً سورہ الصف میں ارشاد ھے -

واذ قال عیسی .... اسمہ احمد (آیت ۲)

" اور اسی طرح وہ وقت بھی قابل ذکر ھے جب عیسیٰ ابن مریم نے فرمایاکہ اےبنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللّٰہ کا بھیجا ھوا آیا ھوں کہ مجھہ سے پہلے جو تورات (آچکی) ھے میں اس کی تصدیق کرنے والا ھوں اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ھیں جن کا نام (مبارک) احمدؐ ھوگا ، میں ان کی بشارت دینے والا ھوں ---،

هم اس بشارت کا ذکر اور شعرا کی اس پر طبع آزمائی پہلے بیان کرچکے ھیں اس لئے یہاں اس کا اعادہ نہیں کیا جاتا ،

اسی قصے میں حضرت عیسیٰؑ کا صلیب پر چڑھایا جانا ہے - عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق یہ صلیب دراصل حضرت عیسیٰؑ نے اس لئے قبول کی کہ ان کے ماننے والوں کی نجات کا وسیلہ ہو ، ان کو قتل کرنے والے کافر تھے اور حضرت عیسیٰ حق پر تھے، اس لئے صلیب حق کی خاطر جان دینے والوں کی ایک علامت اور نشانی کے طور پر شاعری میں استعمال ہونے لگی لیکن قرآن حکیم میں صراحت کی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو نہ قتل کیا گیا اور نہ ان کو صلیب پر چڑھایا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بچالیا ، سورۃ النساء میں ارشاد ہوا ہے -

و بکفرہم .... و کان اللہ عزیزا حکیما

(آیت ۱۵۷- ۱۵۸)

اور انہیں (سزا دی) ان کے کفر کی وجہ سے اور حضرت مریمؑ پر ان کے بھاری بہتان دھرنے کی وجہ سے اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریمؑ کو جوکہ رسول ہیں اللہ تعالی کے قتل کردیا ، حالانکہ انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا ، لیکن ان کو اشتباہ ہوگیا اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ غلط خیال میں ہیں اور اللہ تعالی بڑی زبردست حکمت والے ہیں - (۱۱)

حضرت عیسیٰ کی صلیب کی مفروضہ نشانی کے علاوہ جو مضمون خاص طور پر ہمارے شعرا اور ادیبوں کو پسند ہے وہ حضرت عیسیٰ کا بیماروں کو اچھا کردینا اور مردوں کو جلا دینا ہے - اس مضمون کو بھی انہوں نے بار بار ادا کیا ہے حضرت عیسیٰؑ اور ان کے قصہ سے متعلق بعض اشعار یہاں درج کئے جاتے ہیں :-

گو مسیحا مزاج آوے طبیب + عشق میں مرگ بن نہیں چارہ (میر)

ہلاتو بھی لب کو کہ عیسیٰ کے دم کی + چلی جاتی ہے بات مدت سے اب تک (")

اعجاز مسیحا نگہ ہے ترے لب کے کام کا + کیا ذکر یہاں مسیح علیہ السلام کا

اگر تو لعل خط خوباں کے دم نہ مارے ہر چند + مسیح کی باتیں نہیں رہیں

لو ہم مریض عشق کے تیمار دار ہیں + اچھا اگر نہ ہو تو مسیحا کا کیا علاج (غالب)

اک کھیل ہے اور رنگ سلیمان میرے نزدیک + اک بات ہے اعجاز مسیحا میرے آگے (غالب)

ابن مریم ہوا کرے کوئی + میرے دکھ کی دوا کرے کوئی (")

کبھی صلیب پہ اپنوں نے مجھ کو لٹکایا + کیا فلک کو سفر چھوڑکر زمین میں نے (اقبال)

تڑپ بجلی سے پائی حور سے پاکیزگی پائی + حرارت لی نفسہائے مسیح ابن مریم سے (")

نفس گرم کی تاثیر ہے اعجاز حیات + تیرے سینے میں اگر ہے تو مسیحائی کر (")

دارالشفا حوالی بطحا میں چاہیے + نبض مریض پنجۂ عیسی میں چاہیے (")

سامنا جب اس مسیح کا ہوا بیمار سے + بھر دئے آنکھوں کا سے شربت دیدار سے (آتش)

جی میں آتا ہے کہ پہنچیں سحروں عیسی سے + دل بیمار کی مشکل کہیں آسان ہوئی (")

اے نور نظر معجزہ حسن سے تیرے + اندھے بھی کہیں گے کہ مسیحا تو یہی ہے (")

بیمار رہا برسوں ہی عیسی نفسوں میں + پوچھا نہ کسی نے کبھی کیا حال ہوا ہے (")

توجہ نے تیری ہمارے مسیحا + توانا کئے ناتواں کیسے کیسے (")

یہہ چند اشعار یہاں صرف بطور نمونہ درج کئے گئے ہیں ، متقدمین ، متوسطین ، اور متاخرین کے یہاں ایسے مضامین کی کوئی کمی نہیں ہے - عہدحاضر کے شعرا نے خاص طور حضرت عیسی کی کہانی سے صلیب کے قصے کو لیکر اسے ایک علامت بنالیا ہے ، لیکن قرآن حکیم میں اس واقعہ کو ہی تسلیم نہیں کیا گیا ہے ، اس لئے ہم اس کی تفصیل اور بحث میں نہیں جاتے ۔

اب تک ہم نے جن رسولوں اور پیغمبروں کا ذکر کیا ان کے قصے اور ان کے مختلف اجزا اس کثرت سے شعر و ادب میں ملتے ہیں کہ ان کے بغیر ان کا پس منظر مکمل ہی نہیں ہوتا ، ان کے علاوہ بھی بعض رسول اور پیغمبر اور بعض شخصیتیں ایسی ہیں جن کا ذکر قرآن حکیم میں بار بار آیا ہے ، مثلاً حضرت خضر کو ظاہری طور پر مستقبل کے علم کا مالک بتایا جاتا ہے کہ اللہ تعالی نے ان کو ایک خاص علم عطا کیا تھا ، ہم نے اسکا ذکر حضرت موسیٰ کے قصہ میں کیا ہے ، ایک عام عقیدہ حضرت خضر کے متعلق یہہ ہے کہ وہ دریاؤں اور سمندروں میں

سفر کرنے والوں کی مدد اور حفاظت کرتے ہیں ، انہیں رہبری اور رہنمائی کی علامت سمجھا جاتا ہے اور یہ مضامین بکثرت اردو شاعری میں بھی ملتے ہیں ، اقبال کے مجموعہ بانگ درا میں ایک مشہور طویل نظم خضر راہ ہے ، اس کا عنوان ہی خضرراہ ہے اور اس میں حضرت موسیٰؑ کے قصہ کا وہ حصہ بھی موجود ہے جو ہم بیان کرچکے ہیں - بعض اور شعرا کے یہاں بھی حضرت خضر کے بارے میں مضامین موجود ہیں - مثلاً یہ چند مثالیں آتش کے کلام سے لی گئی ہیں -

محتاج خضرراہ نہیں تیری راہ میں + کرتاہے کام شوق ہمارا دلیل کا

سبقت جو زندگی میں سکندر سے کی توکیا + اے خضرؑ پیچھے مرگ کی منزل میں رہ گیا

خیرخواہاں ہو تیرے وصل کا اے یارتو کیا + حصہ خضر جو ہے بخت سکندر میں نہیں

نہیں تیرے کرم کو قید کچھ اعلیٰ و ادنیٰ کی + سکندر تشنہ رہ جائے ہے خضرآب حیواں کو ؟

طول عمر خضر دے تم کو خدا اے مئےکشو + چشمۂ حیواں ہیں پیمانہ لبریز ہے

اور یہ اشعار مرزا غالب کے ہیں -

حریف مطلب مشکل نہیں فسون نیاز + دعاقبول ہو یارب کہ عمرخضر دراز

نہ ہے صرفہ ہی گزرتی ہے ہوگرچہ عمرخضر + حضرت بھی کل کہیں گے کہ ہم کیاکیاکیے ؟

لازم نہیں کہ خضر کی ہم پیروی کریں + جاناکہ اک بزرگ ہمیں ہم سفر ملے

مجھے راہ سخن میں خوف گمراہی نہیں غالب + عصائے خضر صحرائے سخن ہے خامہ بیدل کا

تو سکندر ہے مرا فخر ہے ملنا تیرا + گو شرف خضر کی بھی مجھ کو ملاقات سے ہے

کہا کہا خضر نے سکندر سے + اب کسے رہنما کرے کوئی

اسی طرح حضرت ایوبؑ کے صبرو استقامت کا ذکر ہے - اور انہیں بھی ایک علامت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے - ان تمام پیغمبروں ، رسولوں ، افراد و اشخاص کی الگ الگ تشریح اور تفصیل بجائے خود ایک مقالہ کا موضوع ہے اس لئے یہاں اس بحث کو ختم کیا جاتا ہے -

پیغمبروں میں آخری رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے ، آپ کی ذات و صفات کے بارے میں قرآن میں ایک نہیں بیسوں آیات ہیں۔ چونکہ نعت کی بحث میں ہم یہ باتیں تفصیل سے بیان کرچکے ہیں اس لئے یہاں ان کا اعادہ نہیں کیا گیا ہے ۔

بـــــا بـ ســـوم

صحت شعـر کا ذہنی پس منظـر

شاعری کا شمار بھی فنون لطیفہ میں ہوتا ہے ، ان فنون میں ، مصوری ، موسیقی ، رقص وغیرہ بہت سے فنون شامل ہیں۔ بنیادی طور پر ان سب کا مقصد جذبات احساسات اور کیفیات کا اظہار ہوتا ہے ، اس اظہار کے دو پہلو ہیں ۔ ایک پہلو اس کے موضوع ، مضمون کا ہے اور دوسرا وسیلہ اظہار کا ، موضوع اور مضمون کا پہلو اس قدر وسیع ہے کہ اس کا احاطہ ممکن نہیں ۔ جذبات ، احساسات کیفیات کی دنیا خود اتنی وسیع ہے کہ اس میں ہی ہزاروں کیفیات ہیں ، مثلاً عشق و محبت کا جذبہ نفرت اور دشمنی کا جذبہ ، ستائش اور حسد کا جذبہ خود پرستی اور خودنمائی کا جذبہ ، ایثار اور قربانی کا جذبہ ، صبرو استقلال کا جذبہ ، مذہبی جذبات قومی جذبات ، انسانی اخوت اور یگانگت کے جذبات ، محدود ، وطنی جذبات ، غرض ان جذبات کی ہی ایک طویل فہرست ہے اور پھر ان میں سے ہر جذبہ سے پیدا ہونے والے مضامین بےشمار ہیں ۔ مثلاً ایک محبت کا جذبہ ہی سے لیجئے ۔ اس کی کتنی نوعیتیں ہیں عشق مجازی اور عشق حقیقی کی تفریق تو ہمارے صوفیا اور شعراء کی ہے لیکن عشق مجازی کی خود کیا کیا صورتیں اور نوعیتیں ہیں ، محبت ایک وسیع جذبہ ہے ، ماں کی مامتا بھی محبت ہے اور بچہ کی ہمک بھی ، بھائی بہنوں کی آپس کی محبت بھی محبت ہے ، میاں بیوی کی محبت بھی یہ سب محبت ہی کے مختلف روپ ہیں اور وہ محبت جو ہمارے افسانوں اور داستانوں کی محبت ہے لیلیٰ اور مجنون ، شیریں اور فرہاد ، وامق و عذرا ، ہیر اور رانجھا ، سسی اور پنھوں کے عشق اور محبت کی داستانیں شاعری اور ادب کا ایک دلچسپ اور مرغوب موضوع ہیں ، پھر یہ موضوع پہلو دار بھی ہے ۔ کہیں محبوب کے حسن کی تعریف اس کے خدو خال کی توصیف ، ہجر اور وصال

کی داستانیں ، جلوت اور خلوت کے نقشے ، معاملات ، رمز و کنایہ ، چھیڑ چھاڑ اور کبھی کبھی
اس کے آگے بڑھکر ڈھول ڈھپا تک اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں ، یہہ تو صرف ایک موضوع ہوا ۔
شاعری کے موضوعات اور بھی ہیں۔ اخلاقی اور ناصحانہ شاعری ہے اسی میں اصلاحی اور مقصدی
شاعری کو بھی لے لیجئے ۔ اس کا موضوع اور میدان الگ ہے ۔ کہیں وعظ و نصیحت ہے کہیں ضابطہ
اخلاق ، کہیں صفات حسنہ کی تعریف اور کہیں اخلاقی برائیوں کی تردید اور ان سے پرہیز کی
تاکید ہے ۔ اسی میں ایسی شاعری بھی آجاتی ہے جس کا موضوع مذہب ، ایمان اور عقیدت
ہو اور شاعر کا کلام اس کے مذہبی نقطہ نظر کی وضاحت و اشاعت کرتا ہو ، تصفیہ قلب او ر
تزکیۂ باطن کی شاعری کو بھی اسی میں شمار کر لیجئے جسے عام طور پر صوفیانہ شاعری کہتے ہیں
جو محض حال و قال کی شرح نہیں ایک مستقل نظریہ حیات اور مسلک زندگی ہے ۔ اس میں
صوفیانہ تعلیمات صوفیائے کرام کے حالات زندگی وغیرہ سب کچھ آجاتے ہیں ۔ پھر ایک موضوع
کا درباروں اور بارگاہوں سے متعلق ہے ۔ اس میں مدح بھی ہے اور قدح بھی قصیدہ نگاری
بھی اور ہجو گوئی بھی ، اس میں شاعروں نے اپنی اور دوسروں کی گفتنی اور ناگفتہ بہ سب ہی
باتیں کہہ ڈالی ہیں اور قصیدہ گوئی محض بھٹئی اور ہجو گوئی پھکڑ بازی سے گزر کر گالی گلوچ اور شہدپن
تک پہنچ گئی ہے ۔ اور شاعروں کی محفلیں جنگ و جدال کے اکھاڑوں کا منظر پیش کرتی ہیں۔
بعض شعراء نے ملکی اور قومی حالات کو اپنا موضوع بنایا ہے اور اس میں اپنی تاریخ ، اپنے معاشرہ
اور اپنے دور کے حالات و واقعات پر طبع آزمائی کی ہے۔ بعض شعرا نے خاص سیاسی نظریات
کی تبلیغ و اشاعت کو ہی اپنے کلام کا موضوع ٹھہرایا ہے اور بعض جو فطرت کے عاشق ہیں انھوں
نے عالم قدرت اور مناظر فطرت کے نقشے پیش کئے ہیں۔ غرض موضوعات کے اعتبار سے شعر و شاعری
اور ادب کی دنیا میں اتنا ہی تنوع ہے جتنا خود زندگی میں پھیلاؤ اور وسعت ہے۔

یہہ تو شاعری اور ادب کا ایک پہلو ہوا۔ دوسرا پہلو وہ ہے جسے ہم نے
اس باب کی تمہید میں اسلوب یا اظہار کا نام دیا تھا اور جسے عام طور پر فن کے مترادف ،
سمجھا جاتا ہے ۔ حالانکہ فن میں موضوع اور اسلوب دونوں شامل ہیں ۔ فن کو ان محدود
معنوں میں صنعت بھی کہہ سکتے ہیں ۔ یہہ وہی معنی ہیں جن میں یونانی اس لفظ کی

اصل کو استعمال کرتے تھے اور جو موجودہ انگریزی کے لفظ (Art) کے مفہوم سے قریب تر ہے - فن کے ان محدود معنوں میں زبان و بیان اور وہ شاعرانہ صنائع بدائع وغیرہ ہیں جن کو مضمون ، موضوع یا خیال کا لباس کہنا اور سمجھنا چاہیے ، اس سے مختلف فنوں میں تمیز پیدا ہوتی ہے اور ایک ہی فن میں مختلف اسالیب مختلف فنکاروں کے اپنے اپنے انفرادی اسلوب کی بھی ترجمانی کرتے ہیں اور فن کی تاریخ کے ایک دور یا عہد کی بھی جس سے فنکار کا تعلق اور واسطہ ہوتا ہے - اس فن کی بھی اپنی ایک تاریخ ہوتی ہے اور اس میں بھی اسکا اپنا ایک روایت کا سلسلہ ہوتا ہے - اس باب میں ہم اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کریں گے کہ اردو شاعری کے اسالیب میں وہ دیہی پس منظر کس حد تک کار فرما ہے جس کی تفصیل ہم دوسرے ابواب میں کرچکے ہیں۔

شاعری میں ایک اہم صنعت تشبیہہ اور استعارہ ہے - اس کا جائز اور مناسب حدود میں استعمال شعر کے حسن میں اضافہ کرتا ہے اور اسے کلام بلیغ بناتا ہے۔ ہمارے شعرا نے ہر طرح کی تشبیہات اور استعارات استعمال کئے ہیں اور ان میں بکثرت ایسے ہیں جن کا تعلق ہمارے دیہی پس منظر سے ہے - مثلاً عشقیہ شاعری اور بالخصوص غزل کا ایک موضوع محبوب کا سراپا ہے - ہمارے شاعر محبوب کے کتابی چہرہ کو مصحف اور قرآن بتاتے ہیں - اس کے عاشق کو حافظ قرآن کہتے ہیں۔ اگر اس پر کوئی خال سیاہ ہوتو کبھی اسے حجراسود بتاتے ہیں اور کبھی خط قرآن کا نقطہ سمجھتے ہیں - ابرو کو محراب طاق حرم کہتے ہیں۔ محبوب کے جلوہ کو جلوۂ طور کہتے ہیں - محبوب کے جھلک دکھانے کے انکار کو طور پر اللہ تعالیٰ کے جلوے کے نہ دکھانے کے ارشاد سے تعبیر کرتے ہیں - کبھی محبوب کے کوچہ کو کعبہ بتاتے ہیں۔ کبھی ، کعبہ ڈھاکر دل کی عمارت بنانے پر زور دیتے ہیں ، کبھی محبوب کو بت بتاتے ہیں جو خدا کی خدائی میں خلل ڈالتا ہے - کبھی دین و مذہب کو ترک کرتے ہیں - قشقہ کھینچتے ہیں دیر میں بیٹھتے ہیں اور ترک اسلام کرتے ہیں۔ کبھی اسی محبوب کو حور جنت بتاتے ہیں اور اس کے کوچہ کو بہشت قرار دیتے ہیں - کبھی اسے حوروں پر بھی ترجیح دیتے ہیں - کبھی فرشتوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں ، کبھی اس عشق میں بے خبری کی آڑ لے کر دین و مذہب سے آزاد اور

بیگانہ ہونے کا اعلان کرتے ہیں ۔ کافر عشق ہونے پر زور دیتے ہیں اور مسلمانی انہیں درکار نہیں ہوتی ۔ کبھی محبوب کے خرام ناز کو آشوب قیامت کہتے ہیں جس سے اس کے کوچہ میں میدان حشر کا سماں نظر آتا ہے اور ہر شخص فریادی معلوم ہوتا ہے ۔ کبھی اسے مشہد بتاتے ہیں کہ اس کوچے میں شہیدان عشق کام آتے ہیں ۔ کبھی اس کے ہونٹوں کو لب جان بخش کہہ کر محبوب کو مسیحا کا خطاب دیتے ہیں۔ اور کبھی کوچہ عشق میں اسے اپنا رہبر اور رہنما بناکر خضر جانتے ہیں ، محبوب کے عشق میں صبر ایوب کرتے ہیں اور گریہ یعقوب کا جواب دیتے ہیں ۔ محبوب یوسف ہے اور یہہ اس بڑھیا کی طرح اس کے خریدار بنتے ہیں جو بازار مصر میں سوت کی ایک انٹی لیکر یوسف کو خریدنے نکلی تھی محبوب عشاق کو قتل کرتا ہے اور اکیلا رہ جاتا ہے تو یوسف بے کاروان کہلاتا ہے ۔ غرض یہہ اور بیشمار مضامین ہیں جو اردو شاعری میں تشبیہات اور استعارات کی اساس ہیں اور جن کا تعلق براہ راست اسی دینی پس منظر سے ہے جو مقالہ کا موضوع ہے ۔ اس دعوے کی تائید میں بعض اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔ یہہ اقتباسات آتش کے کلام سے لئے گئے ہیں جو خود اپنی شاعری کو ایک طرح کی صنعت نگاری ، نگینہ جڑنے کا فن بتاتے ہیں۔

دکھایا حسن سے اعجاز موسیٰ کلک قدرت نے + ید بیضا بنایا ہر انگشت حنائی کا

یوسف نہیں جو ہاتھ لگے چشم تر سے + قیمت جو دو عالم کی ہے پیمانہ ہے اسکا

بجا کرتے ہیں عاشق طاق ابرو کی پرستاری + یہی محراب دیر و کعبہ میں بھی ہم نے خم پایا

ہمارا کعبہ مقصود تیرا طاق ابرو ہے + تری چشم سیہ کو ہم نے آہوئے حرم پایا

ایک عالم میں ہو ہر چند مسیحا مشہور + نام بیماری تم کو خفقان ہے کہ جو تھا

وہی اس روئے کتابی میں ہے پیدا + اسم اعظم وہی قرآن میں نہاں ہے کہ جو تھا

کعبہ مدنظر قبلہ نما ہے تا حال + کوئے جاناں کی طرف دل نگراں ہے کہ جو تھا

لیلۃ القدر کنایہ نہ شب وصل سے ہو + اس کا افسانہ میاں رمضاں ہے کہ جو تھا

دیا نوشتہ نہ اس بت کو دل کے سودے میں + خدا کے گھر کا بھلا میں قبالہ کیا کرتا

3/5

کیا جگہ کوچہ محبوب ہے سبحان اللہ + کوئی کعبہ کوئی جنت کوئی گلشن سمجھا

سمجھا سے ہمارے عیسی مریم کو کہاں سے + شغلہ ہوتی ہے کس کے آستاں کی خاک سر ہند

گوشہ پیش طاق ابروئے صنم گیسو نہیں + کعبہ پر مرتفع ہوا ہے لشکر کفار کا

اے صنم عاشق سے روپوشی نہیں لازم تجھے + پردہ موسیٰ سے نہیں اللہ کو دیدار کا

پیشتر حشر سے ہوتی ہے قیامت برپا + جو چلی چلتے ہیں خوش قدپہ چلن ہر کس کا

دل کو ابروئے صنم کا شفیتہ کرتی ہے آنکھ + درس دیتا ہے معلم پہلے بسم اللہ کا

یار کے روئے کتابی کی کروں کیا تعریف + بعد قرآن کے جو قرآن نہ ہوا تھا سو ہوا

آفت جاں ہوئی اس روئے کتابی کی یاد + راس آیا نہ مجھے حافظ قرآں ہونا

مجھ سے یوسف سے زمیں و آسماں کا فرق ہے + خاک کا پتلا ہے یوسف یار یکا نور کا

سحر وصل کرے گی شب ہجراں پیدا + صلب کافر ہی سے ہوتا ہے مسلماں پیدا

گیسوئے سادہ کوئی رہزن ایماں ہو گا + خال ہندو سے ترے خون مسلماں ہو گا

بے نمازی سے فریب اے بت عیار نہ دے + ہم نہ مانیں گے خدا صورت انساں ہو گا

نورانی چہرے پر ترے ابرو کے نقش سے + محراب بیت کعبہ کا طغرا رقم ہوا

فضیلت خانہ کعبہ کو ہے سارے مکانوں میں + کسی محبوب عالم کا یہ سنگ آستاں ہو گا

چہروں پر اپنے افشاں کو جو اس محبوب نے + کتابی چہرے نے نقشہ دکھایا لوح قرآں کا

حیائے حسن کی غفت کو لعل یار سے پوچھو + مسیحا سا ہے شاہد پاک دامانی مریم کا

لہو پانی کیا ہے شوق نے اس کعبہ کو کے + ہمارے دیدہ تر پر ہے عالم چاہ زمزم کا

پھر گئیں آنکھیں ہماری طرف کوچہ یار + جاذب کعبہ جو رخ قبلہ نما کا دیکھا

لطف دو جہان حسن سے ہے یاروں میں + چہرہ ہے پری کا تو بدن حور جناں کا

اعجاز (کا) عجب لب جاں بخش سے نہیں + پیغمبر اس کو مصحف و رخسار نے کیا

اے بت خدا کے واسطے دل کو نہ سخت کر + اس کعبے میں ضرور نہیں فرش سنگ کا

عیسی مریم جو لعل رخ روح پرور ہو گیا + روئے زیبا حسن یوسف سے پیمبر ہو گیا

مبارک شب قدر سے بھی وہ شب تھی + سحر تک مہ و مشتری کا قرآن تھا

قتل کیا بٹھایا مار کر روح جبیح پسر + فرعون کو تخت عاج کے سر بٹھا دیا

حسرت روئے صنم سے حسرت زاہد نہ ہو + منہ دکھائے گا خدا کو کیا تو ایمان چھوڑ کر

دہن اے حور ہے تیرا یہ چشمہ جنت کا + تیم سے تری لیتی ہیں لہریں موج کوثر کی

سلیماں کا ہم ہیں اے محبوب جانی + سمجھتے ہیں تجھے بلقیس ثانی

یہ چند اشعار صرف ایک شاعر کے کلام سے جستہ جستہ منتخب کیے گئے ہیں ۔ اس قسم کے نمونے
کسی بھی اردو شاعر کے کلام میں بآسانی تلاش کئے جاسکتے ہیں۔ اس کے دو اسباب ہیں ایک تو
یہ کہ بنیادی طور پر اردو گو شعرا کی اکثریت مسلمانوں کی تھی ، قطع نظر اس سے کہ وہ دین
کے معاملہ میں سخت پابند شرع تھے یا نہیں اور ان کی مسلمانی حقیقتاً مسلمانی تھی یا صرف
برائے نام ، اس میں شبہ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ایک مسلم معاشرہ کا فرد سمجھتے اور جانتے تھے
اور اس کے متعلق معاملات اور امور ان کی روز مرہ زندگی میں داخل تھے اور اسی لئے وہ اپنے
خیالات اور ان کے اظہار کے اسالیب دونوں میں اپنے اس ذہنی پس منظر سے اکتساب فیض کرتے
تھے ، دوسرا سبب یہ تھا کہ اردو شاعری کا پس منظر فارسی شاعری کے اسالیب اور مضامین
سے بھی متاثر تھا ، اردو شاعری بالخصوص غزل کی تاریخ شاہد ہے کہ ابتداءً اردو شاعری
محض تفنن طبع کے لئے تھی ، اور بنیادی طور پر ہندی گو شعرا بھی فارسی ہی میں داد
سخن دیتے تھے ۔ اردو کے متقدمین اکابر شعرا کے پیشرو سراج الدین علیخان آرزو اور مرزا مظہر
جان جاناں اس کی دو مثالیں ہیں ان کے بعد کے شعرا جن میں میرؔ، سوداؔ ، مصحفیؔ اور انشاءؔ
بھی شامل تھے ذواللسانین تھے یعنی اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے بلکہ اپنی
ریختہ گوئی کی بجائے اپنی فارسی دانی اور فارسی گوئی پر ناز کرتے تھے اور یہ سلسلہ مرزا غالب
تک چلتا رہا جو فرماتے تھے ۔

فارسی بیں تا ببینی نقشہائے رنگ رنگ + بگذر از مجموعۂ اردو کہ بیرنگ من است

ہمارے زمانے میں فارسی کا مذاق کم ہوگیا لیکن اس زمانے کے شعرا میں اقبالؔ کا کلام بھی اسی
روایت کی ایک کڑی ہے ۔ اقبال جو افکار و خیالات میں عجمیت کے اثرات کا رد عمل پیش کرتے ہیں

ان کی شاعری کا بھی بڑا اور اہم حصہ فارسی میں ھے ۔ چنانچہ اسی وجہ سے فارسی میں
اسلامی دور کے اثرات کے نتیجہ میں تشبیہات استعارات ، تلمیحات اور بکثرت شعری موضوعات شامل
ہوگئے تھے ، شعرائے اردو نے اس روایت کو قائم اور برقرار رکھا ۔

تشبیہات کا ذکر ہم نے ابھی کیا ، تلمیحات کا بہت بڑا ذخیرہ فارسی اور
اردو شاعری دونوں میں اسی دینی پس منظر سے ماخوذ ھے بعض تلمیحات جن کا تعلق قصص
قرآنی کے مضامین سے ھے ان کا ذکر ہم متعلقہ باب میں کرچکے ہیں یہاں بعض اور ایسے اشعار
درج کئے جاتے ہیں جو اسی سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

پیمبر میں نہیں عاشق ہوں جانی + رہے موسیٰ ہی سے بیٹھ لن ترانی (آتش)

جلاتی ھے دل آتش طور کی طرح + کسی پردہ نشین کی لن‌ترانی ۔

گنج پنہاں ھے تصرف میں بنی آدم کے + کان سے لعل بیٹھ دریا سے گہر لیتا ھے ۔

جلوہ قربانیاں عشق کی دن رات ہیں + روز اس یوسف کے گردن عید اسماعیل ھے ۔

منتظر ھے چشم روز وعدہ دیدار کی + گوش مشتاق صدائے صور اسرافیل ھے ۔

حسن یوسف سے وہی رونق بازار اب تک + وہی کثرت ھے جو کثرت کہ خریدار کی تھی ۔

نرگس جادو کو اس گل کی دکھایا چاہیے + سامری کافر کو گوسالہ بنایا چاہیے ۔

برہمن کہتے ہیں تیرا مصحف رو دیکھ کر + کفر سے باز آئے اب ایمان لایا چاہیے ۔

اخوان کی عداوت سے ہوا شہرۂ یوسف + کچھ پیش نہیں جاتی ھے قسمت کے دھنی سے ۔

تو جو آیا ہے چمن کی سیر کو اے رشکِ حور + گل ہوئے گلہائے جنت سرو طوبیٰ ہوگیا ۔

اصنام کی ترازو میں تولا ، عیاں ہوا + یوسف سے تیرے حسن کا پلہ گراں نہ تھا ۔

ہنوز اک پرتو نقش خیال یار باقی ھے + دل افسردہ گویا حجرہ ھے یوسف کے زنداں کا (غالب)

ابھی آتی ھے بو بالش سے اس کی زلف مشکیں کی + ہماری دید کو خواب زلیخا عار بستر ھے ۔

ا۔

لنعان اسے

نسیم مصر کو کیا پیر کنعاں کی ہوا خواہی ؛ اُسے یوسف کی بوئے پیراھن کی آزمائش ھے (غالب)

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن ؛ بہت بے آبرو ہوکر تیرے کوچہ سے ہم نکلے۔

یہہ چند تلمیحات صرف بطور نمونہ درج کی گئی ھین ۔ ان کے علاوہ بیشمار حوالے او ر اشارے اردو شاعری کی مختلف اصناف اور مختلف ادوار مین ایسے ملتے ھین جن کا تعلق قرآن ، حدیث یا تعلیم اسلام سے ھے۔ مثلاً

نہ لاؤ کبھی یاس کی گفتگو ؛ کہ قرآن مین آیا ھے لاتقنطو ا

یہہ شعر میرحسن کی مشہور مثنوی سحرالبیان مین آیاھے کہ بادشاہ اولاد سے محروم ہونے کی وجہ سے ترک دنیا کا ارادہ کرتا ھے تو وزیر باتدبیر یہہ کہہ کر تسلی دیتا ھے کہ ناامید نہ ھو یہان قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ ھے کہ لاتقنطوا من رحمۃ اللّٰہ ، اللّٰہ کی رحمت سے مایوس نہ ھو قرآن اور حدیث کے اس طرح کے حوالے اور اشارے اردو شاعری مین بکثرت ھین۔ یہان نمونہ کے لئے ھردور کے شعرا کے کلام سے بعض منتخب اشعار پیش کئے جاتے ھین۔

× منگے پیغمبران آپ تئین شفاعت نت خدا سے

ھمارے مصطفیٰ منگین شفاعت امتی کا (سلطان محمد قلی قطب شاہ)

اس مین حدیث شریف کی طرف اشارہ ھے کہ " حضرت جابر رضا سے روایت ھے کہ فرمایا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ، مین انبیائے مرسلین کا پیشوا ھون اور مجھے فخر نہین مین خاتم النبین ھون اور مجھے فخر نہین مین سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ھون جسکی شفاعت مقبول ھو اور مجھے فخر نہین ۔

خدا ھر شے میں اس کو دکھایا ؛ نبی پر بھیج کر قرآن جسکا یا (عاصی دکھنی)

پہلے مصرعہ مین قرآن کریم کی ان آیات کی طرف اشارہ ھے جس مین زمین و آسمان کی مختلف اشیاء کو آیات الٰہی بتایا گیا ھے ان کا ذکر ھم ابتدائی ابواب مین کرچکے ھین۔

محمدؐ وہ ھے جس کے حق مین لولاک ؛ کہا ھے خالق املاک و افلاک (ولی)

اشارہ ھے لولاک لما خلقت الافلاک ، اگر آپ نہ ہوتے میں دنیا نہ بناتا ۔

سجن کا مکھڑہ مصحف نور آیت فال مصحف ہے + کہ اہل مراداں پر دعائے ہل اتیٰ آئی (ولی)

سورہ نور قرآن حکیم کی ایک سورۃ ہے - یہاں اس آیت کی طرف اشارہ ہے

نور علی نور یہدی اللّٰہ لنورہٖ من یشاء ، روشنی پر روشنی اللّٰہ جسے چاہتا ہے اس

نور سے ہدایت دیتا ہے - دوسرے مصرعہ میں سورہ غاشیہ کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے -

ھل اتٰک حدیث الغاشیۃ

رات کو اوں گر تیری گلی میں اے حبیب + نور لب ذکر سبحان اللذی اسریٰ ، کروں

اس میں سورۃ بنی اسرائیل کی اس آیت کا حوالہ ہے

سبحان اللذی .... البصیر

پاک ہے وہ ذات جو لے گیا اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کو

گھیر رکھا ہے ہماری برکت نے ، تاکہ دکھلائیں ہم اس کو اپنی کچھ قدرت کے نمونے وہی سننے والے

اور دیکھنے والے ہیں --"

چہرہ گلرنگ و زلف موج زن خوبی منہ + آیت جنات تجری تحتہا الانہار ہے

سورۃ توبہ میں ارشاد ہوا ہے - واعد لہم جنٰت تجری تحتہا الانہار

خلدین فیہا ابداً ، اور تیار کر رکھے ہیں ان کے واسطے باغ کہ جن کے نیچے نہریں بہتی

ہیں وہ ہمیشہ انہیں میں رہیں گے -

وجہہ پاوے مطلب راضیۃ مرضیۃ + محض للّٰہ جگ میں جو اعمال بجالائی کسے (ولی)

قرآن کریم کی سورۃ الفجر کی آیت -

یاایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک ، راضیۃ مرضیۃ ، فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی

اے وہ نفس جس نے اطمینان حاصل کیا ، پھر چل اپنے رب کی طرف تو اس سے

راضی وہ تجھ سے راضی ، پھر شامل ہو میرے بندوں میں اور داخل ہو میری بہشت میں -

حدیث من رانی دال ہے اس گفتگو اوپر کہ دیکھا جس نے اس کو اس نے دیکھی شکل یزدانی

حدیث شریف ہے کہ رسول اللّٰہ نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا وہ خداکو ضرور دیکھے گا (سا

3/10

اس نے خدا کو دیکھا)

گر اس بہار کی یعقوبؑ کو ہوا لگ جائے + شمیم جامۂ یوسفؑ کبھی نہ ہو محسوس
(مومن)

قرآن حکیم میں حضرت یعقوبؑ و یوسفؑ کا قصہ بیان ہوا ہے جس کی تفصیل ہم ایک الگ باب میں کرچکے ہیں ۔ اسی سلسلہ میں قرآن حکیم میں ہے اذھبوا ...... بصیرا، اس کرتہ کو لے جاکر میرے والد کے چہرے پر ڈال دو تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگیں ۔ ۱۲/۹۳

نہ جس کے دھیان میں مضمون قاب قوسین آئے ۔ وہ دیکھ لے تیرے زین وکمان کا قربوس
(مومن)

سورۃ النجم میں ہے فکان قاب قوسین او ادنٰی ۹/۵۳

پھر وہ قریب سے قریب تر ہوگیا۔

شمس الضحٰی محمدؐ بدرالدجٰی محمدؐ + ہے ورد پاک روشن ہر صبح و شام تیرا (داغ)

یہ مضمون بہت عام ہے اور اس میں بعض احادیث کی طرف اشارہ ہے ۔ مثلاً حضرت جابر بن سمرؓ رضا بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ چاندنی رات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو میں دیکھ رہا تھا حضور صلعم اس وقت سرخ جوڑا زیب تن کئے ہوئے تھے میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا اور کبھی آپ کو بالآخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ حضور اکرم چاند سے زیادہ حسین ہیں۔

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو + یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

اشارہ لولاک لما خلقت الافلاک + اگر آپ نہ ہوتے تو وجود کائنات نہ ہوتا

عرب کے واسطے رحمت عجم کے واسطے رحمت + وہ آیا لیکن آیا رحمۃ للعالمین ہو کر

سورۂ انبیاء میں ارشاد ہوا ہے وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین ، اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ۔

دکھا رہی ہے دعائے خلیل اپنا اثر + ہیں جلوہ ریز نوید صبح کے اسرار

حضرت خالد بن سعدان رضا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا اور حضرت عیسٰیؑ کی بشارت ہوں ۔ میری والدہ نے دیکھا کہ جس وقت میں ان

کے بطن مبارک میں آیا کہ ان سے ایک نور نکلا جس سے بصری جو ارض شام میں ہے چمک اٹھا ،

مصطفےؐ کو جب ملا پیغام اکملت لکم + گل ہمیشہ کے لئے شمع نبوت ہوگئی

قرآن حکیم میں ارشاد ہے ۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ، و رضیت لکم

الاسلام دینا ۔ آج میں نے پورا کر دیا تمہارے لئے تمہارا دین اور تمام کی تم پر میں نے اپنی

نعمتیں اور اسلام کو تمہارے لئے دین پسند کیا ۔

دنیا ہے علم اگر تو دے تو ساتھ اس کے عمل بھی دے

کہ شرح لیس للانسان الا ما سعی کر دے ۔

سورۃ النجم میں ہے وان لیس للانسان الا ما سعی ، انسان کے لئے صرف کوشش کرنا ہی ہے اس مضمون

کو ظفر علی خان کے علاوہ اور بھی بکثرت شعرائے نظم کیا ہے جہاں انسانی سعی کوشش کی

اہمیت اور عظمت پر زور دیا گیا ہے ۔

لقب امۃ وسطا دیا جنہیں درس فضل کبریائے خدا + پس و پیش ورطہ میں آج کیوں وہی سخت مبتلا ہیں

(ظفر علیخان)

سورۃ البقرہ میں ہے و کذالک جعلنکم امۃ وسطا لتکونو شہداء علی الناس و یکون الرسول

علیکم شہیدا اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت معتدل تاکہ ہو تم گواہ لوگوں پر اور ہو

رسول تم پر گواہی دینے والا ۔

ہم صل لربک پڑھتے ہیں پروان اسی سے چڑھتے ہیں + کیونکر نہ عدو سب ابتر ہوں ہم خیر کثیر کوثر ہیں

(ظفر علیخان)

اشارہ قرآن حکیم کی آیات کی طرف :- ۱۰۸/۱-۲

انا اعطینک الکوثر ہ فصل لربک و انحر ہ ان شانئک ھوالابتر ،

بیشک ہم نے دی تجھکو کوثر ، سو نماز پڑھ اپنے رب کے آگے اور قربانی کر ، بیشک جو دشمن

ہے تیرا وہی رہ گیا بے نام و نشان ۔

جیساکہ ہم اس مقالہ میں کسی اور موقع پر لکھ چکے ہیں محسن کاکوروی اردو

کمال

کے ان مشاہیر شعرا میں ہیں جنہوں نے ایک طرف نعت گوئی کو بطور فن معراج کمال پہنچایا
اور دوسری طرف شاعرانہ صناعی کے نقطہ نظر سے بھی ان کا کلام دبستان لکھنو کے خاص مزاج اور
اسلوب سخن کی ترجمانی کرتا ہے۔ اس موقع پر محسن کے کلام میں تشبیہات استعارات اور تلمیحات
کے وسیع ذخیرے میں سے کچھ منتخب اشعار بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔

مثنوی چراغ کعبہ :-

اے پاک ہاتف غیب داں خبر دو کون لےگیا ... اسریٰ سبحانہ بعبدہٖ ؟

اس شعر میں سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت کی طرف اشارہ ہے

سبحٰن الذی اسریٰ .... ھوالسمیع البصیر (سورۃ ۱۷- آیت ۱)

وہ پاک (ذات) ہے جو اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو شب کے وقت مسجدحرام
(یعنی مسجد کعبہ) سے مسجد اقصی (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد (یعنی ملک
شام میں)، ہم نے برکتیں نازل کر رکھی ہیں لے گیا تاکہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائبات (دکھلادیں
بیشک اللہ تعالی بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں۔

لبریز طرب کیا الم سے + نشرح کو ملادیا الم سے

اس شعر میں آیت شریف کا حوالہ ہے -

الم نشرح لک صدرک ، کیا ہم نے نہیں کھولا آپ کا سینہ

کعبہ کا سواد صفحۂ عین + شنگرفی نسخہ ذبیحین ،

اس میں حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے ، انا ابن الذبیحین ، میں دو ذبیحوں کا
بیٹا ہوں۔ یعنی ایک حضرت اسمعیل علیہ السلام اور دوسرے حضرت عبداللہ -

وہ روز ازل کا سعد اکبر + وہ اول ماخلق کا مظہر

حدیث میں ارشاد ہے -

اول ماخلق اللہ نوری ، اللہ نے سب سے پہلے میرا نور خلق کیا ،

سر فوج پیمبروں کے آیات + ماسورۂ انبیاء کے آیات

سورة انبیاء قرآن حکیم کی سورۃ ۔ جس کا آغاز اس آیت سے ہوتا ہے۔

اقترب للناس .... معرضون ۔ ۲۱/۱

ان (منکر) لوگوں سے ان کا (وقت) حساب نزدیک آپہنچا ، اور یہ (ابھی) غفلت (ہی) میں پڑے ہیں اور اعراض کئے ہوئے ہیں ۔ اس سورۂ مبارکہ میں کئی مضامین ہیں، اس میں بعض انبیاء کے قصے بھی ہیں جن کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے اس کے علاوہ تحقیق معاد ،تحقیق نبوت ، تحقیق توحید و تائید رسالت کے مضامین بھی ہیں۔

بیداری بخت چشم ابجاد + سیپارہ رخ کا سورہ صاد

اس میں قرآن مجید کی سورہ صاد کا اشارہ ہے جس کا آغاز اس آیت سے ہوتا ہے ۳۸/۱

ص و القرآن ذی الذکر ۔ یعنی ص ، قسم ہے قرآن کی جو نصیحت سے پر ہے

"سبب نزول ابتدائی آیات کا یہ ہے کہ ابو طالب کے مرض میں قریش ان کے پاس آئے اورحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لائے تو قریش نے ان سے آپ کی شکایت کی انھوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ اپنی قوم سے کیا بات چاہتے ہیں ، آپ نے فرمایا صرف ایک کلمہ چاہتاہوں جس سے تمام عرب ان کا مطیع ہو جائے اور عجم ان کو جزیہ دینے لگیں ، انھوں نے پوچھا وہ ایک کلمہ کو نسا ہے ۔ آپ نے فرمایا لاالہ الا اللہ ، کہنے لگے کہ لو سب معبودوں کی نفی کرکے ایک ہی معبود قرار دے دیا ، یہ عجب بات ہے ۔ اس پر ص سے آگے تک ابتدائی آیات نازل ہوئیں

عصیان کرم کے در منثور + قرآن شریف کے سورہ نور

سورہ نور قرآن مجید کی سورۃ ہے جس کا آغاز یوں ہوتا

سورۃ انزلنٰھا .... لعلکم تذکرون ۔ ۲۴/۱ ....

یہ ایک سورۃ ہے جس (کے الفاظ) کو (بھی) ہم (ہی) نے نازل کیا ہے اور اس کے معانی (یعنی احکام) کو (بھی) ہم ہی نے مقرر کیا ہے اور ہم نے اس سورت میں صاف صاف آیتیں نازل کی ہیں تاکہ تم سمجھو اور عمل کرو۔، اس میں مجملہ اور مضامین کے زنا ملس کی سزا ، تہمت زنا ، عورتوں کی بے حجابی اور بناو سنگھار کرکے دوسرے کو دکھانا یاکسی

کے گھر میں بلااجازت چلے جانا یا اپنے گھر میں بے دھڑک چلا آنا ۔ بیان کیا گیا ہے۔

پتلی میں جما جمال دلخواہ + جس طرح چھپنے میں قل ھو اللہ

قرآن کی آیۃ کریمۃ

قل ھواللہ احد ، کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے ، اس میں توحید کے بعد یہ ذکر ہے کہ نہ وہ کسی کی اولاد ہے نہ اس کے اولاد ہے اور اس کے برابر کوئی نہیں۔

محبوب خدا کے انس و جان کا + مقصود رموز کن فکاں کا ۸۲/۳۶

سورۂ یٰسین کی آیت ہے ، انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون۔ اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہوجا پس وہ ہو جاتی ہے۔

آیا سوئے بزم لی مع اللہ + آئینے میں جیسے پرتو ماہ

حدیث شریف ہے کہ اللہ کےساتھ میرا ایک ایسا بھی وقت ہوتا ہے کہ جس میں نہ کوئی نبی مرسل اور نہ کوئی فرشتہ مقرب حائل ہوسکتا ہے۔ اس حدیث کو حدیث قدسی کہتے ہیں۔

مثنوی صبح تجلی میں اس طرح کی بیشمار مثالیں ہیں۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں

عالم میں وہی ہوا ہے چلتی + جو صبح الست کو چلی تھی

اس میں قرآن حکیم کی آیت کی طرف اشارہ ہے ۔ الست بربکم (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) پروردگار نے کل ارواح عالم کو جمع کرکے یہ سوال کیا۔ (جواب میں) ان سب نے کہا کیوں نہیں۔

الست بربکم ، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں اور جواب ملا قالو بلیٰ ، بیشک تو ہمارا پروردگار ہے۔

۴ طرات بیاض مطلع صاف + والفجر کے حاشیے پہ کشاف

والفجر قرآن کریم کی سورۂ فجر ہے ، کشاف مشہور تفسیر و تشریح ہے جس کے مصنف امام ابوالقاسم جاراللہ محمود بن محمد عمر زمخشری ہیں۔

بیضاوی صبح کا بیاں ہے ۔ تفسیر کتاب آسماں ہے

بیضاوی قرآن مجید کی مشہور تفسیر ہے ۔ مصنف ناصرالدین ابو سعید عبداللہ بن عمر تھے ۱۱

التنزیل التاویل

جو شہر بیضا کے رہنے والے تھے ، تفسیر کا عنوان انوارالتنزیل و اسرار التاویل ہے ۔

بیضاوی کی وفات سنہ ۶۸۵ ھ میں تبریز میں ہوئی ۔

عنوان فلک ہے در منثور + لوح زمیں ہے سورۂ نور

درمنثور بھی مشہور تفسیر ہے جس کے مصنف امام جلال الدین سیوطی ہیں ۔

سورۂ نور قرآن حکیم کی سورۃ ہے جسکا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے۔

گردوں کے غلاف میں ہے پنہاں + مشکوٰۃ شریف مہر تاباں

مشکوۃ شریف احادیث کا مجموعہ ہے ۔ اصل کتاب امام ابی محمد حسین بن مسعود البغوی نے مرتب کی تھی جسکا نام المصابیح تھا ، پھر شیخ ولی الدین بن محمد بن عبداللہ خطیب عمری تبریزی نے دوبارہ مرتب کیا اور مشکواۃ المصابیح نام رکھا ۔

مضمون طلوع صبح صادق + مشہور روایت مشارق

"مشہور" حدیث کی قسم ہے ایک یعنی ایسی حدیث جس کے راوی ہر زمانے میں تین سے کم نہ ہوں۔
مشارق بھی حدیث کے مجموعے کا نام ہے ۔

موقوف حدیث شب کی تصحیح + رکھ دیجئے طاق پر مصابیح

موقوف ایسی حدیث کو کہتے ہیں جس کا سلسلہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچے اور راویان حدیث صرف صحابہ کرام تک اس حدیث کی روایت کریں ۔

یہ چند مثالیں صرف بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں ۔ ورنہ ہر دور میں اور ہرشاعر کے یہاں خواہ اس نے اصناف سخن میں سے کوئی صنف اختیار کی ہو اس کے نمونے مل سکتے ہیں ، اس کا سبب یہ ہے کہ صنائع و بدائع ہوں یا اشارات اور علائم شاعر کا ذہنی اور لسانی سرمایہ ، اس کی روز مرہ زندگی کے عناصر سے ہی مہیا ہوتا ہے اور مذہب کا زندگی میں جو درجہ ہے اس کی بناء پر مذہب اور اس کے متعلقات اور لوازم کا سرمایۂ زبان میں جگہ پانا بالکل قدرتی امر ہے ۔ ہاں سوال کم و بیش کا ہے جس کا دارو مدار ایک طرف شاعر کی شخصیت ، اس کی ذاتی زندگی ، اس کے مزاج افتاد طبع اور ماحول پر ہوتا ہے اور دوسری طرف دینی علوم سے اس کی واقفیت

اور ان مضامین سے اس کی آگاہی ہے اس لئے ایسے شعرا کے یہاں بھی اس قسم کے نمونے ملتے ہیں جن کے موضوعات خاص طور پر مذہبی امور سے متعلق نہیں ہیں اور ایسے شعرا کے یہاں بھی جن کے کلام کی اساس ہی انہیں عناصر پر ہے ۔ اس بحث کے آخر میں ہم دور حاضر کے ایک ممتاز شاعر عبدالعزیز خالد کی صرف ایک کتاب فارقلیط سے چند نمونے پیش کرتے ہیں کتاب کا نام فارقلیط ہے ۔ اس کی تشریح خالد خود فرماتے ہیں۔

ع نام ختم رسل انجیل میں ہے فارقلیط

اس مجموعے کے مختلف ابواب سے بعض اشعار درج ذیل ہیں جو اس عنوان کے تحت آتے ہیں ۔

شہنشاہ لولاک و مولائے سدرہ + تو میری تخیل سے بھی ماورا ہے

سنی ام معبد سے تعریف تیری + بہت تجھ سے ملنے کو جی چاہتا ہے

ترا چہرہ مصحف کا زرکار ورقہ + تو قرآن ناطق نہیں ہے تو کیا ہے

یہی ہے چراغ شب تار تیرہ + نہ جانے بھٹکوں سے کس نے کہا ہے

(حضرت حسان بن ثابت)

طلوع سحر کی طرح تیرا رویا + تو بدر الدجیٰ ہے تو شمس الضحیٰ ہے

یہ جمل متین ہے کہ موئے معقد + کہ مفتولۂ ریشم تافتہ ہے

پکارا تجھے فاطمہ بنت مر نے + کتاب اس نے دیکھی ہے وہ کاہنہ ہے

تھا معمار جس کا براہیم آذر + وہ وحدت کا گھر آج آذر کدہ ہے

کروں جا کے سعی و طواف مدینہ + مگر پاس ناموس زنجیر پا ہے

وہ کعبے کا سا دن وہ زمزم کا ساقی + جسے ساربانی نے سعد کہا ہے

تیرے منتظر تھے یہ دشت و دمن تو + براہیم بیدار دل کی دعا ہے

احمد ہے بعینہ ہلا میم احمد + انا بشر مثلکم بھی بجا ہے

بشارت ہے فتحا قریب کی لیکن + وہی خود بھی جو بولا لغا ہے

طالب یہ تم ہوا الی رسم کی ؛ سکون بخش دل ، ذکر و شکر خدا ہے

کچھ ایسی نہیں قیمت قل ہو اللہ ؛ پس اک جہان سے ہاتھ دھونا پڑا ہے[1]

---

[1] فارقلیط ، عبدالعزیز خالد ، طبع کراچی سنہ ۱۹۶۳ء

دین محمدی پریس ۔

بـــــاب چہـــارم

اسلامی تاریخ کے آئینہ میں اردو شـــاعری کا ذہنی پس منظـــر

اسلام ایک دین کامل اور ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے ۔ اس میں مادی اور روحانی ضرورتوں کو الگ الگ خانوں میں نہیں رکھا گیا ہے اور نہ ان کے لئے علیحدہ علیحدہ ، ضابطے اور قانون بنائے گئے ہیں ۔ اس میں نہ ترک دنیا کی دعوت ہے اور نہ صرف دنیا میں رہ کر چند روزہ زندگی کو ہی اصل حیات سمجھنے کی تعلیم ۔ اس میں ضبط نفس کی تعلیم ہے رہبانیت نہیں ہے ۔ اس میں بعض اور مذاہب کی طرح انسانی زندگی کی نفی کی یہ صورت نہیں کہ اگر کوئی تمہارے ایک رخسار پر تھپڑ مارے تو تم دوسرا رخسار بھی اس کے سامنے کردو لیکن اسلام محض جوع الارض کی تسکین کیلئے خونریزی کو جائز نہیں سمجھتا ، وہ انسان کو تسخیر کائنات کا مژدہ سناتا ہے لیکن ساتھ ہی متاع دنیا کو قلیل بتاتا ہے ۔ وہ دولت پیدا کرنے اور دولت پیدا کرنے کے ذرائع سے روکتا نہیں لیکن ارتکاز دولت سے باز رکھتا ہے ۔ زکوٰۃ کی اہمیت یہ ہے کہ قرآن حکیم میں بار بار اس کا ذکر نماز کے ساتھ اور فوراً اس کے بعد آیا ہے اور بار بار اس کی تاکید کی گئی ہے ۔ انفاق پر زور دیا گیا ہے یعنی اپنی جائز ضروریات سے جو بچے وہ فی سبیل اللہ اور ان کاموں پر خرچ کیا جائے جن کی تفصیل بیان کی گئی ہے ۔ اسلامی تعلیم یہ ہے کہ خالق کائنات نے دنیا کو یوں ہی محض تماشے کے لئے پیدا نہیں کیا اس کی ایک غرض اور غایت ہے ، انسانی زندگی کا تحفظ ایک مقدس فریضہ بھی ہے اور ضرورت آپڑے تو اسی زندگی کو قربان کردینا اصل حیات ہے یہ دین انفرادی اور اجتماعی ہر سطح پر انسان کے لئے راہِ عمل متعین کرتا ہے اور اس کے کردار کی نشو ونما کرتا ہے ۔ رزم ہو یا بزم ، گھریلو زندگی ہو

یا باہر کی زندگی کے تعلقات دین ان کے لئے رہبری اور رہنمائی کرتا ہے۔ اس ذاتی اور اجتماعی کردار سے وہ نظریہ حیات پروان چڑھتا ہے جس کی اساس دین پر ہوتی ہے اور اس طرح افراد اور جماعتوں کے تمام اعمال اور افعال یا دین کے تابع یا اس کے رد اور قبول کے نتیجہ کے طور پر وجود میں آتے ہیں ، تاریخ ان افراد اور اشخاص کے کارناموں اور ان کے عمل سے پیدا ہونے والے نتائج کے بیان کا نام ہے ۔ یہ تاریخ شاہوں کی بھی ہے اور گداؤں کی بھی دولت مندوں کی بھی ہے اور مفلس اور بےنوا گداؤں کی بھی ، اس میں قصر نشین اور محلوں کے ساکنوں کی داستان بھی ہے اور بوریا نشین اللّٰہ والوں کی بھی ، اس میں جنگوں کی کہانیاں بھی ہیں اور صلح و آشتی ، امن و محبت کا پیغام بھی ۔

اردو شاعری کی مختلف اصناف میں تاریخ اسلام اور نامور مسلمانوں کے کارناموں کا تذکرہ بار بار آیا ہے تاریخی واقعات کے بیان کے لئے مسلسل نظمیں مثلاً مثنوی یا قصیدہ کی صنف میں زیادہ خوبی سے نظم کی جاسکتی ہیں ، غزل میں ایسے مسلسل واقعات کے بیان کی گنجائش نسبتاً کم ہوتی ہے تاہم غزل میں بھی جا بجا تاریخی واقعات اور تاریخی اشخاص و افراد کے حوالے ملتے ہیں۔ یہاں ہم بعض اکابر شعرا کے بعض مجموعوں سے اس عنوان کے اشعار اس دعوے کی تائید میں پیش کرتے ہیں ، سب سے پہلے علامہ اقبال کے مجموعۂ کلام بانگ درا سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں ،

ایک نظم ہے جس کا عنوان بلال رضؓ ہے۔

چمک اٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا + حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی اسی سے ترے غم کدے کی آبادی + تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی
وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کیلئے + کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کیلئے

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

نظر تھی صورت سلمانؓ ادا شناس تری + شراب دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری
تجھے نظارے کا مثل کلیمؑ سودا تھا + اویسؓ طاقت دیدار کو ترستا تھا

مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا + ترے لئے تو یہ صحرا ہی طور تھا گویا

تری نظر کو رہی دید میں بھی حسرت دید + خنک دلے کہ تپید و دمے نیا سا ئید

گری وہ برق تری جان ناشکیبا پر + کہ خندہ زن تری ظلمت تھی دست موسیٰ[2] پر

تپش ز شعلہ گرفتند و بردل تو زدند

چہ برق جلوہ بخاشاک حاصل تو زدند

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری + کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی + نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا

خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا اس کا

اس نظم کا موضوع حضرت بلال رضؓ حبشی[1] ہیں - یہ ایک حبشی نژاد اور رسول اللہ کے آزاد کردہ غلام تھے ، اسلام لائے تو ان پر بھی طرح طرح کی سختیاں کی گئیں لیکن انھوں نے اسلام کا دامن نہ چھوڑا ، وہ موذن اسلام تھے اور آج تک جب کسی مسجد سے اذاں کی صدا بلند ہوتی ہے تو حضرت بلال رضؓ کی یاد تازہ ہوجاتی ہے - حضرت بلال اسلامی مساوات ، کی ایک علامت ہیں- یہاں اسود و احمر اور غلام اور آزاد کی تفریق نہیں ، حضرت بلال رضؓ کو یہ مرتبہ عشق رسولصلعم کی بدولت نصیب ہوا اور یہی چنگاری تھی جس نے حضرت بلال رضؓ کے وجود کو فروغ جاوداں بخشا اسی نظم میں حضرت سلمان رضؓ[2] فارسی اور حضرت اویس رضؓ قرنی کا بھی ذکر ہے کہ یہ دونوں بھی عشق رسول سے سرشار تھے - تلمیحات میں حضرت موسیٰ[3] کلیم اللہ اور کوہ طور کا بھی ذکر ہے اور موسیٰ[4] کے ید بیضا کا بھی ، پوری نظم کی فضا اور اس کا تاریخی پس منظر دینی اور اسلامی ہے - عشق رسول کا موضوع اقبال کا ایک پسندیدہ اور محبوب موضوع ہے اور حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک سچا مسلمان نہیں ہوسکتا

جب تک وہ عشق رسول صلعم سے آشنا نہ ہو ، ایک حدیث میں جو حضرت ابوہریرہ رضا سے مروی ہے

روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس وقت تک کوئی سچا مسلمان نہیں ہوتا جب تک وہ مجھے اپنے باپ اور اپنی اولاد سے زیادہ عزیز نہیں سمجھتا ، اسلامی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جہاں مسلمانوں نے ناموس مصطفےٰ صلعم کیلئے اپنی جان کی بازی لگادی ہے۔ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں پر ہر طرح کے بہتان اور الزام تراشی کو برداشت کیا ہے لیکن رسول اللہؐ کی شان میں گستاخی کبھی گوارا یا برداشت نہیں کی گئی -

بانگ درا میں ہی ایک اور نظم التجائے مسافر ہے - یہہ اس موقع کی نظم ہے جب اقبال انگلستان جانے کے لئے گھر سے نکلے اور دہلی میں حضرت نظام الدین اولیارح[۳] کے مزار پر حاضر ہوئے ، حضرت نظام الدین اولیا دہلی کی ان برگزیدہ ہستیوں میں تھے جن کے فیض سے ایک زمانہ سیراب ہوا ان ہی کی نظر کرم نے حضرت امیر خسرو کو سوز و ساز عشق بخشا ،در اصل برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی تبلیغ ان ہی بزرگوں اور صوفیائے کرام کا احسان ہے جس کی ایک کڑی حضرت نظام الدین اولیا ہیں۔ ان بزرگوں کی زندگی اسلامی تعلیم کا عملی نمونہ تھی اور یہہ اپنی ذات میں دین مجسم تھے ، اقبال نے ان سے جس عقیدت کا اظہار کیا ہے وہ ایک طرح ان اقدار اور اس مسلک کا اعتراف ہے جس کا نمونہ حضرت نظام الدین اولیا کی ذات گرامی ہے چند ابتدائی اشعار یہہ ہیں -

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا + بڑی جناب تری فیض عام ہے تیرا

ستارے عشق کے تیری کشش سے قائم ہیں + نظام مہر کی صورت نظام ہے تیرا

تری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی + مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا

نہاں ہے تیری محبت میں رنگ محبوبی + بڑی ہے شان ، بڑا احترام ہے تیرا

---

[۳] حضرت خواجہ فرید الدین شکر گنج رح کے مرید اور خلیفہ تھے، ولادت بدایوں میں صفر ۶۳۳ مطابق اکتوبر سنہ ۱۲۳۶ء میں ہوئی اور وفات ۱۶ ربیع الاول سنہ ۷۲۵ ھ مطابق ۳/اپریل ۱۳۲۵ء میں ہوئی - سلسلہ چشتیہ کے نامور بزرگوں میں ہیں۔ ان کے والد ماجد حضرت سید احمد کا مزار بدایوں میں ہے ابتدائی تعلیم بدایوں میں حاصل کرنے کے بعد دہلی تشریف لائے اور یہیں چشمۂ فیض جاری کیا -

اگر سیاہ دلم ، داغ لالہ زار توام

وگر کشادہ جبینم ، گل بہار توام

بانگ درا (حصہ سوم) کے حصہ غزلیات میں ایک غزل ہے جس کا مطلع ہے -

کشادہ دست کرم جب وہ بے نیاز کرے + نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے-

اس میں مطلع کے علاوہ یہ اشعار دیکھئے :-

بٹھا کے عرش پہ رکھا ہے تو نے اے واعظ + خدا وہ کیا ہے جو بندوں سے احتراز کرے

کوئی یہ پوچھے کہ واعظ کا کیا بگڑتا ہے + جو بے عمل پہ بھی رحمت وہ بے نیاز کرے

اور یہ مقطع-

ہوا ہو ایسی کہ ہندوستان سے اے اقبال + اڑا کے مجھ کو غبار رہ حجاز کرے

اس میں اللہ تعالی کی رحمت و مغفرت اور اس کے جود و کرم کا جو ذکر ہے وہ اسلام میں خدا کا تصور ہے کہ وہ رحیم و کریم اور غفار و ستار ہے ، قرآن حکیم کی ان آیات کے پس منظر میں اشعار دیکھئے -

(۱) و رحمتی وسعت کل شیٔ + اور میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے -

(اعراف ۱۵۶)

(۲) ھو الرحمٰن الرحیم (وہی رحمٰن و رحیم ہے)

(۳) ان ربی رحیم و دود بلاشبہ میرا رب بہت زیادہ رحم کرنے والا اور بڑی محبت رکھنے والا ہے -

(۴) واللہ رؤف بالعباد اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے

(البقرۃ ۲۰۷)

(۵) اللہ لطیف بعبادہ - اللہ اپنے بندوں کیساتھ بہت زیادہ نرمی برتنے والا ہے-

جو لوگ اللہ اور اس کے بندے میں دوری خیال کرتے ہیں وہ قرب اور معیت الٰہی کے بارے میں خود قرآن حکیم کا یہ ارشاد بھول جاتے ہیں کہ وہ ہم سے ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے

اس موضوع پر ہم نے تفصیل سے اسی مقالہ میں اپنے مقام پر بحث کی ہے -

خارج از بحث

مقطع میں ایک طرف اس تعلق کا شدید اظہار ہے جو ہر مسلمان کو ارض مقدس سے ہے ۔ وہ سرزمین پاک جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس وجود سے سراسر متبرک بن گئی اور جس کے ذرے ذرے میں اسلام کی تاریخ آج بھی جلوہ فگن ہے ۔

عشق رسول کے متوالے صدیوں سے اپنی اپنی زبان اور اپنے اپنے انداز میں یہی مصرعہ دہراتے رہے ہیں جو ہم نے اپنے بچپن میں بازاروں ، گلیوں میں ہر جگہ سنا تھا اور جو آج تک ہمارے کانوں میں گونجتا ہے۔

ع مجھے مولا بلا لو مدینے مجھے

علامہ کے اس شوق و ذوق کا اندازہ اس سے کیجئے کہ ان کا آخری مجموعہ کلام ارمغان حجاز ہے ۔ اقبال نے عزت بخاری کا یہہ شعر نقل کیا ہے ۔

ادب گا ہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

اپنی حالت کا ذکر یوں کیا ہے ۔

بدن و اماند و جانم در رگ و پوست + سوئے شہرے کہ بطحا در رہ اوست
تو باش اینجا و باخاصان بیامیزند + کہ من دارم ہوائے منزل دوست
بیاین پیری رہ یثرب گرفتم + نواخوان از سرور عاشقانہ
چون آن مرغے کہ در صحرا سرشام + کشاید پر بہ فکر آشیانہ
مرا تنہائی و آہ و فغان بہ + تو خود فرما مرا این بہ کہ آن بہ

یہہ موضوع اقبال کے یہاں بار بار آیا ہے اور اپنے موقع سے ہم اس پر اظہار خیال کریں گے۔

پیام عشق کے عنوان سے بانگ درا میں ایک اور غزل نما نظم ہے جسکا مطلع ہے ۔

سن اے طلب گار درد پہلو میں ناز ہوں تو نیاز ہو جا
میں غزنوی سومنات دل کا ہوں تو سراپا ایاز ہو جا

اسی میں یہہ شعر بھی ہیں۔

فرض ہے پیکار زندگی سے کمال پائے ہلال تیرا

جہان کا فرش قدیم ہے تو ادا مثال نماز ہو جا

یہہ ہند کے فرقہ ساز اقبال آذری کر رہے ہیں

بچا کے دامن بتوں سے اپنا غبار راہ حجاز ہو جا

غزنوی کی تلمیح سلطان محمود غزنوی کی ہے جو ناصرالدین سبکتگین کا بیٹا تھا اور اپنے والد کے انتقال کے بعد غزنی کی حکومت کا مالک ہوا ۔ مسلمانوں کی تاریخ میں اس کا نام ایک مجاہد کی حیثیت سے زندہ ہے ۔ اس نے ہندوستان پر بارہ حملے کئے جس میں لاہور سے دہلی اورقنوج تک کا علاقہ اس کی زد میں آگیا ۔ اس کا مشہور حملہ سومنات کا تھا جس کے سلسلے میں یہہ روایت مشہور ہے کہ اس شہر میں ہندوؤں کا ایک اہم مندر تھا اور اس میں جو مورتی تھی وہ بڑی قابل احترام سمجھی جاتی تھی ، محمود غزنوی نے اس بت کو توڑنے کا ارادہ کیا تو اسے باز رکھنے کے لئے اسے بیکراں دولت کی پیشکش کی گئی لیکن محمود غزنوی کا مقصد دولت جمع کرنا نہ تھا ۔ اسی لئے اس نے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا اور اپنے گرز کی ایک ضرب سے بت کے کئی ٹکڑے کر دئے ۔ بعض حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان ٹکڑوں میں سے چند اس نے غزنی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بھی بھیجے تھے [۳] علامہ اقبال نے اپنی ایک اور مشہور نظم شکوہ میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے :-

ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کے لئے + اورمرتے تھے ترے نام کی عظمت کے لئے

تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کے لئے + سربکف پھرتے تھے کیا دہر میں دولت کے لئے؟

قوم اپنی جو زر و مال جہاں پر مرتی

بت فروشی کے عوض بت شکنی کیوں کرتی؟

اسلام میں جہاد کی دعوت ، اس کی اہمیت اور تاریخ اسلام میں اس کے مظاہروں کے بارے میں ہم ابتدائی ابواب میں بحث کرچکے ہیں ۔ سلطان محمود غزنوی کا شمار بلا شبہ ان مجاہدین

---

[۳] مجملہ اور حوالوں کے دیکھئے ڈاکٹر قریشی، برعظیم پاکستان و ہند کی ملت اسلامیہ محولہ بالا ص ۱۳۱ - ۱۳۲

اسلام میں ہوتا ہے جن کی جد و جہد اور تیغ زنی اللہ کے دین کے فروغ اور اسلام اور مسلمانوں کی سر بلندی کیلئے تھی۔ بعض متعصب مورخین نے اسلام اور مسلمانوں پر بہتان تراشی کی جو مسلسل روش اختیار کی ہے اس کے نتیجہ میں بعض تاریخوں میں محمود غزنوی کی سیرت کو مسخ کرکے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اسے محض ایک لٹیرا بتایا گیا ہے جو ہندوستان کی دولت لوٹنے کے لئے بار بار حملے کرتا رہا حالانکہ ایک سومنات کے واقعہ سے ہی اس کی تردید ہو جاتی ہے ۔ محمود غزنوی کے سلسلے میں ایک دلچسپ داستان ایاز کی بھی ہے جس کا اشارہ اقبال کے مندرجہ بالا اشعار میں موجود ہے ۔ ایاز و محمود کی داستان میں ایاز کو محمود کا غلام بتایا گیا ہے اور محمود اس سے جس حد تک محبت کرتا تھا اسے ایک مثالی محبت کہا گیا ہے اقبال کے ایک اور شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ

جادوئے محمود کی تاثیر سے چشم ایاز + دیکھتی ہے حلقۂ گردن میں سازِ دلبری

(خضر راہ)

لیکن محمود و ایاز کی داستان کے عشقیہ پہلو کے علاوہ اس حکایت میں بعض دلچسپ عناصر اور بھی ہیں ۔ مثلاً* ایک روایت یہ ہے کہ ایاز پر سلطان محمود کی عنایات اور مرحمت خسروانہ کی وجہ سے اکثر امراء اس سے حسد کرنے لگے تھے اور سلطان کو بدظن کرنے کی فکر میں رہتے تھے انہوں نے دیکھا کہ ایاز اکثر توشے خانہ میں تنہا جاتا ہے اور دروازہ بند کرکے دیر تک تنہا وہیں رہتا ہے ۔ انہوں نے موقع غنیمت سمجھکر سلطان سے شکایت کی کہ ایاز روز توشہ خانہ میں تنہا جاتا ہے ۔ شاید اس کی نیت خیانت کی ہے سلطان نے ایک روز چھپ کر مشاہدہ کیا تو دیکھا کہ ایاز توشہ خانہ میں داخل ہوا اور اس نے ایک صندوق سے پھٹے پرانے کپڑوں کا ایک جوڑا نکالا اور سامنے رکھا۔ یہ جوڑا وہی تھا جو ایاز اس وقت پہنے ہوئے تھا جب وہ پہلی مرتبہ ایک غلام کی حیثیت سے فروخت ہوکر محمود کے پاس آیا تھا ۔ دیر تک ایاز اس جوڑے کو دیکھتا رہا اور پھر بارگاہ ایزدی میں سر بسجود ہوگیا ۔ محمود کے استفسار پر اس نے بتایا کہ اس جوڑے کو دیکھ کر مجھے اپنی اوقات یاد رہتی ہے اور یہ عمل میں اس لئے کرتا ہوں کہ آپ کی شاہانہ عنایت سے کہیں مجھ میں غرور اور تکبر پیدا نہ ہو جائے ۔ اسلامی معاشرہ اور اسلامی نظریۂ حیات

تاریخی ترتیب؟ محمود و ایاز

میں غرور اور تکبر کی کوئی گنجائش نہیں ۔ انسان جب صدق دل سے توحید کا اقرار کرتا ہے اور اللہ تعالٰی کی کبریائی پر یقین رکھتا ہے تو پھر وہ اپنے آپ کو ایک عاجز ، حقیر اور ناچیز بندہ سمجھنے لگتا ہے اور یہ عبودیت کی ایک ابتدائی منزل ہے ۔

اس غزل کے مقطع میں اقبال نے پھر غبار راہ حجاز ہونے کی تمنا کا اظہار کیا ہے اس کا ایک سبب تو وہ عشق رسولؐ ہے جس کا ہم نے سطور بالا میں ذکر کیا ۔ دوسرے اس عہد کے بعض سیاسی حالات ایسے تھے جس سے مجبور ہوکر بہت سے لوگ واقعی اس ملک سے ہجرت کرنا چاہتے تھے چنانچہ اس طرح کے ہجرت کے کئی سلسلے شروع ہوئے ، کچھ لوگ افغانستان گئے اور کچھ روس اور ترکی تک پہنچے اور ان میں سے بعض نے سرزمین حجاز کا رخ کیا ، بعض ان میں سے وہیں آباد ہوگئے اور بعض وہاں سے ایک نئی لگن لیکر واپس آئے جسکا سراغ سید احمد شہید کی تحریک اور اس تحریک میں ملتا ہے جسے وہابیت کی تحریک کہتے ہیں ۔ ہجرت کی اس تحریک کے پس منظر میں یہ خیال تھا کہ بعض علماکے نزدیک یہ ملک دارالحرب تھا اور چونکہ مسلمانوں کو دارالحرب میں ارکان دین کی بجاآوری میں دقتیں تھیں اور وہ انگریزوں سے جہاد کی قوت نہیں رکھتے تھے ، اس لئے صرف ایک راستہ یہی تھاکہ وہ اس دارالحرب سے ہجرت کر جائیں چنانچہ اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں۔

بانگ درا میں ہی ایک اور نظم ہے جس کا عنوان صقلیہ (جزیرہ سسلی) ہے جسے بحیرہ روم میں ایک اہم جغرافیائی حیثیت حاصل ہے ۔ اس سے بحیرہ روم میں نقل و حرکت کی نگرانی کی جاسکتی ہے اور ایک طرف یورپ کے جنوبی سواحل اور دوسری طرف افریقہ کے شمالی سواحل تک پہنچنا آسان ہو جاتا ہے ۔ یورپ سے ایشیا کے لئے آبی شاہراہ میں بھی اسے ایک اہم مقام حاصل تھا ۔ مسلمانوں نے اپنے عروج کے دور میں یہاں اپنا پرچم لہرایا اور اس طرح صدیوں تک یہ جزیرہ مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت کا ایک اہم مرکز رہا یورپ کے سفر میں علامہ اقبال کا جہاز جب اس جزیرے کے قریب سے گزرا تو ان کے ذہن میں ان بیشمار مجاہدین کی یاد ابھر آئی جنہوں نے مشرق سے مغرب تک ایک نئے دین اور ایک نئے نظریۂ حیات کی تبلیغ و

اشاعت کے لئے اپنی زندگیاں وقف کردیں اور اسپین سے لیکر چین تک اس پیغام کو پہنچایا اس نظم میں اس پیغام تازہ ، کا بھی ذکر ہے جس نے مردہ عالم کو حیات تازہ بخشی اور بنی نوع انسان کو زنجیر توہم سے آزاد کیا ۔ اس نظم کے چند اشعار یہہ ہیں۔

رولے اب دل کھول کر اے دیدۂ خونابہ بار + وہ نظر آتا ہے تہذیب حجازی کا مزار

تھا یہاں ہنگامہ ان صحرا نشینوں کا کبھی + بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی

زلزلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے + بجلیوں کے آشیانے جن کی تلواروں میں تھے

اک جہان تازہ کا پیغام تھا جن کا ظہور + کھا گئی عصر کہن کو جن کی تیغ ناصبور

مردہ عالم زندہ جن کی شورش قم سے ہوا + آدمی آزاد زنجیر توہم سے ہوا

غلغلوں سے جس کے لذت گیر اب تک گوش ہے + کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہے

یہہ چند نظمیں بانگ درا کے حصہ اول و دوم میں شامل ہیں ۔ جیساکہ عام طور پر معلوم ہے بانگ درا کے دور سوم میں یہہ رنگ اقبال کے یہاں اور زیادہ نکھرآتا ہے اور ان کی شاعری کا وہ دور شروع ہوتا ہے جو ملی شاعری کا دور کہلاتا ہے اور جس میں ان کے فن اور فکر کا مرکز اسلام اور مسلمانوں کی فکری ، تہذیبی اور سیاسی اصلاح اور فلاح و بہبود قرار پاتا ہے-وہ ایک تاریخی شعور کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں-عروج و زوال کے اسباب اور نتائج سے بحث کرتے ہیں اور نشاۃ الثانیہ کے لئے ایک نسخہ پیش کرتے ہیں یہہ وہی انداز فکر تھا جس کا نقش اول مولانا حالی کی مسدس مدو جزر میں ملتا ہے اور جس پر اسی مقالہ کے کسی اور مقام پر بحث کی گئی بانگ درا کے حصہ سوم میں پہلی نظم کا عنوان " بلاد اسلامیہ ہے ۔ اس نظم میں دھلی ، بغداد ، قرطبہ ، قسطنطنیہ ، اور سرزمین حجازکا تذکرہ ہے عظمت دھلی کی بناء اس کے بلند ایوانوں اور بازاروں کی رونق کی بدولت نہیں تھی بلکہ اقبال کے بقول ،

سرزمین دلی کی مسجود دل غم دیدہ ہے + ذرے ذرے میں لہو اسلاف کا خوابیدہ ہے

پاک اس اجڑے گلستاں کی نہ ہو کیونکر زمیں + خانقاہ عظمت اسلام ہے یہہ سرزمیں

سوتے ہیں اس خاک میں خیرالامم کے تاجدار + نظم عالم کا رہا جن کی حکومت مدار

دل کو تڑپاتی ہے اب تک گرمئ محفل کی یاد

جل چکا حاصل مگر محفوظ ہے حاصل کی یاد

دلی جو ولیوں کی چوکھٹ کہلاتی ہے ، جس میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح اور حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی جیسے خدا کے برگزیدہ بندے آسودہ ہیں جن کی زندگی اسلام کی عملی تفسیر تھی ، جہاں سے رشد و ہدایت کا سلسلہ دور دور تک پہنچا ، پاک پٹن میں خواجہ فریدالدین شکر گنج اور دکن میں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز دہلی سے ہی کسب فیض کرکے خدمت خلق اور یاد حق میں مصروف رہے ۔ اس کے ذرے ذرے میں مجاہدین کالہو خوابیدہ ہے ۔ تاریخ کے ابتدائی دور سے سید احمد شہید کے دور تک اس سرزمین نے کتنے ہی مجاہدین اسلام کی اپنے دامن میں پرورش کی ۔ اقبال نے بجا طور پر اسے عظمت اسلام کی خانقاہ کہا ہے ۔ یہاں رشد و ہدایت ، تعلیم و تدریس ، تبلیغ اور خدمت دین الٰہی کا ایک سلسلہ تھاجو صدیوں جاری رہا ۔

دوسرا بند بغداد شریف کے متعلق ہے ۔

ہے زیارت گاہ مسلم گو جہاں آباد بھی + اس کرامت کا مگر حقدار ہے بغداد بھی

یہ چمن وہ ہے کہ تھا جس کے لئے سامان ناز + لالۂ صحرا جسے کہتے ہیں تہذیب حجاز

خاک اس بستی کی ہو کیونکر نہ ہم دوش ارم + جس نے دیکھے جانشینان پیمبر کے قدم

جس کے غنچے تھے چمن ساماں وہ گلشن ہے یہی

کانپتا تھا جن سے روما ان کا مدفن ہے یہی

بغداد مدتوں اسلامی علوم و فنون کا مرکز رہا ہے اور بالخصوص خلفائے عباسیہ کے دور میں اسے دنیائے اسلام میں ایک مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ بغداد کو ہماری داستان گویوں نے الف لیلہ کا طلسماتی شہر بنادیا ہے جہاں شاہزادوں اور شہزادیوں کی رنگین حکایات جنم لیتی ہیں۔ لیکن ہارون اور مامون کے عہد کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان خلفا کی سرپرستی میں اس شہر میں علم کے بڑے بڑے مرکز قائم تھے اور ایک ایسا دارالتصنیف و ترجمہ موجود تھا جس میں دنیا کے مختلف ممالک سے مختلف زبانوں میں مختلف علوم و فنون کے علماء اور ماہرین مستعد کار رہا

کرتے تھے اور نادر و نایاب کتابوں کے نخیبی شہروں اور قریوں سے اس خزانہ میں لائے جاتے تھے اسے اقبال نے بجا طور پر تہذیب حجاز کا لالہ صحرا کہا ہے ۔ یہی دبستان بغداد درویشوں اور بزرگوں ، صوفیوں اور عالموں کا مسکن تھا اور ایک مثال حضرت شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی رضا کی ہے جن کا مزار آج تک مرجع خلائق ہے اور جن کے عقیدت مند دنیا میں ہر جگہ موجود ہیں ان کی زندگی پابندی شریعت تزکیۂ نفس اور تصفیہ قلب کی ایک مثالی زندگی تھی جس طرح سکھ انقلابات نے دھلی کی سلطنت کو ختم کردیا اور ایک تہذیبی روایت اس کے ساتھ ختم ہوگئی۔ اسی طرح مغلوں کی یورشوں نے بغداد کو تباہ و برباد کردیا جس کی ایک صدائے باز گشت سعدی شیرازی رح کے مرثیہ بغداد میں ملتی ہے۔

اگلے بند میں اسپین میں مسلمانوں کے عہد زریں کی داستان ہے،

ہے زمین قرطبہ بھی دیدۂ مسلم کا نور + ظلمت مغرب میں جو روشن تھی مثل شمع طور

بجھ کے بزم ملت بیضا پریشاں کر گئی + اور دیا تہذیب حاضر کافروزاں کرگئی

قبر اس تہذیب کی یہ سرزمین پاک ہے

جس سے تاک گلشن یورپ کی رگ نمناک ہے

ھسپانیہ کی اسلامی سلطنت کا بانی عبدالرحمٰن الداخل (وفات سنہ ۱۷۳ھ) تھا ، اس کے بارے میں مورخ لکھتے ہیں [۵]

" صحت اور انتظامی قابلیت میں منصور سے اس کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

اس نے قرطبہ کو عالیشان محلات ، مکانات ، باغات اور رمنوں سے فردوس کا نمونہ بنادیا ،، اسی سرزمین پر وہ تاریخی قصر بنا جو الحمرا کے نام سے مسلمانوں کے فن تعمیر کا ایک نادر نمونہ ہے اور قرطبہ کی وہ مسجد تعمیر ہوئی جسے اقبال نے اپنی ایک نہایت اہم نظم کا موضوع بنایا ہے ، غرناطہ اور قرطبہ کی عظمت رفتہ کا مختصر تذکرہ امیر علی نے اپنی تاریخ اسلام میں کیا ہے

---

۵ امیرعلی ، تاریخ اسلام ، اردو ترجمہ حسین رضوی ، طبع کراچی سنہ ۱۹۶۵ع ص ۲۳۹

اور عیسائی مورخین میں سے بھی بعض نے اس تہذیب اور علم و فن کو خراج عقیدت پیش کیا ہے جو مسلمانوں نے اس سرزمین کو بخشے ، یہہ وہ زمانہ تھا جب یورپ سے آج اپنے علم وفضل اور تہذیب و معاشرت پر بڑا ناز ہے جہالت اور بربریت کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اس وقت علم و فضل کے سب سے بڑے مرکز غرناطہ اور قرطبہ کی درسگاہیں تھیں اور مسلمانوں کے علاوہ بیشمار عیسائی طالب علم بھی ان سے فیض پاکر نکلتے تھے - چنانچہ مارٹن لوتھر جو عیسائیوں میں تجدید دین کا علمبردار اور پروٹسٹنٹ فرقہ کا بانی ہے ۔ اس نے بھی انھیں سرچشموں سے فیض حاصل کیا تھا ، ~~مسجد قرطبہ پر هم آگے چل کر کسی قدر تفصیل سے اظہار خیال کریں گے~~

قرطبہ کے بعد اقبال کی نگاہیں خطہ قسطنطنیہ پر پڑتی ہیں۔

خطہ قسطنطنیہ یعنی قیصر کا دیار + مہدی امت کی سطوت کا نشان پائدار

صورت خاک حرم یہہ سرزمین بھی پاک ہے + آستانِ مسجد شہ لولاک ہے

نکہت گل کی طرح پاکیزہ ہے اس کی ہوا + تربت ایوب انصاریؓ سے آتی ہے صدا

اے مسلمان ملت اسلام کا دل ہے یہہ شہر

سیکڑوں صدیوں کی کشت و خوں کا حاصل ہے یہ شہر

قیصر روم کے شہر کے فتح ہونے کی خوشخبری مسلمانوں کو بہت پہلے دی جاچکی تھی۔ مسلمان جب تعداد میں انگلیوں پر گنے جاسکتے تھے مگر ان کے پاس نہ کوئی بڑی تربیت یافتہ فوج تھی نہ جنگی سازو سامان نہ ذرائع اور وسائل اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قیصر اور کسریٰ ختم ہو جائیں گے۔ حدیث شریف ہے ،، حضرت ابوہریرہ[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کسریٰ ہلاک ہوگیا ، اب اس کے بعد کسریٰ نہ ہوگا ، اور قیصر بھی ہلاک ہو جائے گا اور اس کے بعد قیصر نہ ہوگا اور قیصر و کسریٰ کے خزانے خدا کی راہ میں تقسیم کئے جائیں گے۔''

۱۔ تجدید بخاری محولہ بالا ص ۵۷۰

تجرید

چنانچہ جنگ قادسیہ کے بعد کسریٰ کا ملک اور فتح قسطنطنیہ کے بعد روم کی ،

(روم کی) سلطنت مسلمانوں کو نصیب ہوئی ۔ فتح قسطنطنیہ کے لئے مجاہدین کے پہلے حملے میں

صحابی حضرت ایوب انصاری رضہ بھی تھے جو اس معرکہ میں شہید ہوئے اور وصیت کے مطابق

ان کے ساتھیوں نے انھیں فصیل کے نیچے ہی دفن کردیا ۔ آج تک حضرت ایوب انصاری کامزار

فصیل کے نیچے واقع ہے اور مرجع خلائق ہے ۔

قسطنطنیہ کی فتح کا سہرا سلطان محمد فاتح کے سرہے جس نے اپنے حیرت انگیز فوجی تدبر سے

جہازوں کا بیڑہ خشکی کے راستے سے لے جاکر سمندر میں جا اتارا اور قسطنطنیہ کا دفاع کرنے

والی فوج کو حیران کردیا ۔ شہر کے فتح ہونے کے بعد وہ گرجا آیا صوفیا گیا ، جہاں پادریوں نے ہجوم

عورتوں اور بچوں نے پناہ لے رکھی تھی ۔ سلطان محمد گھوڑے پر سوار قربان گاہ اور منبر تک

پہنچ گیا اور وہاں اپنا گھوڑا باندھکر اذان دی اور اس طرح اس سرزمین پر صدائے حق بلند کی

اس کے بعد سلطنت آل عثمان ایشیا اور یورپ کے درمیان مسلمانوں کی ایک عظیم سلطنت بن گئی

اور مدتوں تک یورپ اس کی طاقت اور شان و شوکت کے سامنے لرزہ براندام رہا اور جب ترکی سلطان

خلیفۃ المسلمین اور خدام حرم ہوئے تو گویا اس قدیم شہر کو دنیائے اسلام میں ایک مرکزی

حیثیت حاصل ہوگئی لیکن یورپ میں اسلام اور مسلمانوں کی دشمنوں نے مل کر ترکی کو تباہ و

برباد کرکے اس کے حصے بخرے کرنے کا ناپاک منصوبہ بنایا ، وہ ترکی کو یورپ کا جاں بہ لب بیمار کہتے

تھے ان کی سازشوں سے ترکوں کو ایک بڑی آزمائش کے دور سے گزرنا پڑا اور ترکی سلطنت کے حصے

بخرے بھی ہوئے لیکن ترکی سلطنت کو یورپ کی سازش بالکل تباہ نہ کرسکی ، اور ترکی کا ایک نیا

دور مصطفےٰ کمال پاشاہ کے عہد میں شروع ہوا ۔ اگرچہ ترکوں نے خلافت سے دستبرداری کا اعلان کردیا

اور کچھ عرصہ کیلئے ترکی پر مغربی تہذیب و تمدن اور افکار و خیالات کا غلبہ رہا لیکن آج پھر

ترکی میں مذہبی اور دینی نشاۃ الثانیہ شروع ہوچکا ہے ۔ علامہ اقبال کو ترکوں اور ان کے مسائل

سے بڑی ہمدردی تھی اور ان کی نظموں میں جابجا اس ہمدردی اور تعلق خاطر کا اظہار

ہوتا ہے جو علامہ اقبال کو ترکوں کیساتھ تھا اور جو گویا مسلمانان عالم کے احساسات اور

جذبات کی ترجمانی کرتا تھا۔ خضر راہ میں فرماتے ھیں۔

کیا سناتا ھے مجھے ترک و عرب کی داستان + مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز و ساز

لے گئے تثلیث کے فرزند میراث خلیل + خشت بنیاد کلیسا بن گئی خاک حجاز

ھوگئی رسوا زمانے میں کلاہ لالہ رنگ + جو سراپا ناز تھے ھیں آج مجبور نیاز

لے رہا ھے مے فروشان فرنگستان سے پارس + وہ مے سرکش حرارت جس کی ھے مینا گداز

حکمت مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ھوئی + ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ھے گاز

ھوگیا مانند آب ارزاں مسلماں کا لہو + مضطرب ھے تو کہ تیرا دل نہیں دانائے راز

گفت رومی ہر بنائے کہنہ کآباداں کنند

می ندانی اول آں بنیاد را ویراں کنند

اقبال کے اس موضوع یعنی اتحاد بین المسلمین کے بارے میں ھم کسی قدر تفصیل سے کسی اور موقع پر لکھتے ھیں یہاں اس قدر اشارہ کافی ھے ۔

بلاد اسلامیہ میں آخری بند مدینہ منورہ کے متعلق ھے ۔

وہ زمیں ھے تو مگر اے خواب گاہ مصطفیٰ + دید ھے کعبے کو تیری حج اکبر سے سوا

خاتم ھستی میں تو تاباں ھے مانند نگیں + اپنی عظمت کی ولادت گاہ تھی تیری زمیں

تجھ میں راحت اس شہنشاہ معظم کو ملی + جس کے دامن میں اماں اقوام عالم کو ملی

نام لیوا جس کے شاھنشاہ عالم کے ھوئے + جانشیں قیصر کے وارث مسند جم کے ھوئے

ھے اگر قومیت اسلام پابند مقام + ھند ھی بنیاد ھے اس کی نہ فارس ھے نہ شام

آہ یثرب دیس ھے مسلم کا تو ماویٰ ھے تو + نقطہ جاذب تاثر کی شعاعوں کا ھے تو

جب تلک باقی ھے تو دنیا میں باقی ھم بھی ھیں

صبح ھے تو اس چمن میں گوھر شبنم بھی ھیں

مدینہ منورہ کو تاریخ اسلام میں جو اھمیت حاصل ھے وہ محتاج بیان نہیں ، رسول اللہ صلعم نے مکہ معظمہ سے ھجرت فرمائی تو اسی شہر نے مہاجرین کے لئے اپنی آغوش کشادہ کی اور انصار نے

اپنے بھائیوں کو اپنی ہر چیز میں شریک کیا ۔ یہیں سے وہ سلسلہ شروع ہوا جو بالآخر فتح مکہ پر پہنچا اور اس طرح اللہ کے دین کو باطل پر فتح نصیب ہوئی خواب گاہ مصطفیٰ آج بھی لاکھوں کروڑوں انسانوں کے دلوں کی دھڑکن کا مرکز اور اتحاد عالم اسلام کا ایک مضبوط ستون ہے۔

بانگ درا میں ہی ایک نظم کا عنوان گورستان شاہی ہے ۔ اس میں یہہ بند بھی ہے۔

آہ! جولانگاہ عالمگیر یعنی وہ حصار + دوش پر اپنے اٹھائے سینکڑوں صدیوں کا بار
زندگی سے تھا کبھی معمور اب سنسان ہے + یہہ خموشی اس کے ہنگاموں کا گورستان ہے

اپنے سکان کہن کی خاک کا دلدادہ ہے
کوہ کے سر پر مثال پاسبان استادہ ہے

اس میں اورنگ زیب عالمگیر کی طرف اشارہ ہے جس کو اقبال نے

ع ترکش مارا خدنگ آخرین

کہا ہے اور جو برصغیر میں مسلمانوں میں آخری فرمانروا تھا جس کے دور تک مغلیہ سلطنت اور برصغیر میں مسلمانوں کی شوکت و حشمت ، حکومت اور امارت کا پرچم لہراتا رہا اور سنہ ۱۷۰۷ء میں اس کی وفات کے بعد یہہ عظیم الشان سلطنت ریت کے تودے کی طرح بیٹھتی چلی گئی یہاں تک کہ سنہ ۱۸۵۷ء میں یہہ چراغ گل ہوگیا ۔ اورنگ زیب ایک دیندار مسلمان فرمانروا تھا اور جہاں تک اس سے ممکن تھا اپنی ذاتی زندگی اور امور مملکت میں اسلامی اقتدار کے فروغ کا علمبردار تھا ، عہد اکبری سے روا داری کے نام سے امور مملکت میں ہندوؤں کا جو زور بڑھا تھا اس پر قدرتی طور پر مسلمانوں کو تشویش تھی اور ان میں عدم تحفظ کا احساس پیدا ہوگیا تھا[7] اورنگ زیب نے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی بہت کوشش کی اور جہاں تک ہوسکا ۔ شریعت کے نفاذ اور اسلامی طرز زندگی اختیار کرنے پر زور دیا ۔ لیکن دکن میں مرہٹوں ، شمالی ہند میں سکھوں اور جاٹوں کے علاوہ محلاتی سازشوں درباری امراء کی رقابتوں ، عہدیداروں کی خود غرضیوں نے مل جل کر اس منصوبہ کو ناکام بنادیا ۔ اورنگ زیب کے متعلق مورخین لکھتے ہیں۔

---

[7] بحث کے لئے دیکھئے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ، برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ محولہ بالا ص ۱۰۷ و مابعد [8] ایضاً ص ۲۰۵

" راسخ الاعتقاد طبقے کی امیدیں اورنگ زیب پر مرکوز تھیں جو اپنے عقائد واعمال میں نہ صرف راسخ الاعتقاد تھا بلکہ زاہد اور متقی بھی تھا ، اس کی پارسائی اور اس کے کردار میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جو راسخ الاعتقادی کے خیر خواہوں کو اس کے گرد جمع کر دینے کے لئے ضروری ہوسکتی تھیں "

غیر مسلم مورخین نے قدرتی طور پر اورنگ زیب کی اس راسخ الاعتقادی کو ہندو کش پالیسی سے تعبیر کیا ہے اور اورنگ زیب کو ایک متعصب فرمانروا قرار دیا ہے ۔ بقول شبلی نعمانی ،

تمہیں لے دے کے ساری داستاں میں یاد ہے اتنا

کہ اورنگ زیب ہندو کش تھا ظالم تھا ستمگر تھا

علامہ اقبال کو اورنگ زیب سے جو عقیدت تھی اسے اسی دینداری اور راسخ الاعتقادی کے پس منظر میں دیکھنا چاہیے ۔

اقبال ہی کی ایک اور نظم بانگ درا میں تضمین بر شعر انیسی شاملو

ہمیشہ صورت باد سحر آوارہ رہتا ہوں + محبت میں ہے منزل سے بھی خوشتر جادہ پیمائی

اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

دل بیتاب جا پہنچا دیار پیر سنجر میں + میسر ہے جہاں درمان درد ناشکیبائی

یہ مرقد سے صدا آئی " حرم کے رہنے والوں کو + شکایت تجھ سے ہے اے تارک آئین آبائی

ترا اے قیس کیونکر ہوگیا سوز دروں ٹھنڈا + کہ لیلیٰ میں تو ہیں اب تک وہی انداز لیلائی

نہ تخم لا الہ تیری زمین شور سے پھوٹا + زمانے بھر میں رسوا ہے تری فطرت کی نازائی

تجھے معلوم ہے غافل کہ تیری زندگی کیا ہے + کنشتی ساز ، معمور نواہائے کلیسائی

ہوئی ہے تربیت آغوش بیت اللہ میں تیری + دل شوریدہ ہے لیکن صنم خانے کا سودائی

" وفا آموختی از ما بکار دیگراں کردی

ربودی گوہرے از ما نثار دیگراں کردی "

اس بڑی نظم کا پس منظر اسلام اور تاریخ اسلام ، عقائد اسلام اور مسلمانوں کے (عقائد) پر خارجی
اثرات کی تباہ کاری ہے ۔ پھر سنجر سے اقبال کی عقیدت کا اظہار بھی اس جذبہ کا مظہر
ہے جس کا اظہار حضرت نظام الدین اولیاء کے سلسلے میں پہلے بیان کیا جاچکا ہے یہ وہ حضرات
تھے جنہوں نے اپنی زندگی عملی جہاد اور تبلیغ دین میں گزاری اور جن کے فیض کا سلسلہ ہنوز
جاری ہے ۔ اقبال کی شاعری کا وہ دور جو بانگ درا کے اس حصے سے شروع ہوتا ہے اس کا پورا
فروغ ان کے بعد کے کلام میں ہوا ہے ۔

یوں تو اقبال کی مختلف نظموں میں تاریخ اسلام کے بہت سے ایمان افروز واقعات اشخاص
اور معاملات کا ذکر ہے لیکن بانگ درا میں شکوہ ، کے عنوان سے جو مشہور نظم ہے اس میں اس
طرح کے بہت سے حوالے ملتے ہیں مثلاً ،

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں ⁕ خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں ⁕ کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

مسلمانوں کی معرکہ آرائیوں کا ذکر کرنے کے بعد صرف دو مثالیں وضاحت کے لئے دی ہیں ایک
یورپ کے کلیساؤں میں اذان دینا اور دوسرے فتح افریقہ ، یورپ کے کلیساؤں میں اذان دینے
کا واقعہ فتح قسطنطنیہ سے متعلق ہے جب سلطان محمد فاتح نے شہر کو فتح کرکے اس گرجے میں
جسے آیا صوفیا کہتے تھے داخل ہوکر اپنا گھوڑا قربان گاہ کے قریب باندھا اور اذان دے کر کلمہ
حق بلند کیا اور اس فتح و نصرت پر ادائے شکر کیا اس کا کچھ حال ہم پہلے ہی لکھ
چکے ہیں اس کے بارے میں بعض مغربی مورخین کا انداز یہ ہے ۔ ۹

۹

سلطان محمد ثانی فاتح قسطنطنیہ کے بارے میں تاریخ کے مسلمہ واقعات سے انحراف

ممکن نہیں اس لئے مجبوراً یورپ مصنفین اس کی دلیری اور شجاعت کو تسلیم کرلیتے ہیں لیکن وہ

اسے ظالم اور بے اعتبار بتاتے ہیں اور اس پر اسی ہزار عیسائی مرد عورتوں کے قتل کا الزام

لگاتے ہیں کیونکہ ان کے بقول اس نے دنیا سے عیسائیوں کا نام و نشان مٹادینے کی قسم کھائی تھی

دو عظیم الشان سلطنتوں ، بارہ باجگذار حکومتوں اور بارہ سو شہروں کو فتح کرنے کے بعد جب

سلطان محمد ثانی نے قسطنطنیہ پر چڑھائی کی اس فتح کی داستان بڑی ایمان افروز اور ولولہ خیز ہے ، یونانیوں نے مسلمانوں کی پیش قدمی روکنے کیلئے بندرگاہ کی ناکہ بندی کردی سلطان کی ہمت اور تدبیر نے اس مشکل کو یوں حل کیا کہ اس نے حکم دیا کہ پورے بحری بیڑے کو سمندر سے خشکی پر چڑھاکر خشکی کے راستہ سے بندرگاہ کے عقب میں اتار دیا جائے ، راستہ نہایت دشوار گزار اور پہاڑی تھا ، تختے بچھا کر جنگی جہازوں اور کشتیوں کے لئے راستہ بنایا گیا اور جانوروں کو ذبح کرکے ان کی چربی سے ان تختوں کو چکنا کیا گیا اور پھر جانوروں کے ساتھ ساتھ جانباز مجاہدین نے ان جہازوں اور کشتیوں کو ان تختوں پر سے گھسیٹ کر بندرگاہ کے عقب میں جااتارا ، یونانیوں کو بندرگاہ کے عقبی حصہ پر حملے کا وہم و گمان بھی نہ تھا اور انھوں نے اس کی حفاظت کا کوئی انتظام نہیں کیا تھا چنانچہ اس سمت سے ترک مجاہدوں کی فوج نے یورش کی اور قسطنطنیہ فتح کرکے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بشارت کی تصدیق کردی بیسل نے اپنے محولہ بالا بیان میں شاید ٹھیک ہی لکھا ہے کہ سلطان محمد ثانی اٹلی فتح کرنے کی تیاری کررہا تھا کہ درد قولنج میں مبتلا ہوکر اسکا انتقال ہوگیا اور پوری عیسائی دنیا میں اس کی موت پر خوشی کی ایک لہر دوڑگئی -

اقبال نے اس بند میں جن لڑائیوں کا یکجا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے -

ع خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں

ان میں بہت سے معرکوں کی داستان آجاتی ہے ، خاص طور پر وہ جنگیں جو صلیبی جنگوں کے نام سے مشہور ہیں ، ~~ان کا کچھ تفصیلی ذکر ہم نے کہیں اور جگہ کیا ہے~~ - اسی شکوہ میں ایک بند اور ہے جس میں سلطان محمود غزنوی کے حملۂ سومنات کی طرف اشارہ ہے - اس کا حال ہم سلطان کے سلسلے میں لکھ چکے ہیں - وہ بند یہ ہے -

ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کے لئے ÷ اور مرتے تھے ترے نام کی عظمت کے لئے
تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کے لئے ÷ سر بکف پھرتے تھے کیا دہر میں دولت کے لئے

قوم اپنی جو زر و مال جہاں پر مرتی
بت فروشی کے عوض بت شکنی کیوں کرتی

اسی نظم کا ایک بند اور ہے -

تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا در خیبر کس نے + شہر قیصر کا جو تھا اس کو کیا سر کس نے

توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے + کاٹ کر رکھ دیئے کفار کے لشکر کس نے

کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدۂ ایران کو

کس نے پھر زندہ کیا تذکرۂ یزداں کو

اس بند میں تاریخ اسلام کی چند عظیم فتوحات کا تذکرہ ہے جن کا مقصد اسلام کا فروغ اور تبلیغ تھا ، پہلے مصرعہ میں

ع تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا در خیبر کس نے

حضرت علی رضہ ابن ابوطالب کی طرف اشارہ ہے جو چوتھے خلیفہ اور اسلام کے ایک دلیر مجاہد تھے ، اس میں غزوۂ خیبر کا ذکر ہے جس کے بارے میں بکثرت احادیث موجود ہیں ، ان میں سے ایک حدیث میں حضرت علی رضہ کو پرچم عطا فرمانے کا بھی ذکر ہے اور اسی بناء پر حضرت[ص] آپ کو فاتح خیبر بھی کہتے ہیں [4]

" حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر کے دن یہ فرماتے ہوئے سنا ، اب میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر فتح ہوگی اس پر صحابہ رضہ اس امید میں کھڑے ہوگئے کہ دیکھیں ان میں سے کس کو جھنڈا ملتا ہے۔ چنانچہ دوسرے دن ہر شخص یہی امید کرتا رہا کہ جھنڈا مجھے عطا ہوگا۔ مگر آپ نے فرمایا علی رضہ کہاں ہیں ، کسی نے کہا ان کی آنکھوں میں درد ہے - آپ نے حکم دیا تو وہ آپ کے سامنے بلائے گئے آپ نے ان کی دونوں آنکھوں میں لعاب دہن لگادیا جس سے وہ فوراً اچھے ہوگئے گویا انکو کبھی شکایت ہی نہیں تھی ، پھر حضرت علی رضہ نے کہا ہم ان کافروں سے جنگ کریں گے حتیٰ کہ وہ ہماری مثل ہو جائیں آپ نے فرمایا آہستگی کرو، جب تم ان کے میدان میں جانا تو ان کو اسلام کی طرف بلانا اور جو ان پر فرض ہے اس سے ان کو آگاہ کرنا ، سو قسم ہے خدا کی کہ تمہارے وجہ سے ایک شخص بھی ہدایت پا جائے تو وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔"

---

[4] تجرید البخاری ، محولہ بالا ص ۵۳۹

جیساکہ اس حدیث سے واضح ہے جناب امیرع فاتح خیبر ہیں اور یہ جہاد محض دین حق کیلئے تھا چناں چہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت علی کو نرمی کا سلوک کرنے اور دعوت اسلام دینے کی تاکید کی تھی اور اس عمل کو مال غنیمت سے بہتر قرار دیا تھا۔"

اسی بعد میں قیصر کے شہر کو فتح کرنے کا بھی ذکر ہے۔ یہ واقعہ فتح قسطنطنیہ کا ہے۔

جو بیان کیا جاچکا ہے اسی بعد میں فتح ایران کا بھی ذکر ہے۔ ایران میں ظہور اسلام سے قبل زردشتی آتش پرستی کا مذہب تھا [11] زردشت کا عہد ۱۲۰۰ تا ۱۰۰۰ ق۔م کے درمیان متعین کیا گیا ہے، زردشت کے نزدیک وجود دوہیں تعمیری اور تخریبی، وجود مطلق اہورامزدا جو مکمل، ازلی، ابدی اور تغیر و زوال سے پاک ہے۔ اس وجود مطلق کے دورخ ہیں، دائمی تعمیری، نور، حیات اور خیر کا رخ، دوسرا عارضی، تخریبی، ظلمت موت اور شر کا رخ، زردشت کی تعلیمات میں بعض ایسے عناصر بھی پائے جاتے ہیں جن کی صدائے باز گشت صوفیائے کرام کے یہاں بھی ملتی ہے، زردشت کے پیرو آگ کو اس نور پاک کا مظہر سمجھتے ہیں اور ان کی عبادت گاہوں میں شعلۂ آتش ہمیشہ روشن رہتا ہے اور اسی بناء پر یہ آتش پرست بھی کہلاتے ہیں۔ اسلام نے اس آتش پرستی کو بھی ختم کیا اور ایران کی فتح کے بعد صدیوں کے روشن آتشکدے سرد ہوگئے، حضرت عمررض کے عہد خلافت میں یزدجرد نے کوہ البرز [12] کے دامن میں بمقام نہاوند مسلمانوں کے لشکر کا مقابلہ کیا اور شکست کھائی یہ لڑائی فتح الفتوحات کے نام سے مشہور ہے جس سے ایران مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ اور اسلام کا پیغام ایران میں پہنچ گیا۔ قیصر کی سلطنت کی طرح کسریٰ کی سلطنت کے خاتمہ کی پیشگوئی بھی رسول اللہ صلعم نے

---

[11] تفصیلات کے لئے دیکھئے مجملہ اور حوالوں کے ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، مقالہ تاریخ تصوف کا ایرانی اور ہندی پس منظر، مشمولہ ایران نامہ مرتبہ گوہر نوشاہی، مطبوعہ بزم اقبال لاہور ۱۹۷۱ء ص ۱ تا ص ۳۰ [12] امیرعلی تاریخ اسلام، اردو ترجمہ محولہ بالا ص ۴۷۔

فرمائی تھی اور اس طرح اس دور کی دو عظیم سلطنتیں یعنی سلطنت روم اور سلطنت ایران، مسلمانوں کے سامنے سرنگوں ہوگئیں ، یہ دونوں ملک سازو سامان ، دولت و مال ، سامان حرب تہذیب و تمدن کے اعتبار سے عرب صحرا نشینوں کو خاطر میں نہیں لاتی تھیں لیکن مجاہدین نے صرف اللہ پر بھروسہ کیا اور اس کی راہ میں جہاد کے اسلامی فریضہ کو ادا کرکے تاریخ عالم کا رخ بدل دیا ۔

شکوہ میں ہی ایک اور بند ہے ۔

محفل کون و مکاں میں سحر و شام پھرے + مے توحید کو لے کر صفت جام پھرے
کوہ میں دشت میں لیکر تیرا پیغام پھرے + اور معلوم ہے تجھکو کبھی ناکام پھرے

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

اس بند میں فتح افریقہ کے ایک ولولہ انگیز واقعہ کی طرف اشارہ ہے ، اس مہم میں حضرت امیر معاویہ کے عہد میں سنہ ۵۰ھ میں عقبہ بن نافع نے بربروں کی یورشوں اور سمندر کی طرف سے رومی حملے کے انسداد [۱۳] کے لئے ایک بڑی چھاؤنی قیروان کے نام سے قائم کی جس کے کھنڈر آج بھی اس عالیشان شہر کی یاد دلاتے ہیں ، لیکن بربروں کی مدد سے رومی حملوں کا سلسلہ جاری رہا جہاں چہ سنہ ۵۵ ھ میں عقبہ نے مغرب کی طرف پیشقدمی کا فیصلہ کیا اور راستے میں واقع تمام شہروں کو فتح کرتا ہوا بحر اوقیانوس تک جا پہنچا ، وسیع سمندر اب اس کے سامنے حائل تھا ۔ اس نے اپنے گھوڑے کو سمندر میں ڈالدیا اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہنے لگا " بزرگ و برتر خدا ، اگر یہ سمندر میرا راستہ روک نہ لیتا تو میں دور دراز ملکوں کو مسخر کرتا ہوا چلا جاتا ، تیری عظمت اور تقدس کی اشاعت کرتا اور تیرے دشمنوں کو وار پر کھینچتا رہتا ۔ "

اس واقعہ سے مسلمان مجاہدوں کے مقصد جہاد ، ان کی جرأت و ہمت اور ان کے کردار پر اسلامی تعلیمات کے اثرات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے ۔

---

۱۳ امیر علی ، محولہ بالا ص ۸۳

شکوہ کا ایک اور بند ہے :-

تجھ کو چھوڑا کہ رسول عربی کو چھوڑا + بت گری پیشہ کیا ؟ بت شکنی کو چھوڑا ؟

عشق کو عشق کی آشفتہ سری کو چھوڑا + رسم سلمان رض و اویس قرنی رض کو چھوڑا

آگ تکبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں

زندگی مثل بلال رض حبشی رکھتے ہیں

حضرت سلمان رض فارسی ، حضرت اویس رض قرنی اور حضرت بلال رض حبشی کی زندگی عشق رسول کی ولولہ انگیز روایت کا نشان ہے ۔ حضرت سلمان رض اور حضرت بلال رض کا تذکرہ پہلے آچکا ہے حضرت اویس قرنی یمن کے قبیلہ قرن سے تعلق رکھتے تھے ، رسول اللہ کے دیدار کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا لیکن عشق رسول سے سرشار تھے ، ایک روایت کے مطابق ایک غزوہ میں رسول اللہ کا دندان مبارک شہید ہوا ، ، چونکہ اویس رض کو معلوم نہ تھا کہ آپ کا کون سا دندان مبارک شہید ہوا ہے اس لئے آپ نے اپنے سارے دانت توڑ لیئے ۔ حضرت علی اور حضرت معاویہ کی جنگ میں ١٧/شوال سنہ ٣٧ھ مطابق سنہ ٦٥٧ء میں آپ شہید ہوئے ۔ صوفیائے کرام حضرت اویس کے عشق کو مثالی قرار دیتے ہیں اور اقبال نے بھی بار بار آپ کا ذکر کیا ہے ۔

بانگ درا میں ایک نظم کا عنوان ہے غرۂ شوال یا ھلال عید ، اس نظم میں مختصر طور پر مسلمانوں کے شاندار ماضی اور انحطاط کا ذکر کیا ہے ، اسی میں یہ شعر بھی ہے ۔

چاک کردی ترک نادان نے خلافت کی قبا + سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

یہاں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ مصطفی کمال پاشانے اقتدار حاصل کرنے کے بعد ترکی سے خلافت کو ختم کردیا ۔ ساری دنیائے اسلام کے مسلمانوں کے لئے ترکی سلطان جو خلیفۃ المسلمین کہلاتا تھا بڑی جذباتی اہمیت اور وابستگی کی علامت تھا ، مسلمان اسے اپنے اتحاد اور ملتکے نظام کا مرکز سمجھتے تھے ، یہی وجہ تھی کہ ساری دنیا کے مسلمان ترکوں پر آنے والی ھر مصیبت کو اپنی مصیبت اور ان کے درد دکھ کو اپنا درددکھ سمجھتے تھے ۔ اقوام یورپ کی یہ سازش تھی کہ مسلمان ملکوں میں جغرافیائی عصبیت اور مقامی حب الوطنی کے جذبات کو فروغ دیا

جائے تاکہ مسلمانوں کا ملی شیرازہ منتشر ہوجائے اور مسلمان قرآن حکیم اس تعلیم کو بھلادیں
جو قرآن نے انہیں دی تھی کہ تم سب اللّٰہ کی رسی کو مضبوطی کےساتھ پکڑے رہو اور آپس میں
منتشر نہ ہو وقتی طور پر یہ سیاست اور سازش کامیاب ہوگئی اور ترکوں ، عربوں اور دنیا کے
دوسرے علاقوں میں رہنے بسنے والے مسلمان مغرب کی ذہنی اور سیاسی غلامی کا شکار رہے۔
اقبال نے اسی کو مسلمانوں کے زوال کا سب سے بڑا سبب بتایا ہے اور مسلمانوں کے اتحاد اور ،
اخوت کو ان کے مرض کا چارہ قرار دیا ہے ۔ اس پر کسی قدر تفصیل سے کسی اور موقع پر بحث
کی گئی ہے ، شمع و شاعر میں جو فروری سنہ ۱۹۱۲ میں لکھی گئی انہیں جذبات اورخیالات
کا اظہار ملتا ہے۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

اور یہ اشعار بھی اسی نظم میں ہیں :-

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاک غیر اللّٰہ کو + خوف باطل کیا کہ ہے غارت گر باطل بھی تو
بےخبر تو جوہر آئینۂ ایام ہے + تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے
ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ + تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے
اب تلک شاہد ہے جس پر کوہ فاراں کا سکوت + اے تغافل پیشہ ! تجھکو یادوہ پیماں بھی ہے

اسی سال یعنی جون سنہ ۱۹۱۲ء میں اقبال نے ایک نظم " مسلم کے عنوان سے لکھی جس میں
مسلمان کے منصب اور کائنات میں اس کی تخلیق کی غرض و غایت بیان کی ہے اور اسے دنیا
کی تاریخ کے دھارے کا رخ بدلنے والا قرار دیا ہے اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

ہم نشیں ! مسلم ہوں میں توحید کا حامل ہوں میں + اس صداقت پر ازل سے شاہدعادل ہوں میں
نبض موجودات میں پیدا حرارت اس سے ہے + اور مسلم کے تخیل میں جسارت اس سے ہے
حق نے عالم اس صداقت کے لئے پیدا کیا + اور مجھے اس کی حفاظت کے لئے پیدا کیا

دھر میں غارت گر باطل پرستی میں ھوا + حسن تو یہہ ھے حافظ ناموس ھستی میں ھوا

میری ھستی پیرھن عریانی عالم کی ھے + میرے مٹ جانے سے رسوائی ابھی آدم کی ھے

قسمت عالم کا مسلم کوکب تابندہ ھے + جس کی تابانی سے افسون سحر شرمندہ ھے

آشکار ھیں مری آنکھوں پہ اسرار حیات + کہہ نہیں سکتے مجھے نومید پیکار حیات

کب ڈرا سکتا ھے غم کا عارضی منظر مجھے + ھے بھروسا اپنی ملت کے مقدر پر مجھے

یاس کے عنصر سے ھے آزاد میرا روز گار + فتح کامل کی خبر دیتا ھے جوش کار زار

اس نظم میں جس رجائیت اور روشن پہلو کا ذکر ھے وہ بھی عین ارشاد الٰہی کے مطابق ھے انتہائی نا مساعد حالات میں بھی مسلمان اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ھوتا ۔ سورۃ الزمر (آیت ۳۹/ ۵۳) میں ھے ۔

"آپ فرما دیجئے کہ میرے بندو ! جنہوں نے زیادتی کی ھے اپنی جانوں پر اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ھو ۔"

بانگ درا میں ھی اقبال کی ایک نظم ھے جس کا عنوان "حضور رسالت مآب میں" ھے اس نظم میں خیال یہ ھے کہ سلطانان عالم ایک کشمکش میں گرفتار ھیں۔ اس عالم میں شاعر جہان سے رخت سفر باندھ کر رخصت ھوتا ھے اور فرشتے اسے بزم رسالت اور حضور آیۂ رحمت میں لے جاتے ھیں شاعر جو عشق رسول کے جذبے سے سرشار ھے سراپا نیاز ھے اور حضور رسالت مآب کو بھی اس کا احساس ھے ۔ آپ دریافت فرماتے ھیں کہ ھمارے واسطے کیا تحفہ لایا ، شاعر کا جواب سنئے:۔

حضور دھر میں آسودگی نہیں ملتی + تلاش جس کی ھے وہ زندگی نہیں ملتی

ھزاروں لالہ و گل ھیں ریاض ھستی میں + وفا کی جس میں ھو بو، وہ کلی نہیں ملتی

مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ھوں + جو چیز اس میں ھے جنت میں بھی نہیں ملتی

جھلکتی ھے تری امت کی آبرو اس میں

طرابلس کے شہیدوں کا ھے لہو اس میں

یہ نظم سنہ ۱۹۱۲ء میں طرابلس کی جنگ کے موقع پر لکھی گئی ھے جو ترکان عثمانی کی تاریخ

تاریخ میں ایک پر آشوب دور سے تعلق رکھتی ہے ۔ عثمانیوں پر جو کوہ غم ٹوٹتا ہے اس پر
اقبال کی آنکھیں بار بار اشک فشاں ہوتی ہیں ۔

اگر عثمانیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے + کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا
جہانبانی سے ہے دشوار تر کار جہاں بینی + جگر خوں ہو تو چشم دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

بیچتا ہے ہاشمی ناموس دین مصطفےٰ + خاک و خوں میں مل رہا ہے ترکمان سخت کوش
ہوگئی رسوا زمانے میں کلاہ لالہ رنگ + جو سراپا ناز تھے ہیں آج مجبور نیاز

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار + لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

یہ اور اس قسم کے دوسرے اشعار اقبال کے یہاں اور اقبال کے علاوہ ان کے دیگر ہم عصر شعرا
کے یہاں بار بار ملتے ہیں ۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ ترکوں کی جدوجہد موت اور زندگی کے
فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہوچکی تھی [۱۴] ترکی کی وسیع سلطنت ایک مدت سے یورپ کی بڑی
طاقتوں کی آنکھوں میں کھٹک رہی تھی ۔ ایک سبب اس کا جغرافیائی حیثیت اور اہمیت تھی
ترکی اپنے محل وقوع کی وجہ سے محروم کے آبی راستے کا ایک اہم محافظ تھا اور بالخصوص روس
کے لئے بحر روم یا جنوب تک پہنچنے کے لئے سوائے بحر اسود کے اور کوئی متبادل راستہ نہ تھا اور
اسی طرح یورپ اور ایشیا کے درمیان تجارتی شاہراہوں میں یہ ایک اہم کڑی تھا ، لیکن سب
سے بڑی بات یہ تھی کہ ترک سلطان خلیفۃ المسلمین بھی تھے اور اس طرح ساری دنیائے اسلام
کے اتحاد اور قوت کی ایک نشانی سمجھے جاتے تھے اور بڑی طاقتیں ترکوں کو ان کی اس حیثیت
اور اہمیت سے محروم کرنا چاہتی تھیں ، سنہ ۱۸۷۷ء میں روس نے ترکی کے ساتھ جنگ کرکے رومانیا
بلغاریہ اور سرویا کی تین آزاد بلقانی ریاستیں قائم کرادیں ، بوسنیا اور ہرزیگوینا کے صوبوں
پر اس وقت کی آسٹریا کی شہنشاہی نے حق جتایا اور سنہ ۱۹۰۸ء میں آسٹریا نے ان دونوں
صوبوں کو اپنی مملکت کے ساتھ ملحق کرلیا ۔ سلطان عبدالحمید خان کے دور میں اس مسلسل
زوال اور انحطاط کو روکنے کے لئے ایک انجمن اتحاد و ترقی کا قیام عمل میں آیا جس کا مقصد

---

[۱۴] مرتضی احمد خان ، تاریخ اقوام عالم حصہ اول و دوم ، شائع کردہ مجلس ترقی ادب لاہور ، سنہ ۱۹۶۲ء ص ۵۶۵ و مابعد

ترکی میں اس زوال کو روکنا اور ترکی کو دور جدید کے تقاضوں سے عہدہ برا ہونے کے لائق بنانا تھا ۔ لیکن سلطان اور اس کے ہوا خواہوں نے اس کی راہ میں رکاوٹ ڈالی ۔

سنہ ۱۹۰۸ میں جب آسٹریا نے بوسنیا اور ہرزے گونیا کو اپنے علاقے میں شامل کرلیا اور سلطان کی حکومت اس کا کوئی سدباب نہ کرسکی تو نوجوان ترکوں کی اس پارٹی نے سلطان کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ محمد خامس کو سلطان اور خلیفۃ المسلمین بناکر تخت پر بٹھادیا۔ اس نئے ابھرتے ہوئے میلان کے خطرات کو دول یورپ نے قدرتی طور پر ناپسند کیا اور اٹلی نے یورپ کی دول عظمی کے ایماسے سنہ ۱۹۱۱ء میں طرابلس پر چڑھائی کردی۔ ترکوں کے پاس ایسا بحری بیڑ نہ تھا نہ وہ اپنی سلطنت کے دور افتادہ خطوں کے بچاؤ کیلئے مدد بھیج سکے، ترکوں نے خشکی کے راستے مدد بھیجنے کی کوشش کی لیکن مصر پر انگریزوں کا دباؤ اس قدر بڑھ چکا تھاکہ یہ کوشش بھی کامیاب نہ ہوئی اور ترکی فوج میں سے صرف انورپاشا اور مصطفی کمال بھیس بدلکر اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ پہنچنے میں کامیاب ہوئے ۔ طرابلس میں شیخ سنوسی کے مریدوں نے ان ترک افسروں کے زیر قیادت اٹلی کی فوجوں کا مقابلہ کیا لیکن ترکی سے خاطر خواہ مدد نہ پہنچ سکی اس لئے اٹلی کی فوجیں طرابلس اور بعض دیگر ساحلی علاقوں پر قبضہ جمانے میں کامیاب ہوگئیں اور ترکی حکومت دول یورپ کے دباؤ کے ماتحت طرابلس کی سیادت کے حق سے دست بردار ہونے پر مجبور ہوگئی ابھی انور پاشا اور مصطفے کمال پاشا شیخ سنوسی کی مدد سے طرابلس میں اٹلی کی فوجوں کیساتھ نبرد آزما ہی تھے کہ سرویا، بلغاریہ اور یونان کی بلقانی ریاستوں نے سنہ ۱۹۱۳ء میں دول یورپ کی شہ پاکر ترکی کیساتھ جنگ چھیڑدی ترک فوجی افسروں کو طرابلس کا میدان جنگ چھوڑکر واپس آنا پڑا ۔ بلقانی ریاستوں کی فوجوں نے تھریس (یورپی) کے بڑے حصہ پر قبضہ کرلیا اور بڑھتی ہوئی قسطنطنیہ کے دروازے شتلجہ کے مقام تک بڑھ آئیں شتلجہ کے مقام پر ترکوں نے حملہ آوروں کو شکست دی ۔ اس شکست کے بعد یہ تینوں ریاستیں مفتوحہ علاقے کی تقسیم کے سوال پر آپس میں لڑ پڑیں ۔ اس جنگ میں رومانیا نے بھی حصہ لیا غازی انور پاشاہ نے موقع کو غنیمت جان کر ادرنہ کو از سر نو فتح کرلیا اور ترکی سے چھینا

ہوا علاقہ پھر سے حاصل کرلیا۔ اس صورت حال سے گھبراکر دول عظمیٰ نے مداخلت کی اور ایک صلح نامہ کرادیا۔ اسی کی روسے البانیہ کی ریاست قائم ہوئی۔"

ترکوں کی یہ جنگیں دراصل ساری دنیائے اسلام کے مسلمانوں کی توجہ کا مرکز تھیں اور مسلمانوں کو ترکوں سے بڑی ہمدردی تھی، جابجا ترکوں کی حمایت میں جلسے ہوتے تھے۔ جلوس نکالے جاتے تھے، ترکوں کی مدد کیلئے چندے جمع کئے جاتے تھے، ڈاکٹروں اور نرسوں کے وفد بھیجے جاتے تھے غرض جذباتی طور پر ساری دنیائے اسلام ان معرکوں میں شریک تھی اقبال کی یہ نظم بھی اسی جذبہ کی ترجمان ہے، سنہ ۱۹۱۲ء میں اقبال نے اسی فضا میں ایک نظم لکھی جس کا عنوان نوید صبح ہے۔

آتی ہے مشرق سے جب ہنگامہ دردامن سحر + منزل ہستی سے کر جاتی ہے خاموشی سفر

محفل قدرت کا آخر ٹوٹ جاتاہے سکوت + دیتی ہے ہرچیز اپنی زندگانی کا ثبوت

چہچہاتے ہیں پرندے پاکے پیغام حیات + باندھتے ہیں پھول بھی گلشن میں احرام حیات

مسلم خوابیدہ اٹھہ ہنگامہ آرا تو بھی ہو

وہ چمک اٹھا افق گرم تقاضا تو بھی ہو

وسعت عالم میں رہ پیما ہو مثل آفتاب + دامن گردوں سے ناپیدا ہوں یہ داغ سحاب

کھینچ کر خنجر کرن کا پھر ہوسرگرم ستیز + پھر سکھا تاریکی باطل کوآداب گریز

تو سراپا نور ہے خوشترہے عریانی تجھے + اور عریاں ہوکے لازم ہے خود افشانی تجھے

ہاں نمایاں ہوکے برق دیدۂ خفاش ہو

اے دل کون و مکاں کے راز مضمر! فاش ہو

اور بانگ درا میں اس نظم کے فوراً بعد یہ دعائیہ نظم ہے۔

یارب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے + جو قلب کو گرمادے جو روح کو تڑپا دے

اس پوری نظم میں اقبال کے پیش نظر قرون اولی کے وہ مسلمان ہیں جو شمشیر در دست اورقرآن دربغل حیات زندگی میں ہر جگہ نظر آتے تھے، اور اقبال دعا کرتے ہیں کہ

ع بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل

اس سے یہہ بھی اندازہ ہوجاتا ہے کہ ان کے نزدیک مسلمانوں کے زوال اور انحطاط کا اصلی سبب ان کا مذہب سے دور ہو جانا تھا اور ان کی انفرادی اور اجتماعی فلاح و بہبود کا تعلق اسی سے تھا کہ وہ دوبارہ اپنے اصلی مرکز کی طرف مائل ہوں۔

جنگ طرابلس کا ایک معمولی سا واقعہ تھا کہ ایک عرب لڑکی فاطمہ بنت عبداللہ میدان جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہوگئی ۔ اقبال نے فاطمہ بنت عبداللہ کے عنوان سے یہہ نظم لکھی ۔

فاطمہ تو آبروئے امت مرحوم ہے + ذرہ ذرہ تیری مشت خاک کا معصوم ہے

یہہ سعادت حور صحرائی تری قسمت میں تھی + غازیان دین کی سقائی تری قسمت میں تھی

یہہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ وسپر + ہے جسارت آفرین شوق شہادت کس قدر

یہہ کلی بھی اس گلستان خزان منظر میں تھی + ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی

اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں

بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں

فاطمہ گو شبنم افشاں آنکھ تیرے غم میں ہے + نغمۂ عشرت بھی اپنے نالۂ ماتم میں ہے

رقص تیری خاک کا کتنا نشاط انگیز ہے + ذرہ ذرہ زندگی کے سوز سے لبریز ہے

ہے کوئی ہنگامہ تیری تربت خاموش میں + پل رہی ہے ایک قوم تازہ اس آغوش میں

بے خبر ہوں گرچہ ان کی وسعت مقصد سے میں + آفرینش دیکھتا ہوں ان کی اس مرقد سے میں

تازہ انجم کا فضائے آسمان میں ہے ظہور + دیدۂ انسان سے نامحرم ہے جن کی موج نور

جو ابھی ابھرے ہیں ظلمت خانۂ ایام سے + جن کی ضو ناآشنا ہے قید صبح و شام سے

جن کی تابانی میں انداز کہن بھی نو بھی ہے

اور تیرے کوکب تقدیر کا پرتو بھی ہے

یہہ نظم اقبال نے اس دور میں لکھی جب برطانوی اقتدار کا آفتاب برصغیر میں اپنے جاہ جلال

کے صفت اظہار پر تھا ، انگریزوں کی ترک دشمنی کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی اور سلطانوں

کے لئے سفرجہاد کا اعلان ممنوع اور بغاوت کا مترادف تھا لیکن ہمارے شاعروں کے یہاں اس ملی

اور اسلامی جذبے کا اظہار بلا روک ٹوک ہوتا رہا ہے کہیں اس کی [illegible] ہوئی ہے اور

کہیں اس میں شدت ہے ۔ اقبال کے یہاں اس کا ایک رنگ ہے ، مولانا ظفر علیخان ، مولانا

محمدعلی جوہر اور مولانا حسرت موہانی کا رنگ اور کچھ ہے مگر جذبہ اور اس کی اساس ایک

ہی ہے۔

ترکی کی سیاست سے متعلق برصغیر پاک و ہند میں ایک اور تحریک نے جنم لیا۔

جسے عام طور پر تحریک خلافت کا نام دیا گیا ہے ۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کے بقول[15]

سلطنت مغلیہ کے قیام کے وقت تک ایک مرکزی خلافت کا تصور برعظیم میں ترک کیا جاچکا تھا

البتہ ٹیپو سلطان نے عثمانی خلفا سے درخواست کرکے اپنے آپ کو تسلیم کرالیا تھا اور اس نے اپنے

سفارتی نمایندے قسطنطنیہ بھی بھیجے تھے جسکا سبب یہ تھا نظام کیساتھ اس کی مخاصمت

کی بناء پر مغل دربار کے سلسلۂ مراتب میں اس کیلئے کوئی گنجائش نہیں تھی ۔ البتہ آخری ،

مغل بادشاہ سراج الدین بہادر شاہ ظفر کے تخت سے محروم کیے جانے کے بعد برصغیر کے مسلمانوں

کے لئے کوئی ایسا فرمانروانہ تھا جس کے لئے ان کے نزدیک کوئی آئینی یا قانونی جواز ہوتا اس

لئے مسلمانان برعظیم پاک و ہند کے خیالات کا رخ قسطنطنیہ کی طرف ہوگیا اور آہستہ آہستہ

تمام برعظیم میں خطبے کے اندر سلطان ترکی کا نام دنیائے اسلام کے خلیفہ اور حکمران کی حیثیت

سے شامل ہونے لگا۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کا بیان ہے کہ اس کی کوئی تحریری شہادت

موجود نہیں ہے کہ یہ کب ہوا اور اس تحریک کی پشت پر کون تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس

کا آغاز بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں ہوا ، یہ بعید از قیاس نہیں ہے کہ پہلے اس

تحریک کو چند اہم مساجد میں شروع کیا گیا ہو اور اس کے بعد وہ عام جوش و خروش کےذریعے

پھیل گئی ہو۔ اس وقت جب کہ سلطان ترکی برطانیہ کے بادشاہ اور ہندوستان کے شہنشاہ سے

---

[15] ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ، برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ

محولہ بالا ، ص ۳۵۲- ۳۵۳

بر سرپیکار تھا برعظیم کی بہت سی مسجدوں میں اس کی فرمانروائی کا اعلان کیا جارہا تھا۔

ترکی میں پیش آنیوالے واقعات نے جن کا مختصر تذکرہ ہم کرچکے ہیں۔ سنہ ۱۹۲۰ میں ترکوں پر جو میثاق عائد کیا گیا اور جو میثاق سیورے کے نام سے یاد کیا جاتا ہے مسلمانوں کے جذبات کو اور صدمہ پہنچایا ، بقول ڈاکٹر قریشی ۔

" بہر حال میثاق سیورے نے برعظیم کے مسلمانوں کے جذبات کو اس حد تک مشتعل کر دیا کہ اس کی مثال تاریخ میں نہیں تھی ، وہ سارے جذبات جو ایک عرصے سے دبے ہوئے تھے ایک ایسی تحریک کی شکل میں پھوٹ نکلے جس نے برعظیم میں سلطنت برطانیہ کی جڑوں کو ہلا دینے کے لئے وہ کردار ادا کیا ہے جو آج تک اس سے قبل کسی اور شورش نے نہیں کیا تھا مسلمانوں نے اس تحریک میں شریک ہوکر نتائج سے بے نیازی اور مصائب و آلام سے انتہائی بے پروائی کا ایسا ثبوت دیا کہ جو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ مسلمان اس قسم کی جدوجہد کے قابل نہیں ہیں وہ حیران رہ گئے اس پس منظر میں اقبال کا یہ شعر دیکھئے :۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں پھر ہو استوار

لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کاقلب و جگر

اس قسم کے اشعار اس دور کے دیگر شعرا کے یہاں بھی عام طور پر موجود ہیں ۔

ترکوں کی اس جدو جہدآزادی میں پیش آنے والے واقعات میں بعض کا ذکر اقبال کے یہاں ہم پہلے نقل کرچکے ہیں ، محاصرۂ ادرنہ کے متعلق ان کی ایک اور نظم ہے اور یہ بھی بانگ درا میں شامل ہے ۔

یورپ میں جس گھڑی حق و باطل میں چھڑگئی + حق خنجر آزمائی پہ مجبور ہوگیا

گردصلیب گرد قمر حلقہ زن ہوئی + شکری حصار در نہ میں محصور ہوگیا

مسلم سپاہیوں کے ذخیرے ہوئے تمام + روئے امید آنکھ سے مستور ہو گیا

---

۱۶ ایضاً ص ۳۵۲- ۳۵۵

آخر امیر عسکر ترکی کے حکم سے + " آئین جنگ " شہر کا دستور ہو گیا

ہر شے ہوئی ذخیرۂ لشکر میں منتقل + شاہین گدائے دانۂ عصفور ہو گیا

لیکن فقیہہ شہر نے جس دم سنی یہ بات + گرما کے مثل صاعقہ طور ہو گیا

چھوتی نہ تھی یہود و نصاریٰ کا مال فوج

مسلم خدا کے حکم سے مجبور ہو گیا

اس نظم میں جہاں ایک طرف جنگ میں ترکوں کے کردار کی ترجمانی ہوتی ہے وہاں مسلمانوں کے نزدیک جہاد کی نوعیت کا بھی سراغ ملتا ہے - جہاد معرکۂ حق و باطل ہے اور مسلمان پر حق کیلئے جہاد کرنا فرض ہے لیکن اس کے لئے بھی حدود اور قوانین جنگ ہیں- آج کی مہذب دنیا میں جنگ میں ہر چیز کو جائز سمجھا جاتا ہے اور جب آئین جنگ نافذ ہو جائے تو عام آئین اور قوانین معطل ہو جاتے ہیں لیکن محاصرہ ادرنہ میں ذخیروں کی کمی کے باوجود مسلمانوں نے یہود اور نصاریٰ کے مال کو ہاتھ نہیں لگایا کیونکہ وہ ایک مسلم حکومت کی ذمی رعایا تھے اور ذمی ہونے کی حیثیت سے ان کی جان و مال کی حفاظت مسلمانوں کی ذمہ داری تھی -

بانگ درا میں ایک اور نظم کا عنوان صدیق رضؓ ہے

اک دن رسول صؐ پاک نے اصحابؓ سے کہا + دیں مال راہ حق میں جو ہوں تم میں مالدارؔ

چنانچہ اس فرمان پر اصحابؓ نے بڑھ چڑھ کر جو کچھ میسر تھا پیش کر دیا-

حضرت عمرؓ کے پاس اس روز کئی ہزار درہم موجود تھے اور ان کا خیال تھا -

دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صدیقؓ سے ضرور + بڑھ کر رکھے گا آج قدم میرا راہوار

چنانچہ آپ نے نصف مال حضور سرور عالمؐ کی خدمت میں پیش کر دیا ، رسول اللہ نے دریافت فرمایا کہ عیال کی خاطر بھی کچھ رکھا ہے - تو جواب ملا-

کی عرض نصف مال ہے فرزند و زن کا حق + باقی جو ہے وہ ملت بیضا پہ ہے نثار

اور پھر

اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آگیا + جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار

لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت + ہر چیز جس سے چشم جہاں میں ہو اعتبار

ملک یمین و درہم و دینار ورخت وجنس + اسپ قمر سم و شتر وقاطر وحمار

بولے حضور چاہئے فکر عیال بھی + کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار

اے تجھ سے دیدۂ مہ و انجم فروغ گیر + اے تیری ذات باعث تکوین روزگار

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس

صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

ایثار اور قربانی کی یہ ایک مثال ہے جو آج بھی مسلمان کیلئے مشعل راہ ہے کیونکہ اللہ کے راستے میں جان و مال سے جہاد افضل عبادت ہے ۔ قرآن حکیم میں سورۃ التوبہ (آیت ۲۰ تا ۲۲) میں ارشاد ہوا ہے ۔

الذین امنو) .... اجر عظیم

" جو لوگ ایمان لائے اور (اللہ کے واسطے) انھوں نے ترک وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کیا ، وہ درجہ میں اللہ کے نزدیک بہت بڑے ہیں اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں ، ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی اور جنت کے ، ایسے باغوں کی کہ ان کیلئے ان (باغوں میں) دائمی نعمت ہوگی (اور) ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے بلاشبہ اللہ تعالی کے پاس بڑا اجر ہے ۔"

جہاد کے سلسلے میں علامہ اقبال نے بانگ درا میں ایک اور نظم لکھی ہے جس کا عنوان ہے " جنگ یرموک کا ایک واقعہ "

صف بستہ تھے عرب کے جوانان تیغ بند + تھی منتظر حنا کی عروس زمین شام

اک نوجوان صورت سیماب مضطرب + آکر ہوا امیر عساکر سے ہم کلام

اے بو عبیدہ رخصت پیکار دے مجھے + لبریز ہوگیا مرے صبر و سکوں کا جام

بیتاب ہو رہا ہوں فراق رسول میں + اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام

جاتا ہوں میں حضور رسالت پناہ میں + لے جاؤں گا خوشی سے اگر ہو کوئی پیام

یہہ ذوق و شوق دیکھہ کے پرنم ہوئی وہ آنکھہ + جس کی نگاہ تھی صفت تیغ بے نیام

بولا امیر فوج کہ " وہ نوجواں ہے تو + پیروں پہ تیرے عشق کا واجب ہے احترام

پوری کرے خدائے محمد تری مراد + کتنا بلند تیری محبت کا ہے مقام

پہنچے جو بارگاہ رسول امیں میں تو + کرنا یہہ عرض میری طرف سے پس از سلام

ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے

پورے ہوئے جو وعدے کئے تھے حضور نے

جہاد کی فضیلت اور اس کے انعامات کی بشارت کے سلسلے بہت سی احادیث موجود ہیں[17]

حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ عرض کی گئی یا رسول اللہ صلعم افضل ترین آدمی کون ہے ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ مومن جو اپنی جان سے اور اپنے مال سے راہ خدا میں جہاد کرتا ہے ۔ صحابہ نے عرض کیا اس کے بعد کون، فرمایا وہ مومن جو پہاڑ کے کسی درے میں رہتا ہو اور وہیں خدا کے عبادت کرتا ہو اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھتا ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول خدا صلعم کو یہہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور خدا خوب جانتا ہے جو وہ اس کی راہ میں جہاد کرتا ہے ۔ اس کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو (دن بھر) روزہ رکھتا اور رات بھر نماز پڑھتا ہو، اور اللہ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والے کے لئے اس بات کی ذمہ داری لی ہے کہ اس کو موت دے گا تو اسے جنت میں داخل کرے گا یا اسے ثواب اور (مال) غنیمت کیساتھہ زندہ لوٹائے گا۔

خضرراہ بانگ درا میں ایک اہم نظم ہے ، یہہ نظم سنہ ۱۹۲۱ء میں شائع ہوئی[18] آل احمد سرور اس نظم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ " خضرراہ کی اشاعت سے وہ ذہن آتش فشاں اپنی اصلی شان سے نمودار ہوتا ہے جس کا نام اقبال ہے ۔ خضر راہ بظاہر صرف عالم اسلام

---

[17] تجرید ، محولہ بالا ، باب فضل الجہاد ، ص ۵۲۶ و مابعد

[18] بہ حوالہ آج کا اردو ادب ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ، ص ۱۰۲- ۱۰۱

کے انتشار اور جنگ عظیم کے تاثرات پر ایک دکھے ہوئے دل کی پکار ہے مگر وہ دراصل ایک مفکر شاعر کا عہد نامۂ جدید ہے ۔۔ اس میں بھی ترکوں کی بربادی اور عربوں کا ترکوں کے خلاف محاذ جنگ میں شریک ہونا اور اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی صفوں میں انتشار اور افتراق کا ماحول پیدا ہونا کہ اس کے اثرات آج تک محسوس ہوتے ہیں۔

برطانیہ کے جاسوسوں نے حجاز ، فلسطین ، شام اور عراق کے عربوں کو ترکوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے پر اکسایا اور مکہ کے شریف حسین کو ایک بڑی سلطنت کا خواب دکھا کر جون سنہ ۱۹۱۶ء میں عربوں سے بغاوت کرادی ۔ اس المناک صورت حال کا ذکر کرتے ہوئے ایک مورخ لکھتا ہے۔ [19]

" ایبن بی نے ۹/دسمبر سنہ ۱۹۱۷ء کو یروشلم کے مقدس شہر پر قبضہ جمالیا جس کے لئے بارھویں صدی مسیحی میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان زبردست اور پیہم لڑائیاں ہوتی رہیں جو تاریخ کے اوراق پر اہل فرنگ کی صلیبی یلغاروں کے عنوان سے ثبت ہوچکی ہیں یروشلم کی تسخیر کو دنیائے عیسائیت میں ہلال پر صلیب کی فتح سے تعبیر کیا گیا ۔ برطانیہ کے وزیر اعظم لائڈ جارج نے اس مذہبی جذبے کے ماتحت فخر کا اظہار کیا لیکن مسلمانوں کی دینی حمیت کا عالم کچھ اس حد تک بدل چکا تھا کہ یروشلم کو عیسائیوں کے لئے فتح کرنے میں عرب مسلمانوں نے جوش و خروش سے حصہ لیا اور ہندوستانی مسلمانوں کی فوجیں بھی زرخرید غلاموں کی حیثیت سے اس معرکہ میں شامل تھیں، جو مسلمان اپنے پیٹ اور دنیاوی عیش و آرام کی خاطر برطانیہ کی جنگی امداد دل و جان سے کرتے تھے وہ ترکوں کو کافر اور انگریزوں کو دین اسلام کا سرپرست اور مربی سمجھتے تھے "

دین اسلام کے ان سرپرستوں نے عربوں ترکوں میں نفاق پیدا کرکے دنیائے اسلام میں اسلامی اخوت اور یک جہتی کی جگہ جغرافیائی حب الوطنی کے جذبات کو فروغ دیا جس سے

---

[19] تاریخ اقوام عالم ، مرتضی احمد خاں محولہ بالا ص ۵۷۶

ملت اسلامیہ پارہ پارہ ہوگئی ، فلسطین کا قضیہ اس ناسور کی صورت میں نمودار ہوا جو آج
تک تازہ ہے اور جس نے مشرق اوسط میں امن و امان کی صورت حال تباہ کررکھی ہے -
بانگ درا میں خلافت کے سلسلے میں ایک مختصر نظم ہے جسکا عنوان ہے ، دریوزۂ خلافت

اگر ملک ہاتھوں سے جاتا ہے جائے + تو احکام حق سے نہ کر بیوفائی

نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا + خلافت کی کرنے لگا تو گدائی

خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے + مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشائی

" مرا از شکستن چنان عار ناید

که از دیگران خواستن مومیائی

خضر راہ کے ابتدائی اشعار میں اس کا عکس دیکھئے :-

ہو رہا ہے ایشیا کا خرقۂ دیرینہ چاک + نوجواں اقوام نو دولت کے ہیں پیرایہ پوش

گرچہ اسکندر رہا محروم آب زندگی + فطرت اسکندری اب تک ہے گرم ناؤ نوش

بیچتا ہے ہاشمی ناموس دین مصطفٰے + خاک و خوں میں مل رہا ہے ترکمان سخت کوش

آگ ہے اولاد ابراہیمؑ ہے ، نمرود ہے + کیا کسی کو پھر کسی کا امتحان مقصود ہے

اس میں واضح طور پر عربوں کی غداری اور ترکوں کی آزمائش کا ذکر کیا ہے دریوزۂ خلافت
میں اس کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جدید ترکی کے بانیوں نے جب خلافت سے دستبرداری کا
اعلان کیا تو مغرب پرستی اور مغربی زندگی کا ایک ایسا دور شروع ہوا جس نے عوام کی نظروں
میں ترکوں کو اسلام اور مسلمانوں کی تہذیب سے دور کردیا یہاں ان اصلاحات کی تفصیل میں
جانے کی ضرورت نہیں اتنا اشارہ کافی ہے کہ بہت جلد ترکی میں ایک ردعمل اس تحریک کا ظاہر
ہوا اور اب ترکی بھی اتحاد عالم اسلامی کے علمبرداروں میں ہے اور اسی کا نتیجہ ترکی ایران
اور پاکستان کا اتحاد و ترقی کے لئے وہ میثاق ہے جو ان تینوں ملکوں کے اتحاد و ترقی کیلئے
کیا گیا ہے - خضر راہ میں ایک پورا بند دنیائے اسلام کے بارے میں ہے جو اس وقت کے سیاسی
حالات اور اقبال کی زبان میں عام مسلمانوں کے تاثرات کا اظہار ہے :-

کیا سناتا ہے مجھے ترک و عرب کی داستاں + مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز و

لے گئے تثلیث کے فرزند میراث خلیل + خشت بنیاد کلیسا بن گئی خاک حجاز

ہوگئی رسوا زمانے میں کلاہ لالہ رنگ + جو سراپا ناز تھے ہیں آج مجبور

لے رہا ہے مے فروشان فرنگستان سے پارس + وہ مے سرکش حرارت جس کی ہے مینا گداز

حکمت مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی + ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کردیتا ہے گاز

ہوگیا مانند آب ارزاں مسلماں کا لہو + مضطرب ہے تو کہ تیرا دل نہیں دانائے

گفت رومی ہر بنائے کہنہ کا باداں کنند

می ندانی اول آں بنیاد راویران کنند

پھر اس کا علاج بھی تجویز کیا ہے وہ علاج جو اس دور کے دوسرے مسلمان مفکرین اور علمائے بھی پیش کیا تھا یعنی یہ کہ مسلمانوں کو دین اسلام کی طرف رجوع ہونا چاہیے اور اسلامی اخوت اور یک جہتی کو فروغ دینا چاہیے :-

" ملک ہاتھوں سے گیا ملت کی آنکھیں کھل گئیں ،، + حق ترا چشمے عطا کردست غافل در نگر

مومیائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست + مور بے پر ! حاجتے پیش سلیمانے مبر

ربط و ضبط ملت بیضا ہے مشرق کی نجات + ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر

پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصار دیں میں ہو + ملک و دولت ہے فقط حفظ حرم کا اک ثمر

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے + نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

جو کرے گا امتیاز رنگ وخوں مٹ جائے گا + ترک خرگاہی ہو یا اعرابی والا گہر

نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہوگئی + اڑگیا دنیا سے تو مانند خاک رہ گذر

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار + لا کہیں سے ڈھونڈھ کر اسلاف کا قلب وجگر

اے کہ نشناسی خفی را از جلی ہشیار باش

اے گرفتار ابوبکر و علی ہشیار باش

اللہ تعالی نے مسلمانوں سے فتح و نصرت کا جو وعدہ کیا ہے وہ پورا ہوکر رہیگا اس لئے ان

حالات میں بھی اقبال اسلام اور مسلمانوں کے مقصد سے مایوس نہیں اور رجائیت کے ان خیالات پر اس نظم کا خاتمہ ہوتا ہے۔

ابھی خاکستر سمندر کو ہے سامان وجود + مرکے پھر ہوتا ہے پیدا یہ جہان پیری دیکھ

کھول کر آنکھیں مرے آئینہ گفتار میں + آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ

آزمودہ فتنہ ہے اک اور بھی گردوں کے پاس + سامنے تقدیر کے رسوائی تدبیر دیکھ

مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار

ہر زماں پیش نظر لایخلف المیعاد دار

آخری مصرعہ میں اللہ تعالی کے جس وعدہ کی طرف اشارہ ہے وہ قرآن مجید میں جابجا تفصیل سے بیان ہوا ہے۔

تقریباً اسی زمانے میں اقبال نے اپنی مشہور نظم طلوع اسلام لکھی ، اس میں مسلمانوں کے تابناک اور روشن مستقبل کی وہ پیشگوئی موجود ہے جسکا اظہار خضر راہ کے اشعار میں ہے اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

دلیل صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی + افق سے آفتاب ابھرا گیا دور گراں خوابی

مسلمان کو مسلمان کردیا طوفان مغرب نے + تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی

عطا مومن کو پھر درگاہ حق سے ہونے والا ہے + شکوہ ترکمانی ذہن ہندی نطق اعرابی

اثر کچھ خواب کا غنچوں میں باقی ہے تو اے بلبل + نوارا تلخ تر می زن چو ذوق نغمہ کم یابی

سرشک چشم مسلم میں ہے نیساں کا اثر پیدا + خلیل اللہ کے دریا میں ہونگے پھر گہر پیدا

کتاب ملت بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے + یہ شاخ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا

ربود آں ترک شیرازی دل تبریز و کابل را + صبا کرتی ہے بوئے گل سے اپنا ہم سفر پیدا

اگر عثمانیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے + کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

ہم نے اقبال کے کلام کے صرف ایک مجموعے بانگ درا سے کچھ منتخب کلام بطور نمونہ پیش کیا ہے جس سے اقبال کے کلام میں دینی اور اسلام کی تاریخ کے مختلف ادوار میں ان کے عقائد افکار و اعمال ، ان کے مسائل اور معاملات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اقبال کے اردو اور فارسی

کلام میں ایسی مثالیں اور بھی کثرت سے موجود ہیں اور ان سب کا حوالہ غیر مناسب طوالت کا باعث ہوگا۔

برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کے بھی بےشمار واقعات ہیں جن کا تعلق اس ملک میں ملت اسلامیہ کے تاریخی کردار اور اسلام اور اسلامی مملکت کے قیام اور اس کی فلاح و بقاء کے معاملات و مسائل سے ہے ، مثال کے طور پر سید احمد شہید اور سید شاہ اسماعیل شہید کی تحریک جہاد نے اپنے دور میں ملک میں ایک سرے سے دوسرے تک ایک آگ سی لگادی تھی اور بنگال سے سرحد تک مجاہدین جذبہ جہاد اور شوق شہادت سے سرشار نظر آتے تھے ۔ سید احمد شہید کی تحریک کا آغاز دراصل سنہ ۱۸۱۷ء سے ہوتا ہے جب انہوں نے نواب امیر خان پنڈاری کی ملازمت ترک کی کیونکہ اس نے سید صاحب کے مشورہ کو نظر انداز کرکے انگریزوں سے صلح کرلی تھی[20] ، بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ یہ تحریک جہاد صرف سکھوں کے خلاف تھی لیکن نواب سلطان جاہ[21] اور شاہ بخارا کے نام سید صاحب کے جو خطوط ہیں ان سے ثابت ہوجاتا ہے کہ تحریک دراصل انگریزوں کے خلاف تھی۔ ان خطوں میں انہوں نے صاف لکھا ہے کہ نصاریٰ اور مشرکین نے دریائے اباسین سے ساحل سمندر تک تسلط حاصل کرلیا ہے اور اس پوری مملکت میں ظلم اور کفر کا دور دورہ ہے اس کے جمہور مسلمانان پر عموماً* اور مشاہیر حکام پر خصوصاً* لازم ہے کہ وہ اس صورت حال کا مقابلہ کریں اور بلاد مسلمین کو ان کے قبضہ سے نکالیں ورنہ گنہگار ہونگے اور مردود قرار پائینگے سید صاحب کی تحریک کے متعلق اپنی کتاب ہندوستانی مسلمان[22] میں ڈاکٹر ہنٹر لکھتا ہے کہ جو خواب سید صاحب کے ذہن میں تھا اب اس کی جگہ ایک ایسے وجدانی جذبہ نے لے لی جس میں وہ ہندوستان کے ہر ضلع میں اسلام کا پرچم بلند کرنے کا تصور کر رہے تھے ۔ اس تحریک کا پورا جائزہ ہمارے موضوع سے خارج ہے لیکن اس نے اردو

---

[20] سید ابوالخیر کشفی ، اردو شاعری کا سیاسی اور تاریخی پس منظر ، کراچی سنہ ۱۹۷۵ء

[21] غلام رسول مہر ، سید احمد شہید ، بحوالہ کشفی ص ۲۲۷

[22] بحوالہ کشفی ص ۲۳۱

شاعری میں جو اثرات اور نقوش چھوڑے ان کا مختصر بیان ضروری ہے ۔ یوں تو تحریک سے متعلق حضرات نثر میں بھی بہت کچھ لکھتے تھے لیکن نظم کی طرف بھی انھوں نے توجہ کی۔ [۲۳]

" لشکر مجاہدین میں دو شاعر مولوی خرم علی بلہوری اور قاضی علاؤ الدین بگھروی نمایاں تھے خرم علی بلہوری نے تحریک کے مقاصد کے تحت کئی کتابیں تصنیف و ترجمہ کیں اور ایک جہادیہ رزمیہ مثنوی لکھی تھی جو لشکر میں جنگ کے وقت پڑھی جاتی تھی ۔ اس نظم میں مجاہدین کا حوصلہ بڑھانے ، ان میں جوش اور جذبات پیدا کرنے کے لئے جہاد کی اہمیت اس کے مقصد اور اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے ۔ پھر معاشرے کے مختلف طبقات کے افراد کو جہاد کیلئے اکسایا ہے۔ اس کے چند منتخب اشعار یہ ہیں :-

فرض ہے تم پہ مسلمانو جہاد کفار + اس کا سامان کرو جلد اگر ہو دیندار
جس کے پیروں پہ پڑے گرد صف جنگ جہاد + وہ جہنم سے بچا بے شبہ وہ آزاد
جو مسلمان رہ حق میں لڑا لحظہ بھر + روضہ خلد بریں ہو گیا واجب اس پر
اے مسلمانو سنی تم نے جو خوبی جہاد + چلو اب اس کی طرف مت کرو گھربار کو یاد

ان اشعار میں جہاد کی فضیلت کے بارے میں اللہ تعالی کی جن نعمتوں اور وعدوں کا ذکر کیا گیا ہے انھیں ہم بیان کرچکے ہیں۔ بکثرت احادیث بھی جہاد کی فضیلت میں ہیں ان میں سے بعض کو ہم سطور بالا میں نقل کرچکے ہیں ۔ ان اشعار کے بعد مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے لکھتے ہیں۔

دین اسلام بہت سست ہوا جاتا ہے + غلبۂ کفر سے اسلام مٹا جاتا ہے
کب تلک گھر میں پڑے جوتیاں چٹخاؤگے + ایسی سستی کا بجز افسوس نہ پھل پاؤگے
اب تو غیرت کرو نامردی کو چھوڑو یارو + سید احمد کو ملو جلد سے کافر مارو
بارہ سو سال کے بعد ایسے ارادے والا + ہوا پیدا ہے مسلمانو کرو شکر خدا

---

۲۳ ڈاکٹر معین الدین عقیل ، تحریک آزادی میں اردو کا حصہ ، مقالہ پی ایچ ڈی کراچی یونیورسٹی ، غیر مطبوعہ ص ۲۳۲

بات ہم کام کی کہتے ہیں سنو اے یارو + وقت آیا ہے کہ تلوار کو بڑھ بڑھ مارو

اے جوانان اسد حملہ و رستم قوت + کام کس دن کو پھر آئے گی تمہاری جرأت

دستو جب تمہیں مرنا ہی مقدر ٹھہرا + پھر تو بہتر ہے کہ جان دیجئے در راہ خدا

خاتمہ میں چند مناجات ہے -

اے خدا وند سماوات و زمین رب عباد + اب مسلمانوں کو دے جلد سے توفیق جہاد

اپنے بچے زور مسلمانوں کو زور آور کر + وعدۂ فتح جو ہے ان سے اسے پورا کر

ہند کو اس طرح اسلام سے بھر دے اے شاہ + کہ نہ آوے کوئی آواز بجز اللہ اللہ

اس نظم میں بعض اعلی درجے کے اشعار ہیں جو جذبے کی شدت اور خلوص کے ساتھ ساتھ ایمان افروز انداز بیان کی بھی مثال ہیں مثلاً

اے برادر تو حدیث نبی[۲۳] تو سن لے + "باغ فردوس ہے تلوار کے سائے کے تلے[۲۴]

جو رہ حق[۲۵] میں ہوئے قتل نہیں مرتے ہیں + بلکہ وہ جیتے ہیں جنت میں خوشی کرتے ہیں

زندگی بھر کے گناہ شہدا بخشتے ہیں + کیوں نہ ہو راہ خدا ان کے جو سر کٹتے ہیں

حق تعالی کو مجاہد وہ بہت بھاتے ہیں + مثل دیوار جو صف باندھ کے جم جاتے ہیں

۲۵- قرآن حکیم میں شہیدوں کے لئے کہا گیا ہے کہ "اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کی نسبت (یوں بھی) مت کہو کہ وہ (معمولی مردوں کی طرح) مردے ہیں بلکہ وہ تو (ایک ممتاز حیات کے ساتھ) زندہ ہیں لیکن تم (ان حواسوں سے اس حیات کا) ادراک نہیں کرسکتے (البقرۃ آیت ۱۵۴، نیز سورۂ آل عمران میں ارشاد ہوا ہے " جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ان کو مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ تو زندہ ہیں۔ اپنے پروردگار کے مقرب ہیں ان کو رزق بھی ملتا ہے وہ خوش ہیں اس چیز سے جو اللہ تعالی نے اپنے فضل سے عطا فرمائی اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہونگے وہ خوش ہوتے ہیں بوجہ نعمت و فضل خداوندی کے اور بوجہ اس کے کہ اللہ تعالی اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں فرماتے - (آیت ۱۷۰- ۱۷۱)

اسی تحریک جہاد سے منسلک ایک بزرگ قاضی علاؤالدین بگھروی تھے جو ایک ممتاز عالم دین بھی تھے اور سید صاحب کے ایما پر اسلامی مسائل کو نظم کرتے تھے تاکہ عام خواندہ مسلمان انہیں بآسانی از بر کرسکیں اور اپنے کلام پر شاہ اسماعیل شہید سے اصلاح لیاکرتے تھے۔مولوی نصیرالدین ایک اور بزرگ تھے جو اس تحریک سے وابستہ تھے اور انہوں نے سانحہ بالاکوٹ کے بعد اس تحریک کو استقامت بخشی ، ان کے اشعار کا انداز یہ تھا۔

کردے مسلماں سے شرک کی باتوں کو دور + شوق ہو توحید کا عمر ہو اس میں بسر

بدعت و کفر و نفاق کو تو جلدی سے کھو + اوج ہو اسلام کا شرع ہو بازیب و فر

پھوٹ مسلمانوں سے اے میرے رب دور کر + اور انہیں ایسا بنا جیسے ہوں شیر و شکر[25]

ان اشعار سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ شعرا کا مقصد محض شاعری نہ تھا بلکہ اصل مقصد مسلمانوں کو دین کے اہم مسائل کی تعلیم دینا ، تحریک کے مقاصد سے آشنا کرانا اور مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کرنا تھا ۔ دراصل برصغیر پاک ہند کی تاریخ کا یہ دور تھا ، جسے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی[26] نے ، راسخ الاعتقادی کا احیا کہا ہے اور جس کا سلسلہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی الفاروقی النقشبندی سے شروع ہوا تھا وہ سنہ ۹۷۱ھ (سنہ ۶۴-۱۵۶۳ء) میں پیدا ہوئے آپ کے والد عبدالاحد ایک مشہور عالم اور فاضل تھے ، آپ نے اس عہد کے جید علماء اور اکابر صوفیا سے کسب فیض کیا جن میں حضرت خواجہ باقی باللہ رح بھی تھے اس کے بعد آپ نے اسلام کی نشاۃ الثانیہ کے لئے کام شروع کیا ، جہانگیر نے انہیں سنہ ۱۶۱۸ء میں قید کردیا اور اگلے سال آپ رہا ہوئے ۔ آپ کا انتقال سنہ ۱۰۳۴ھ (۲۹/نومبر سنہ ۱۶۲۴ء) کو ہوا ، آپ کے بکثرت مکتوبات میں آپ کے افکار و خیالات کی ترجمانی ہوتی ہے ، اس کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا ۔ اور شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کے لوگوں نے اسلام کی نشاۃ الثانیہ

---

[25] بحوالہ کشفی ، عقیل محولہ بالا ، ڈاکٹر عقیل اور کشفی نے اردو شاعری پر اس تحریک کے اثرات سے تفصیلی بحث کی ہے ۔

[26] قریشی برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ محولہ بالا ، ص ۱۹۰ و مابعد

کیلئے اپنی جدو جہد جاری رکھی اور یہ سلسلہ سید احمد شہید اور سید اسماعیل شہید
تک پہنچا [۲۷] ڈاکٹر قریشی کا بیان ہے کہ " یہ نتیجہ اخذ کرنا جائز معلوم ہوتا ہے کہ
اس نئی تحریک کی قیادت کیلئے سید احمدؒ کو تیار کرنے میں شاہ عبدالعزیز کا ایک اہم کردار
تھا۔ .... وہ کسی ذاتی غرض سے نہیں لڑ رہے تھے ، انھوں نے اپنے گھر بار کو ایک
بلند مقصد کیلئے ترک کیا تھا یہ مقصد اس مسلم علاقے میں ایک اسلامی حکومت کا قیام تھا جہاں
غیر مسلموں نے اقتدار حاصل کرلیا تھا ، انھوں (یعنی مجاہدین) نے یہ خیال کیا کہ ایسا
کرنا اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک ان علاقوں میں جنھوں نے سید احمدرح کی قیادت کو
تسلیم کرلیا ہے قوانین شریعت پوری طرح فوراً نافذ نہ کئے جائیں ۔"

جیساکہ ڈاکٹر کشفی نے لکھا ہے سید احمد شہید کی تحریک کا اثر صرف ان مجاہدین
تک محدود نہ تھا جو مثلاً ان کی قیادت میں میدان جنگ میں سرگرم جہاد تھے ، ایسے شاعر
جو بنیادی طور پر صرف شاعر تھے اور شاعری میں بھی عشقیہ مضامین و موضوعات ان کے پسندیدہ
مضامین تھے وہ بھی اس تحریک سے متاثر ہوئے اور ان کے کلام میں بھی ان خیالات کا اثر راہ
پاگیا اس کی ایک مثال حکیم مومن خان مومنؔ ہیں جن کے بارے میں ناقدین کا قول ہے کہ خالص
تغزل کے اعتبار سے اردو کے کم شعرا ان کے ہمسر ہونے کا دعویٰ کرسکتے ہیں شیخ محمد اکرام
اپنی تصنیف موج کوثر [۲۸] میں لکھتے ہیں " بعض لوگوں کو تعجب ہوگا کہ ایک حکیم ، نجومی اور
" تمہیں یاد ہوکہ نہ یاد ہو" کہ عاشقانہ گیت گانے والا مومنؔ کس طرح ان لوگوں میں شریک ہوسکتا
ہے جن کی زندگیاں سادہ اور سپاہیانہ تھیں لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ مومن بھی اس تحریک
سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا جو شمالی ہند میں بڑے زور سے جاری تھی ۔ اس کا پس منظر یہ
ہے کہ مومن کے والد حضرت شاہ عبدالعزیز کے مرید تھے اور سید احمد شہید بھی اسی گھرانے

---

[۲۷] قریشی ، محولہ بالا صفحہ ۲۵۳ ، ۲۶ ، ۲۶۱

[۲۸] بحوالہ کشفی ص ۲۵۷

کے عقیدت مند تھے اور شاہ عبدالعزیز کے ایماء پر ہی شاہ اسماعیل اور مولوی عبدالحی نے ،
سید احمد شہیدؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ، مومنؔ کا نام بھی شاہ عبدالعزیز نے رکھا تھا
مومنؔ کے کانوں میں جو پہلی آواز پہنچی وہ شاہ عبدالعزیزؒ کی آواز تھی جنھوں نے اس نومولود
بچے کے کان میں اذان کہی ، مومن نے شاہ عبدالقادر رح کے سامنے زانوے شاگردی تہ کیا اس
لئے جب سید صاحب کی تحریک شروع ہوئی تو جذباتی طور پر مومنؔ کا اس تحریک سے وابستہ
ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ، انھوں نے جہاد پر ایک مثنوی لکھی جو ان کے مطبوعہ
کلیات میں شامل ہے ۔ اس کے چند اشعار یہ ہیں ۔

وہ خضر طریق رسولؐ خدا + کہ جو پیرو اس کا ہے سو پیشوا
زہے سید احمد ، قبول خدا + سر امتحاں رسول خدا
رہے حشر تک زندہ وہ نیک ذات + ہے کفار کی موت اس کی حیات
جلو میں ہمیشہ رواں ہو ظفر + رکاب اس کی پکڑے رواں ہو ظفر
خبر دار ہو جائے اہل دل + کہ رحمت برستی ہے اب متصل
ہوا مجتمع لشکر اسلام کا + اگر ہوسکے وقت ہے کام کا
جو داخل سپاہ خدا میں ہوا + فدا جی سے راہ خدا میں ہوا
حبیب خدا وعدہ ہے + خدا وعدہ اس سے رضامند ہے
امام زمانہ کی یاری کرو + خدا کیلئے جان نثاری کرو
عجب وقت ہے یہ جو ہمت کرو + حیات ابد ہے جو اس دم مرو
جو ہے عمر باقی تو غازی ہو تم + سزا وار گردن فرازی ہو تم
یہ ملک جہاں ہے تمہارے لئے + نعیم جناں ہے تمہارے لئے [29]

---

[29] جہاد کے سلسلے میں ان اشعار میں جن قرآن مجید کی آیات اور احادیث کی
طرف اشارہ ہے ان کا حوالہ آچکا ہے ۔

الہی مجھے بھی شہادت نصیب + یہ افضل سے افضل عبادت نصیب
تو اپنی عنایت سے توفیق دے + عروج شہید اور صدیق دے
کرم کر نکال اب یہاں سے مجھے + ملادے امام زماں سے مجھے
یہ دعوت ہو مقبول درگاہ میں + مری جان فدا ہو تری راہ میں
میں گنج شہیدان میں مسرور ہوں + اسی فوج کے ساتھ محشور ہوں

ایک اور رباعی دیکھئے :-

مومن تمہیں کچھ بھی ہے جو پاس ایمان + ہے معرکۂ جہاد چل دیجئے وہاں
انصاف کرو ، خدا سے رکھتے ہو عزیز + وہ جان جسے کرتے تھے بتوں پر قربان

اور غزلوں میں اس قسم کی اشعار بھی اسی جذبے کی نشان دہی کرتے ہیں۔

شوق بزم احمد و ذوق شہادت ہے مجھے + جلد مومن لے پہونچ اس مہدی دوران تلک
غنچہ ہائے آرزوئے کے مومن اب کھلنے کو ہیں + خیر مقدم گلشن ایمان میں آتی ہے بہار

بالا کوٹ کے مقام پر اوائل مئی سنہ ۱۸۳۱ء میں سید احمد اور ان کے خاص نائب شاہ اسماعیل شہید ہوگئے ۔ اس آخری لڑائی کی تفصیلات بڑی غم انگیز ہیں لیکن یہاں ان کی تفصیل کا موقع نہیں ، بظاہر یہ تحریک کمزور پڑگئی لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو چنگاری اس تحریک نے بھڑکائی تھی اس نے برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی آزادی کی جدوجہد کی تحریکوں کو فروغ بخشا اور ان کو تقویت پہنچائی ، سنہ ۱۸۳۱ء سے مئی سنہ ۱۸۵۷ء تک یہ آگ سلگتی رہی اور بالآخر سنہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی صورت میں بھڑک اٹھی ، بلاشبہ اس تحریک میں برصغیر کے ہندو مسلمان دونوں شریک تھے لیکن بجا طور پر مسلمانوں کا ایک نمایاں حصہ تھا ، اول تو یہ سلطنت کی کمزوری کے باوجود کہ شاہ دہلی کی حیثیت انگریزوں کے ایک تابعدار شاہ شطرنج سے زیادہ نہ تھی اور " سلطنت شاہ عالم از دلی تا پالم سے معاملہ آگے بڑھ کر خود قلعہ معلی میں انگریزی ریذیڈنٹ کی مرضی چلتی تھی لیکن بہادر شاہ ظفر کو پھر بھی اس اسلامی سلطنت کا نشان سمجھا جاتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ مجاہدین نے بہادر شاہ کو

بالاتفاق اپنا سربراہ مقرر کیا - مسلمان علماء کا اس جنگ میں ایک نمایاں کردار تھا اور انھوں نے اس کے لئے جہاد کے فتوے پر دستخط کئے تھے اور اس کی پاداش میں قید فرنگ اوراکثر کو پھانسی کا انعام ملا۔ مفتی صدرالدین آزردہ فارسی اردو کے بلند پایہ شاعر اور ایک جیدعالم تھے، جنگ آزادی کے وقت دہلی میں صدر الصدور تھے۔ جہاد کے فتوے پر علمائے دین کےساتھ ان کے بھی دستخط تھے چنانچہ انگریزوں کا ان پر عتاب نازل ہوا اور فتح دہلی کے بعد گرفتار کئے گئے - امام بخش صہبائی بھی اپنے عہد کے باکمال شاعر، عالم دین اور مصنف تھے انگریزوں نے غصہ اور انتقام کی آگ میں فتح کے وقت ان کو ان کے خاندان کے اکیس افراد کےساتھ بالکل بے گناہ اور بے قصور شہید کردیا۔ ہاں ان کا قصور یہ تھا کہ وہ ایک دین دار مسلمان تھے اور اس ملک میں انگریزوں کی حکومت کے خاتمہ کے خواہاں تھے۔ نواب مصطفی خان شیفتہ جن کی شاعری اور تنقیدی سمجھ مرزا غالب اور مولانا حالی کے اعترافات ہیں انھیں بھی سات سال کی قید ہوئی جو پھر معاف کردی گئی ، بہادر شاہ ظفر پر فرضی مقدمہ چلایا گیا اور انھیں رنگون جلاوطن کرکے بھیج دیاگیا جہاں ایک غریب الوطن اجنبی کی حیثیت سے انھوں نے جان دی، منیر شکوہ آبادی شعرائے لکھنو میں ایک ممتاز شاعر تھے ، اس جنگ میں انھوں نے عملی حصہ لیا اور کالے پانی کی سزا ہوئی ، اس کی تفصیلات ان کے دیوان " نظم منیر میں موجود ہیں۔ مفتی سید احمد بریلوی کو بھی اسی الزام میں حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا ملی، وہیں ان کا انتقال ہوا۔ ان کی ایک مثنوی بحضور رسالت مآب[۴] ہے جس میں اپنی اسیری کی تکالیف کا ذکر کیا ہے غرض کہاں تک [۳۰] نام گنائے جائیں ، ہزاروں آدمی بد امنی کے زمانے میں بے گناہ مارے گئے یا جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے اور ہزاروں اس جرم میں امن قائم ہونے کے بعد پھانسی پر لٹکائے گئے یا حبس دوام بعبور دریائے شور کی اذیت میں مبتلا کئے گئے -

سطور بالا میں ہم نے برصغیر کی تاریخ کے ان چند واقعات کا ذکر کیا ہے جن کا احیائے دین کی تحریک سے براہ راست تعلق تھا یا جس سے اس ملک میں مسلمانوں کی حکومت کے

---

۴۰ بہت سے نام ڈاکٹر معین الدین عقیل نے اپنے مقالہ میں درج کئے ہیں -

ر- ک معین الدین عقیل محولہ بالا - ص ۲۳۰ و مابعد

استحکام کے لئے جدو جہد کا سراغ ملتا ہے ، جیساکہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں عالم اسلام میں پیش آنے والے واقعات نے مسلمانوں کی آنکھیں کھول دی تھیں اور وہ اسلامی اتحاد اور اخوت کی ہر تحریک پر لبیک کہہ رہے تھے ، علامہ اقبال کے کلام سے ہم مثالیں پیش کرچکے ہیں اب بعض دیگر شعرا کے کلام سے کچھ نمونے دیے جاتے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی اتحاد اسلامی کے بڑے حامی تھے اور ترکوں سے انہیں بڑی محبت تھی ، اس کا اظہار ان کے مشہور سفر نامے سے بھی ہوتا ہے جس کے ایک ایک جملے سے ترکوں سے ان کی بے پناہ محبت کے جذبات کا سراغ ملتا ہے۔ ترکی پر مظالم کے سلسلے میں ان کی ایک مشہور نظم ہے۔

حکومت پر زوال آیا تو پھر نام و نشاں کب تک + چراغ کشتۂ محفل سے اٹھے گا دھواں کب تک
قبائے سلطنت کے جب فلک نے کر دیے پرزے + فضائے آسمانی میں اڑیں گی دھجیاں کب تک
مراکش جاچکا فارس گیا اب دیکھنا یہ ہے + کہ جیتا ہے یہ ترکی کا مریض سخت جاں کب تک
بکھرتے جارہے ہیں شیرازۂ اوراق اسلامی + چلیں گی تند باد کفر کی یہ آندھیاں کب تک
حرم کی سمت بھی صید افگنوں کی جب نگاہیں ہیں + تو پھر سمجھو کہ مرغان حرم کا آشیاں کب تک
جو ہجرت کرکے بھی جائیں تو شبلی اب کہاں جائیں + کہ اب امن و امان شام و نجد و قیرواں کب تک

اور اسی میں یہ اشعار ہیں۔

کوئی پوچھے کہ اے تہذیب انسانی کے استادو + یہ ظلم آرائیاں تاکے یہ حشر انگیزیاں کب تک
کہاں تک لوگے ہم سے انتقام فتح ایوبی + دکھاؤگے ہمیں جنگ صلیبی کا سماں کب تک
زوال دولت عثماں زوال شرع و ملت ہے + عزیزو فکر فرزند و عیال و خانماں کب تک
خدارا تم یہ سمجھے بھی کہ یہ تیاریاں کیا ہیں + نہ سمجھے اب تو پھر سمجھوگے تم یہ چیستاں کب تک
پرستاران خاک کعبہ دنیا سے اگر اٹھے + تو پھر یہ احترام سجدہ گاہ قدسیاں کب تک

جنگ بلقان کے دوران مولانا محمد علی اور دوسرے مسلمان لیڈروں کی کوشش سے ڈاکٹر انصاری کی

سربراہی میں ایک طبی امدادی مشن ترکی بھیجا گیا ۔ مولانا شبلی نے ان کو بڑی گرم جوشی سے رخصت کیا اور جب وفد کے اراکین واپس لوٹے تو انھوں نے خیر مقدم میں ایک نظم پڑھی جس کے چند اشعار یہ ہیں :-

تمہارا دردِ دل سمجھیں گے کیا ہندوستان والے + کہ تم نے وہ مظالم ہائے گونا گوں بھی دیکھے ہیں

مسلمانوں کے قتل عام اور ترکوں کی بربادی + فضائح ہائے امدگاہ اسٹش بھی دیکھے ہیں

جنون جوش اسلامی کوئی سمجھا تو تم سمجھے + کہ تم نے لیلیٰ اسلام کے مجنوں بھی دیکھے ہیں

دراصل یہ جذبہ جو برصغیر کے مسلمانوں کے دلوں کو تڑپا رہا تھا اس عقیدہ کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کی مثال ایک محکم عمارت کی سی ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو تقویت پہنچاتا ہے بخاری اور مسلم دونوں میں ایک حدیث شریف ہے -

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کیلئے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو تقویت پہنچاتا ہے- پھرآپ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پیوست کرکے بتایا -"

ایک اور حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تو مسلمانوں کو آپس میں رحم کرنے محبت کرنے اور ایک دوسرے کی طرف جھکنے میں ایسا دیکھے گا جیساکہ جسم کا حال ہوتا ہے کہ اگر ایک عضو کو کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے تو جسم کے بقیہ اعضاء بے خوابی اور بخار کےساتھ اس کا ساتھ دیتے ہیں-"

ہم نے اقبالؔ اور شبلیؔ کے جو اشعار پیش کئے وہ تنہا ان کی آواز نہیں۔برصغیر کی آواز ہے - ایک اور مثال مولانا ظفر علی خان کے یہاں ملتی ہے مولانا ظفرعلی خان اس ملت کے عظیم مجاہد تھے اور انھوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ حق گوئی اور بیباکی کی سزا میں جیل میں گزارا ، بقول اقبالؔ -

آئین جوانمردی حق گوئی و بیباکی + اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

مولانا ظفر علی خان فرماتے ہیں :-

ترک کے طرۂ طرار کا جھک جھک جانا + چاک دامان عرب تابہ گریبان ہونا

خاک کا دامنہ و طبرق کے سر پہ اڑا + خون میں مشہد و تبریز کا غلطاں ہوتا

مصر کے سینۂ صد چاک کے پرزے اڑنا + ہند کے دیدۂ نمناک کا طوفاں ہونا

صف ماتم ادھر ایران کے اندر بچھنا + اور مراکش میں ادھر حشر کا ساماں ہونا

یہ مسلماں ہیں اس جرم میں گردن زدنیں + دست بلقاں میں یورپ کا یہ فرمان ہونا

ایک اور نظم کے چند اشعار ہیں۔

بوئے تیغ آتی ہے پہلوئے فلسطین سے ہنوز + جوئے خوں بہنے کو ہے قدس کے میدانوں سے

سرنگوں دیں پرچم تثلیث کو بغداد و دمشق + نہیں امید یہ کعبہ کے نگہبانوں سے

کور دیتی ہوئی آتی ہے حریفوں کی نظر + اک طرف ترکوں سے اور اک طرف افغانوں سے

سرحد پنجاب ہو یا ہند ہو آتش بھڑکی + ہے یہ سب گرمی ہنگامہ مسلمانوں سے

اور یہ اشعار

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو + اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

وہی ہے رشتہ جس نے ترک کا افغان سے جوڑا + وہی ہے ان کے اعدا کو جو کرسکتا ہے خوار اب بھی

وہی ہے جس کے لطف خاص کے دیرینہ صدقے میں + اثبوت ہے مسلمانان عالم کا شعار اب بھی

یہ چند مثالیں اس ایک سلسلے کی صرف ان چند شعرا کے کلام سے پیش کی گئی ہیں جو اکابر شعرا میں شمار ہوتے ہیں ۔ ایسے لوگ جو پیشہ ور شاعر نہ تھے اور محض کبھی کبھی اپنے جذبات کے اظہار کے لئے شعر کا وسیلہ اختیار کرتے تھے ان کے دل بھی بیساختہ ان سے ہم آہنگ ہوگئے تھے اس کی ایک مثال سید ہاشمی فرید آبادی کے یہاں ملتی ہے جنہوں نے اس زمانے میں کئی نظمیں کہیں ، ایک نظم کے دو شعر لکھے ۔

تابکے رخ زلد آنکھیں خونچکاں دل مضمحل + تابکے ساز جنوں مشتاق آہنگ عمل

دعویٰ ایماں رکھتا ہے تو اے مومن نکل + شعلہ غیرت کا ہے گر باقی تو چل بلقان چل

اس دور کے بعد بر صغیر میں آزادی کی تحریک نے زور پکڑا اور اسکا مقصد ملک کو انگریزوں کی غلامی سے نجات دلانا تھا چنانچہ پہلے تو ہندو اور مسلمان دونوں ایک ہی پلیٹ فارم

سے غیر ملکی حکومت کے خلاف اعلان جنگ کرتے اٹھے اور ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ بلند ہوا۔ اقبال اور مولانا ظفر علی خان ، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی اور اس دور کے دوسرے اکابر مسلمان ہندوؤں کے ساتھ ہر تحریک میں پیش پیش رہے[31] ہندوؤں نے بھی ایک سیاسی چال کے طور پر تحریک خلافت میں مسلمانوں کا ساتھ دیا اور بظاہر ہندو اور مسلمان ایک پلیٹ فارم پر کم از کم سیاسی سطح پر جمع ہوگئے اور ہندوؤں کے لیڈر مسٹر گاندھی نے بھی اس کی تائید کی لیکن یہ ملاپ دیرپا ثابت نہیں ہوا اور سنہ ۱۹۲۲ء میں ہندو رہنما موجبے نے ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف منظم کرنے کی وہ تحریک شروع کی جو سنگھٹن تحریک کہلاتی ہے اور جس کا مقصد ہندوؤں کو ایک مضبوط اتحاد کے رشتے میں منسلک کرنا تھا اسی زمانہ میں اور تحریک شروع ہوئی جو شدھی تحریک کہلاتی ہے اور جس کے بانی شردھانند تھے ، ڈاکٹر قریشی نے ان دونوں تحریکات کے سلسلہ میں حسب ذیل بیان نقل کیا ہے[32]

" میں اعلان کرتا ہوں کہ ہندوستان کی ہندو نسل اور پنجاب کا مستقبل ان چار ستونوں پرقائم ہے (۱) ہندوسنگھٹن (۲) ہندو راج (۳) مسلمانوں کی شدھی اور (۴) افغانستان اور سرحدی علاقے کی فتح اور شدھی ہے ---"

ان چار ستونوں کی جو تفصیل ہوگی وہ ان کی عبارت سے ہی ظاہر ہے اس کے بعد اگلے پچیس سال برصغیر کی تاریخ میں مسلمانوں کی جدو جہد کا ایک نازک مرحلہ سامنے آتا ہے - ایک طرف انہیں برطانوی غلامی سے نجات حاصل کرنا تھی اور دوسری طرف ہندو اکثریت کے جارحانہ حملوں اور منصوبوں کا مقابلہ کرنا تھا ، مسلمانوں کو اس نازک صورت حال کا پورا احساس تھا اس لئے بہت جلد مسلمانوں نے اپنی صفوں کو درست کیا - اپنی سیاسی تنظیم کو مضبوط اور موثر بنایا اور مسلمانوں کے لئے ایک آزاد مملکت کے مطالبہ نے بڑی شدت اختیار کرلی یہ داستان

---

[31] قریشی ، محولہ بالا ، ص ۳۶۳

[32] ایضاً ص ۳۶۳

جو ہم نے صرف چند جملوں میں دہرائی ہے مسلمانوں کے عزم و استقلال اور ان کے ایثار اور قربانی کی ایک مسلسل اور ایمان افروز داستان ہے ۔ اقلیتی صوبوں کے رہنے والوں نے اپنے انجام کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مسلمانوں کی اکثریت کے علاقے میں ایک آزاد اسلامی مملکت کے قیام کیلئے اپنی جان و مال کی بازی لگادی اور پورے ملک میں اس تحریک نے جسے بعد میں تحریک پاکستان کا نام دیا گیا بڑی قوت اور توانائی حاصل کرلی ، قدرتی طور پر ہمارے شعرا اور ادیب بھی اس جدوجہد سے اثر قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے ، یہاں ہم بطور نمونہ اس دور کے بعض شعرا کے کلام سے کچھ اشعار نقل کرتے ہیں۔

مولانا محمد علی جوہر

سوز دروں سے جل بجھو لیکن دھواں نہ ہو + ہے شرط درد دل کی کہ لب پر فغاں نہ ہو

دور حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد + ہے ابتدا ہماری تری انتہا کے بعد

قتل حسینؓ اصل میں مرگ یزید ہے + اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

پیغام ملا تھا جو حسینؓ ابن علیؓ کو + خوش ہوں وہی پیغام قضا میرے لئے ہے

کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف + کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

یوں تو ہے ہر سو عیاں آمد فصل خزاں + جور و جفا کی بہار دیکھئے کب تک رہے

رونق دہر پہ رشک تھا کبھی جنت کو بھی + یوں بھی یہ اجڑا دیار دیکھئے کب تک رہے

نہ اڑ جائیں کہیں قیدی قفس کے + ذرا پر باندھنا صیاد کس کے

نشان آشیاں کیا جس چمن میں + لگے ہیں ڈھیر ہر سو خار و خس کے

ملی ہے قید آزادی کی خاطر + نہ پڑ جائیں کہیں دونوں کے چسکے

مولانا ظفر علی خان

مولانا ظفر علی خان ، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا حسرت موہانی میں بہت سی چیزیں مشترک ہیں ۔ یہ تینوں علی گڑھ کے نامور فرزندوں میں ہیں اور ان کا سیاسی اور ادبی

شعور علی گڑھ کی تعلیم و تربیت کا ایک مظہر ہے ۔ تمہوں نے برطانوی اقتدار کے خلاف ساری عمر جدو جہد میں گزاری ، اپنے قلم سے بھی اور اپنے عمل سے بھی ، تمہوں نے اس کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور آخر عمر تک اپنے مشن کے حصول کے لئے جدو جہد کرتے رہے ، تمہوں ملت اسلامیہ کا درد رکھتے تھے اور خاص طور پر دینی حمیت اور غیرت کا احساس ان کے دلوں کو تڑپاتا تھا ۔ مولانا ظفر علی خان کے کلام کے مختلف ادوار اور مختلف رنگ ہیں ۔ اسکا کچھ اندازہ حسب ذیل اقتباس سے کیا جاسکتا ہے ۔

ہرگس طرح مجھ سے خوش انگریز + میری کوشش یہ انتہائی تھی

میں جو حاکم تھا خود بھا محکوم + یہ بھی اک شان کبریائی تھی

آج میں ہوں اور اس کی ٹھوکر ہے + کہ اسی تک میری رسائی تھی

آج روتا ہوں میں کہ کیوں میں نے + اپنی بنیاد آپ ڈھائی تھی

زندہ باد اے انقلاب اے شعلۂ فانوس ہند + گرمیاں جس کی فروغ مشعل جاں ہوگئیں

بستیوں پر چھارہی تھیں موت کی تاریکیاں + شوخی صور اپنا جو پھونکا محشرستاں ہوگئیں

جن بلاؤں سے گھرے رہتے تھے صبح و شام ہم + تیر آتے ہی وہ انگریزوں کی دربان ہوگئیں

جتنی بوندیں تھیں شہیدان وطن کے خون کی + قصر آزادی کی آرائش کا سامان ہو گئیں

مرحبا اے نو گرفتاران بیداد فرنگ + جن کی زنجیریں خروش افزائے زنداں ہوگئیں

زندگی ان کی ہے دین ان کا ہے دنیا ان کی ہے + جن کی جانیں قوم کی عزت پہ قربان ہوگئیں

پہلو میں ہو دل ، دل میں ہو یقیں، سر پر ہو کفن اس میں ہو جاں

جب جمع یہ اجزا ہوتے ہیں بنتا ہے قوام آزادی کا

گاندھی کی نظر یثرب کی طرف اٹھ جاتی تو خیر اک بات بھی تھی

یہ کیا ہے کہ سمجھے بیٹھے ہیں وردھا کو مقام آزادی کا

اے سامری وقت کہ گاندھی ہے ترا نام

کہتے ہیں صنم کا تجھے بندۂ بے دام

ھندو کو مسلمان سے لڑانا ہے تیرا کام

ہم کو نظر آتا ہے جو ہوگا ترا انجام ــ اے دشمن اسلام

کہیں مسلم بھی بن سکتا ہے کافر = کہیں مومن بھی ہوسکتا ہے شدھی

کوئی مالوی جی سے جاکر کہہ دے = ستائے ہیوؤں کو اگر تم نے چھیڑا

تو نکلے گا بے اختیار ان کے منہ سے = کرو غرق گنگا میں شدھی کا بیڑا

جہانگیری دین برحق کی زد سے = بچے گا نہ بھارت کا کوئی بھی کھیڑا

ازل کے روز سے بار امانت کا ہوں میں حامل

خدا کا فضل بے پایاں ہے میرے حال کو شامل

مسلمان ہوں میرا مقصود ہے آزادی کامل

قسم ہے سرور کونین کی جان گرامی کی

کہ اک جھٹکے میں توڑوں گا میں زنجیریں غلامی کی

ظفر علی خان کے مجموعۂ کلام چمنستان سے بعض اور اقتباسات دیکھئے

درخشاں مغرب و مشرق میں ہے سارا نظام اپنا

ادھر مہر منیر اپنا ادھر ماہ تمام اپنا

شراب خانہ ساز آئی ہے بطحا کے خمستان سے

مبارک ہو کہ گردش میں ہے جام اپنا

رسول اللہ کی عزت پہ ہم مر مٹنے والے ہیں

زمیں سے عرش اعظم تک اچھلنے کو ہے نام اپنا

---

[۳۳] ظفر علی خان، چمنستان، طبع اول، لاہور سنہ ۱۹۲۲ء مرکنٹائل پریس

ہمارا سر نہیں جھکتا ہے غیر اللہ کے آگے + جھکا نا قیصر و کسریٰ کی گردن کام ہے اپنا
محمدؐ کی غلامی کا کمر سے باندھ کر پٹکا + بنائیں گے کبھی انگریز کو بھی ہم غلام اپنا
بڑا کون اور چھوٹا کون ہے دیکھیں گے خود ہندو + اگر اللہ کو ہم لائیں اور وہ لائیں رام اپنا
زبان اپنی ہے اردو جو زبان ہندوستان کی ہے + اسی بولی میں ہم دیتے ہیں گاندھی کو پیام اپنا
مسجد شہید گنج کے انہدام کا واقعہ کانپور کی مسجد کے شہید ہونے کے سلسلے کی ہی ایک کڑی تھا ، اگر مسجد کانپور پر مولانا شبلی تڑپ اٹھے تو مسجد شہید گنج پر مولانا ظفر علی خان کا دل خون ہوگیا ۔
شہید گنج کی مسجد پکارتی ہے تمہیں + دبے ہوؤ وہ خود اٹھ کر ابھارتی ہے تمہیں
جو بال سے بھی ہے باریک دشنہ سے بھی ہے تیز + وہ اس صراط کے پل سے گزارتی ہے تمہیں
وہ اس جہاز سے جو گھر گیا ہے طوفان میں + کنارہ پر بسلامت اتارتی ہے تمہیں
وہ آپ اجڑتی ہے لیکن تمہیں بساتی ہے + وہ خود بگڑتی ہے لیکن سنوارتی ہے تمہیں
لگاکے غازہ حسن حمات لم یزل + نکھر چکی ہے وہ خود اب نکھارتی ہے تمہیں
جو چاہتے ہو کہ آباد ہو تو اس کو بچاو
شہید گنج کی مسجد پکارتی ہے تمہیں
اسی سلسلے کی ایک اور نظم ہے جسکا عنوان ہے ، فیصلہ کلک قضا ، [۳۴] اس میں اسلامی تہذیب اور نظام معاشرت میں مسجد کی اہمیت کے بارے میں ظفر علی خان کے خیالات یہ ہیں
پہنچتا ہے جہاں مسلم بناتا ہے وہیں مسجد + ہے اس اللہ والے کے لئے ساری زمیں مسجد
بوقت فجر اگر ہے بام اطلس سجدہ گاہ اس کی + تو بخشا ہے عشا کو سایۂ دیوار چیں مسجد
عبادت گاہ مومن کی زمیں سے آسماں تک ہے + کبھی فرش زمیں مسجد ، کبھی عرش بریں مسجد
بتاتی ابیض و اصغر کو ہے آداب دنیا کے + سکھاتی ہے اسود و احمر کو ہے ارکان دیں مسجد
اٹھا لا جذبۂ توحید نے عالم میں نام اپنا + ابھارا جس نے اس جذبے کو ہے وہ بالیقیں مسجد
ہم اس کے ذرہ ذرہ پر نچھاور جاں کردیں گے + کہ ہے وابستۂ ناموس ختم المرسلیں صلعم مسجد

[۳۴] ظفر علی خان ، چمنستان محولہ بالا ، ص ۱۴

برائے مال کو ہتھیا رہا ہے دست شوخ ان کا + انہیں کہدو کہ ہے اللہ کی ملک یہیں مسجد

لگالے زور کفر ایڑی چوٹی، پت اس میں چھپ نہیں سکتیے کہ ہے پیراہن دین مبین کی آستین مسجد

محافظ رب کعبہ آپ ہوگا اپنی پونجی کا + کہ ہے سرمایۂ تہذیب بطحا کی امین مسجد

خدا کو چھوڑ کر رکھا ہے اس کافر کی چھری کھٹکے + وہ ہو کیوں مالوی جی کی جبین پرشکن مسجد

کوئی کفش بری کے پادری سے برملا کہہ دے + ہے شتہی آفرین کرچکا ہے توحید آفرین مسجد

حیات جاودان بخشی ہے پیغمبر نے امت کو + سناتی ہے یہی پیغام رب العالمین مسجد

ظفر علی خان کے کلام سے اس طرح کی اور بہت سی مثالیں بآسانی پیش کی جاسکتی ہیں جیسا کہ

ناقدین نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے مزاج میں بڑا تلون تھا اور وقتی اور ہنگامی

معاملات میں بھی وہ ضرورت سے زیادہ جذباتی ہو جاتے تھے اور اپنی شاعری کا ایک خاص

حصہ انہوں نے ان وقتی ہنگاموں ، شخصی اور جماعتی کشمکش طنز ، اور ظرافت کی نذر کردیا

ہے لیکن مسلمانوں کے احساسات اور جذبات اور بالخصوص اس دور کی سیاست میں مسلمانوں کے

کردار کے متعلق ان کا کلام ایک تاریخی اہمیت رکھتا ہے اس مختصر تجزیہ کو جس سے ظفرعلیخاں

کی شاعری میں دینی پس منظر تاریخ کے آئینہ میں نظر آتا ہے ان کی اس نظم پر ختم کیا جاتا

ہے جسکا عنوان ہے " نوید لاتقنطوا "[۳۴]

کفر کی رخشندہ ہستی میں اندھیرا کردیا + تین سو تیرہ نے اس کو تین تیرہ کردیا

شتربان تھا جہاں بان کردیا اسلام نے + مرتبہ اس نے بلند اس درجہ میرا کردیا[۳۵]

مانگتا میں اس سے بڑھ کر اور کیا تجھ سے مراد + تیری رحمت نے خدایا مجھکو تیرا کردیا

اپنے بندوں کو سنایا مژدہ "لاتقنطوا" + شوخ آباد ان سیہ بختوں کا ڈیرا کردیا

---

[۳۴] ایضاً ص ۳۶

[۳۵] دیکھئے فردوسی نے مغلوب ایرانیوں کے جذبات فاتحین اسلامی فوج کے مقابلہ میں نظم کرتے

ہوئے لکھا ، زشیر شتر خوردن و سوسمار = عرب را بجائے رسید است کار

کہ تخت کیان را کند آرزو = تفو برتو اے چرخ گردان تفو

لیکن اللہ تعالی نے مسلمانوں کو فتح ایران نصیب کی ۔

سیکھا مجھ سے کوئی آنکھوں میں راتیں کاٹنا + میری آنکھوں نے اندھیرے کو سویرا کردیا

دی کسی کو حق نے ذلت اور بخشا سالوی + بخش کر عزت کسی کو ڈیولیرا کر دیا

اندلس میں جا ہی پہنچے بحر مراقش کے جوان + قصر الحمرا پہ شب بھر پہرا کردیا

اب تک ہم نے ان شعرا کے کلام سے مثالیں پیش کی ھیں جن کے یہاں اسلامی ذہنی پس منظر ان کے کلام میں جو خاص طور پر اسلامی تاریخ کے موضوع سے متعلق نہیں ھے جا بجا اردو شاعری کے مزاج کے طور پر نظر آتا ھے بعض شعرا ایسے بھی ھیں جنہوں نے تاریخ اسلام کو ھی اپنے لئے مخصوص کیا ھے۔ ان میں مثلاً حفیظ جالندھری کا نام لیا جاسکتا ھے۔ حفیظ جالندھری نے غزلیں اور گیت سب کچھ لکھے ھیں لیکن ان کا سب سے بڑا کار نامہ شاھنامہ اسلام ھے خود فرماتے ھیں۔

کیا فردوسی مرحوم نے ایران کو زندہ + خدا توفیق دے تو میں کروں اسلام کو زندہ

اسلام تو ایک زندہ جاوید حقیقت ھے لیکن اخلاف کو اسلاف کے کار ناموں سے واقف کرنا اس تہذیبی شعور کے تسلسل کے لئے ضروری ھے جس پر کسی معاشرہ کی فلاح و بقا اور اس کے استحکام کا دارو مدار ھوتا ھے ۔ یہی وجہ ھے کہ تاریخ کو علوم و فنون میں ایک بنیادی اھمیت حاصل ھے مسلمانوں کا تو اس فن میں بڑا حصہ ھے اور تاریخ کو فلسفہ کی حیثیت دینا اور فلسفہ تاریخ کی ابتدائی تدوین میں علامہ ابن خلدون کے مقدمہ کو اس فن میں بنیادی اور کلیدی ماخذ کی حیثیت حاصل ھے ۔ حفیظ جالندھری نے شاھنامہ میں تاریخ اسلام کے عہد زریں کے کار ناموں کو منظوم کیا ھے اور بلاشبہ بعض اجزا اس شاھنامے کے شاعری کے فن کے اعتبار سے بھی نہایت اھم ھیں یہاں صرف بطور نمونہ جنگ بدر کے واقعہ سے کچھ اقتباسات نقل کئے جاتے ھیں [36]

زمین بدر تک جب آگیا سیل سیہ کاری + مدینہ سے اٹھا شور خدا پھر شیا ساری

مبارک جمعہ کا دن سترھویں تھی ماہ رمضاں + شہادت گاہ میں فوج آ ہی پہنچی اہل ایمان

عجب انداز سے آئے خدا کے چاہنے والے + زبانیں خشک پوشاکیں دریدہ پاؤں میں چھالے

---

[36] حفیظ جالندھری ، شاھنامہ اسلام جلد دوم (طباعت دوم) سنہ ۱۹۳۷ طبع لاھور ۔

یہہ اس قربان گاہ میں آج پیدل چل کے آئے تھے + جھاکر اوس میں اور دھوپ میں جلجل

نہ ان کے پاس تلواریں نہ ان کے پاس ڈھالیں تھیں + نہ غلہ ان کے اونٹوں پر نہ پانی کی پکھالیں

علم خورشید کا ان کے سروں پر سایہ افگن تھا + کہ یہہ ایک ایک جوہر اور عرفانی کا مخزن تھا

مئے وحدت سے قلب مطمئن سرشار تھا ان کا + کہ سردار دوعالم قافلہ سالار تھا ان کا

ادھی کا فرض تصویر وفا میں رنگ بھرنا تھا + رگ ہستی کو اپنے خون سے سیراب کرنا تھا

نہیں تھا تین سو تیرہ سے آگے تک شماران کا + سہارا یہہ ہے کہ ان کے ساتھ تھا پروردگار ان کا

موسم گرم تھا ۔ گرمی کی شدت پانی کی کامی اور تکلیف حفیظ نے دعائے صحرا اور بارش کے

نزول کے عنوانات سے اس منظر کو بڑے شاعرانہ اور موثرانداز میں پیش کیا ہے ۔ اس کے بعد رسول اللہ

کے ارشاد پر فوج غنیم کا جائزہ لیا جاتا ہے اور پھر اس اسلامی لشکر کے سردار سرکار دوعالم صلعم

کا ارشاد ہوتا ہے ۔

ہوا ارشاد اب تم بھی ذرا آسودہ ہوجاؤ + وضو کرلو، نمازیں پڑھ لو، پھر کچھ دیر سوجاؤ

تمہارے امتحان اولین کا وقت آیا ہے + کہ اپنے پوجنے والوں کو شیطان گھبرایا ہے

تمہارے سامنے اعدائے دین موجود ہیں سارے + اگل ڈالے ہیں تھے جو ابھی اپنے جگر پارے

خدائے پاک کا ارشاد تھا ارشاد پیغمبر + صحابہ نے کمر کھولی توکلت علی اللہ پھر

لیا خورشید نے آرام گاہ شام کا رستہ + وضو کرکے نمازی ہوگئے میدان میں صف بستہ

آگے چل کر مجاہدین اسلام کی صف بندی کا منظر ہے ۔

مجاہد عشق کو مختار کرکے مرنے جینے پر + مثال کوہ آہن ڈٹ گئے مٹی کے سینے پر

سر راہ شہادت سر بلندوں نے صفیں باندھیں + خدا کا حق ادا کرنے کو بندوں نے صفیں باندھیں

یہہ اک مسجود کے ساجد یہہ اک مطلوب کے طالب + یہہ اک معبود کے عابد، یہہ اک محبوب کے طالب

نہ ملک و مال کی دھن میں نہ عزوجاہ کی خاطر + فقط اللہ کی خاطر، فقط اللہ کی خاطر

خیال مرگ کرسکتا نہ تھا ہرگز ملول ان کو + کہ پہر جنگ لایا تھا صداقت کا اصول ان کو

نہ ذاتی رنج تھا کوئی نہ کینہ ان کے سینوں میں + صفائے قلب تھی مانند آئینہ جبینوں میں

نہ کوئی رسم باطل تھا نہ کوئی جوش ہنگامی ÷ نہ فکر کامیابی تھی نہ ذکر خوف ناکامی

نہ کثرت کی کوئی پرواہ تھا " قلت کافران کو÷ نہ کچھ اندیشہ پست وبلند وبیش و کم ان کو

تھا تھے مگر تسکین واطمینان رکھتے تھے ÷ کہ سامان پر نہیں ، ایمان پر ایمان رکھتے تھے

یہ چند افراد جو دیندار تھے عابد تھے زاہد ÷ یہی تھے ہاں یہی اسلام کے سچے مجاہد تھے

مجاہد تھے کہ جوش و ضبط کی خاموش تصویریں ÷ مجاہد تھے کہ دین اللہ افواجاً کی تفسیر میں

چلے آئے تھے مسجد کے نمازی آج میدان میں ÷ صفیں باندھے کھڑے تھے بن کے غازی آج میدان میں

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں

نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

شاہنامہ اسلام میں حفیظ جالندھری نے اسے بکثرت ولولہ انگیز اور ایمان افروز مناظر نظم کئے ہیں اور ان میں جابجا قرآن حکیم کی آیات اور احادیث وملفوظ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شامل کئے ہیں۔ ان سے نہ صرف مسلمانوں کے عہد زریں کی تاریخ کے چند ابواب ہمارے سامنے آتے ہیں بلکہ جنگ و جہاد امن و ایمان کے لئے مسلمانوں کے طرز عمل اور ان کے خاصۃ اخلاق کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔ اس موضوع پر ہم نے ایک اور باب میں تفصیل سے بحث کی ہے لہذا اس عنوان کی مثالوں اور ان کی تشریح کی یہاں ضرورت نہیں ۔ حفیظ کے شاہنامہ سے اردو شاعری میں اس انداز کی شاعری کا ایک نمونہ سامنے آتا ہے جس کا پس منظر بلاشبہ دینی ہے اور حفیظ کے علاوہ دیگر شعرا نے بھی حسب توفیق تاریخ اسلام کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ تاریخ اسلام کے بعض خاص واقعات مثلاً " واقعۂ کربلا نے شاعری کی ایک نئی صنف کو جنم دیا یہ صنف مرثیہ ہے جس کے بارے میں ہم ایک باب میں گفتگو کر رہے ہیں ۔ اس صنف میں صرف کربلا کے واقعہ اور حضرت امام حسین رضا کی شہادت کے ہی واقعات نہیں ہیں بلکہ امام حسین اور ان کے ساتھیوں کے محور پر مرثیہ کا کینوس خاصا وسیع ہو گیا ہے ۔ اس میں معرکہ حق و باطل میں مسلمان کے لئے رہبری اور رہنمائی کا سامان ہے کیونکہ حضرت امام حسین رضا دین کے استقلال اور اسلام کے غلبہ کے لئے جان قربان کرنے نکلے تھے " مرثیہ میں اسلامی تعلیمات اور اسلامی کردار کے واضح نقوش ملتے ہیں اس موضوع پر ہم ایک مستقل باب میں بحث کریں گے۔

بـــــاب پنجـــــم

" اردو شـاعری کی مختلف اصنـــــــــــاف میں دیسی پس منظـــر "

عام طور پر یہہ خیال کیا جاتا ہے کہ اردو شـاعری کی جملہ اصناف اکثر و بیشتر فارسی سے اور بعض فارسی کے وسیلہ سے عربی سے ماخوذ ہیں۔ اس حد تک یہہ خیال درست ہے کہ اردو شاعری میں جن جن اصناف کو اعتبار حاصل ہوا اور جو گویا اردو کی شعری روایت اور اس کے مزاج میں داخل ہوگئیں وہ اصناف تمام تر اسی قبیل کی ہیں ، مثلاً غزل ، مثنوی ، قصیدہ ، رباعی ، مرثیہ ، حمد ، نعت ، وغیرہ ، لیکن دور قدیم میں خاص طور پر بعض ایسی اصناف میں بھی طبع آزمائی کی گئی ہے جن کا پس منظر دیسی یا مقامی ہے - یہہ اصناف شاعری شاید شاعری کے فن کے نقطۂ نظر سے زیادہ قابل اعتبار نہ تھیں اور شاید اسی وجہہ سے اکابر شعرا نے جن کے پیش نظر فارسی شاعری کا معیار اور منصب تھا ان کی طرف زیادہ توجـہ نہ کی لیکن جن حضرات کا مقصد شاعری نہ تھا اور جو شاعری کو محض اپنے افکار و خیالات اور تعلیمات کے ابلاغ کا ایک ذریعہ سمجھتے تھے اور بنیادی طور پر ان کے کلام کا خطاب عوام سے تھا انھوں نے شاعری کی روایتی اصناف اور مروجـہ اسالیت و معیار سے قطع نظر ان اصناف پر توجہ صرف کی جو بڑی حد تک عوامی تھیں - اس باب میں مختصر طور پر ان اصناف کا جائزہ لیاجاتا ہےتاکہ

یہہ معلوم ہوسکے کہ ان کا دینی پس منظر کیا ہے ۔

قول

قول کے لغوی معنی تو محض بات یا گفتار کے ہیں لیکن ایک تو یہہ اصطلاح صوفیاءمیں کسی بزرگ کا کوئی فرمودہ ہوتا ہے " یہہ اس میں کوئی نہ کوئی بنیادی اصولی بات ہوتی ہرایسی بات جو پند و نصیحت اور راہبری اور راہنمائی کے طور پر ہر دور اور ہرشخص کے لئے مشعل راہ بن سکتی ہے ـ» دوسرے یہہ موسیقی کی بھی ایک اصطلاح ہے جس کی ابتداحضرت امیرخسرو سے ہوئی اور بقول محمود شیرانی [۲] حضرت مخدوم شیخ بہاؤ الدین برناوی پر یہہ سلسلہ ختم ہوا۔ یہہ دراصل ہندی راگ میں عربی الفاظ سمو کر دیا نغمہ پیدا کیا گیا چنانچہ امیر خسرورحہ کا قول اب بھی اکثر قوال محفلوں میں گاتے ہیں ۔ صوفیاکے اکثر اقوال پہلے مصرعوں میں ہیں چنانچہ اس کی ایک مثال خواجہ فرید شکر گنج کا یہہ قول ہے [۳]

اول دیسول ہسے نہ جائیے
پھاشا پیہہ روکھا کھائیے
ہم درویشنہ رہسے رہست
بہاری لسوین اور مہست [۴]

اس قول کا پس منظر صوفیاکا طرز زندگی ہے کہ پھٹا کپڑا پہننا اورروکھا سوکھا کھانا ان کا معمول ہے ۔ درویشی کی زندگی ان کی زندگی ہے جو خانقاہوں اور مسجدوں میں بسر ہوتی ہے ۔

چکی نامہ

ص ۱۲۶ بحولہ بالا

اردو شاعری کے دور قدیم میں چکی نامہ کے نمونے عام طور پر ملتے ہیں ۔ چکی نامہ

۲۔ ایضاً ص ۱۲۰ (مقالہ اخی ذ سخن مشمولہ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند جلد ۶ حصہ اول) کا حوالہ؟

۳۔ عبدالحق مولوی ، اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیا ئے کرام کا کام ص ۱۲ ، محمود شیرانی نے اسے ساکھی کہا ہے اور سید محمد جون پوری سے منسوب کیا ہے

۴۔ مہت یعنی مسجد

میں جیساکہ اس کے نام سے ظاہر ہے چکی پیستے وقت عورتوں کی زبان سے خاص سروں اور دھنوں میں جو چکی کی رفتار اور آواز سے ہم آہنگ ہوں ایسے اشعار ہیں جن کا موضوع دینی اوراخلاقی تعلیم ہے ۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی لکھتے ہیں [۵]

" چکی نامہ ایک طرح کا عوامی عورتوں کا گیت ہے جو وہ چکی پیستے وقت گاتی ہیں اب نہ چکی پیسنے کا رواج رہا ہے اور نہ چکی ناموں کی ضرورت لیکن دکن کی ادبی تاریخ میں چکی نامے کی متعدد مثالیں ملتی ہیں جن کا موضوع عارفانہ اور اخلاقی تعلیم ہے ۔ شاعر عورتوں کا روپ اختیار کرتا ہے جس طرح ایک عورت کلی طور پر اپنے شوہر کے تابع اور اس کی مرضی کے آگے راضی ہو انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے وہی حیثیت رکھتا ہے۔

ایک چکی نامہ دکن کے مشہور صوفی بزرگ اور مبلغ خواجہ سید محمد بندہ نواز گیسو دراز سے منسوب ہے [۶] اس نظم میں بارہ بند ہیں اور ہر بند کے آخر میں یہ مصرع آتا ہے۔

کہ (کہہ) یا بسم اللہ ہو ھواللہ

دیکھ واجب تس کی چکی + پیسو چاتر ہو کے سکی

سوکن ابلیس کھینچ کھینچ تھکی + کہہ یا بسم اللہ اللہ ھوواللہ

الف اللہ اس کا دستا + کہہ یا بسم اللہ اللہ ھوواللہ

ظاہر ہے اس نظم کا پورا پس منظر اسلامی تعلیمات پر مبنی ہے ، آغاز خدا کے نام سے ہے ۔ ظاہر ہے مسلمان کے ہر کام کا آغاز خدا کے نام سے ہوتا ہے توحید ، رسالت اورآخرت یہ تین اسلامی عقائد میں بنیادی ارکان کی حیثیت رکھتے ہیں چکی نامے میں یہ اپنے انداز میں موجود ہیں ۔ اس مثال میں ابلیس کا بھی ذکر ہے ایک عورت کے لئے سوکن سے بڑھ کر اور

---

[۵] مقالہ اردو اصناف سخن مشمولہ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند چھٹی جلد اردو ادب حصہ اول ص ۳۴۸- ۳۵۰

[۶] زور ، سید محی الدین قادری مرتب تذکرہ اردو مخطوطات جلد اول ، سلسلہ مطبوعات ادارہ ادبیات اردو شمارہ ۱۱۲ مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۹۴۲/ ۱۳۶۱ھ

کون دشمن ہوگا ۔ شیطان کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ "اس کا کام ہی یہہ ہے کہ شراب اور جوئے سے تمہارے درمیان عداوت اور بغض پیدا کرے اور تمہیں اللہ کے ذکر سے اور نماز سے باز رکھے کیا تم اس سے بچو گے نہیں"۔ چکی نامہ کا بھی اسی یاد خدا کی طرف ساقل کرتا ہے جو انسان کی تخلیق کا ایک مقصد ہے ایک اور چکی نامہ سید میراں حسینی (وفات ۱۶۵۹عیسوی ۱۰۷۰ھ) کا ہے ۔ اس میں بھی اسلامی تعلیمات اور صوفیانہ افکار کی طرف واضح اشارات موجود ہیں یہہ وہی بزرگ ہیں جو میراں جی کے نام سے مشہور ہیں۔

بسم اللہ ذاتی ساوں + قرآن اوپر لیا چھاوں

کل شئی اس کی چھاؤں

لاالہ کہنا ، الااللہ میں رہنا

نبی رسول سے من للنا اللہ اللہ کہنا

اول اللہ کا ساون

صفت جس کا چھاوں

یاد ہے میرے جی میں

ہر دم تیرا ساو ن

لاالہ کہنا الااللہ میں رہنا نبی رسول سے من لانا اللہ اللہ کہنا

اللہ آپی گج مخفی

ظاہر ہوئے آیا

نبی صاحب کے برتے میں

آپس کوں دیکھلایا

لاالہ کہنا الااللہ میں رہنا

اس میں بھی قرآن حکیم کے بعض حوالے ہیں ۔ ہر چیز میں اس کی نشانیاں ہیں اور انسان کا فرض یہہ ہے کہ وہ خدا اور اس کے رسول کو پہچانے ، لاالہ الااللہ کلمہ توحید ہے کہ بندہ پہلے سارے جعلی خداؤں کی نفی کرتا ہے اور خدائے واحد پر ایمان لاتا اور زبان سے اسکا اقرار

کرتا ہے خدا جو گنج مخفی تھا نبی کی صورت میں ظاہر ہوا ، خدا اور اسی کے بندوں کے درمیان نبی نے وحی کے وسیلہ سے اس کی مرضی اور منشاء کو ظاہر کیا اور دین مبین کا سیدھا راستہ دکھایا ، انسان کا فرض ہے کہ وہ ہر دم توحید اور رسالت کا اقرار کرتا رہے کہ یہی ایمان کی پہلی منزل ہے ۔

جکری

یہہ بھی ایک قدیم صنف شاعری ہے جس کے نمونے دکنی دور میں اور اس کے کچھ بعد تک ملتے ہیں ، محمود شیرانی لکھتے ہیں [۷] کہ جکری کا اطلاق ایسی نظموں پر ہوتا ہے جن میں اور مضامین کے علاوہ سلسلہ کا شجرہ اور مشائخ کی مدح ہوتی ہے "

دراصل جکری ، ذکری ، کی بگڑی ہوئی شکل ہے اور اس کا تعلق صوفیا کے ذکر وفکر سے ہے حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ صوفیائے کرام کی حال وقال کی محفلوں اور مجلسوں میں جکری گائی جاتی تھی ، حضرت نظام الدین اولیاء [۸] کو قوالوں سے مولانا وجیہہ الدین کی جکری سن کر حال آگیا تھا ، معلوم ہوتا ہے کہ صوفیا کی یہہ ایک مرغوب صنف تھی جس کے مضامین اور موضوعات میں خاصی وسعت تھی۔ سلسلہ مشائخ کے علاوہ ان میں سے بعض جکریوں میں عشق الٰہی کا ذکر ہے بعض حمد و نعت میں ہیں ، بعض بزرگان دین کی تعریف میں ہیں مثلاً حضرت بہاوالدین باجن نے جو جکریاں لکھی ہیں ان میں سے بعض حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی مدح میں ہیں اور بعض میں ان کے روضہ کی تعریف ہے ۔ جکری لکھنے والوں میں مولانا وجیہہ الدین شیخ احمد بزواری ۔ سید شاہ حسن العلوی ، شیخ بہاوالدین باجن شیخ بہاوالدین برنای کے نام لئے جاسکتے ہیں ایک جکری کا نمونہ یہہ ہے [۹]

---

[۷] شیرانی حافظ محمود گجری یا گجراتی اردو ، دسویں صدی ہجری میں مقالات شیرانی ......

حوالہ مکمل کرنا

[۸] تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند محولہ بالا ، صفحہ ۱۳۱ ایضاً ۱۳۲

[۹] سید شاہ ہاشم حسینی العلوی بن قاضی برہان الدین ، بن قاضی نصراللہ وفات سنہ ۱۶۳۹ء

جسائے کھو یک تل آئے پیا

سکتا جمود ھکتا پیا ؟

لاالہ نفی الااللہ اثبات

مجھ پر حق ملاہم اصدقات

جسائے کھو یک تل آئے پیا

نفی کل ھور ماسوں تو

کل اثبات ھوے جو

ھاشمی رخسار پھڑ کتے

صلوی دھڑکتا ھے جو

اب آپ کی ھے بدھائی پھو

جسائے کھو یک تل آئے پیا

دوھرہ

دوھرہ ایک مقامی ادبی صنف ھے جس کے لئے موضوع کی کوئی قید نہیں اکثر دوھے عشقیہ ھیں اور برج کے علاقہ میں لکھے جانے والے دوھروں میں کرشن اور ان کی گوپیوں کی عشق کی داستان جھلکتی ھے۔ بھگتی کے مضامین اس میں ھیں ۔ اکثر دوھے فراقیہ ھیں اور ھندی شاعری کی روایت کے مطابق عشق کا اظہار عورت کی زبان سے کیا گیا ھے اور مرد کو اس کا محبوب اور مطلوب قرار دیا گیا ھے ۔ اکثر مسلمان صوفی شعراء نے اسے اپنا مخصوص صوفیانہ لب ولہجہ دے کر عشق الٰہی کے اظہار کے لئے اختیار کیا ھے لیکن اسے اردو شاعری کی ایک مستقل صنف قرار دینا مشکل ھے ۔ تاھم بعض شعراکے یہاں اس کی مثالیں ملتی ھیں ۔ مثلاً* یوسف علی خان کی کلیات ھندی میں اس قسم کے دوھے ملتے ھیں۔لہ

لہ یوسف علی خان ، کلیات ھندی قلمی نسخہ کتب خانہ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی تاریخ تصنیف سنہ ۱۱۸۹ھ کتابت سنہ ۱۲۰۰ ھ کاتب اشرف علی

رب کریم سن لیجیو میری یہ فریاد

صدقے پاک رسول کے جن کی پاک اولاد

یاجگ میں پت راکھیو کے واجگ میں دستار

دوجگ میں کرپا کرو تم کریم کرتار

اے رب اپنے گیان کو ایک پیالہ مودیہ

آنکھی جوت اور پران سکہ من میں سینہ

کبت

یہ بھی عوامی شاعری کی ایک صنف ہے ۔ عام طور پر پیشہ ور ڈوم اور میراثی مختلف تقریبات بالخصوص شادی بیاہ کے موقعوں پر کبت پڑھتے تھے ۔ کبت ایک طرح کی بحر طویل کی نظم ہے جس میں مقطی قفیے شامل ہوتے ہیں ، یوسف علیخان کی کلیات ہندی میں اس کے بکثرت نمونے موجود ہیں ۔

کبت

عرش اور کرسی ہیں لوح اور قلم ہیں چاند اور سورج ہیں سرگ اور پتیار سب [11]
تیری ہی نور ہوتیں سکرو سنسار ہون تیری ظہور ہیں اپتے تب ساجے رب
امت کی تارن ہو رحمت کل عالم کی ہو کے سہائے تمہیں آپ کے ہولے جب
ایہو رسول پاک صدقے حسنین جوکے یوسف کی بخشیں میں کاٹن دے سکے اب
جنت میں جب سرجے آدم اور حوا جو نعمت یہ بھانت ایک گیہوں کی منائی ہے
چاہے کرتار کیسوں حوا مت ہی بھی کھایو دو ایک بار بھاگ میں تباہی ہے
جنت سے کاڑھ دیئے بستر سب مانگ لیئے اتت تو ملاپ بھیو بہتا یہ کاہی ہے
بھوک سے تپاک دیئوں جوکر ادھار کیسوں قادر کیو (؟) اچھوتی ری حیدر بنائی ہے
جن کی صفت قرآن اور کتاب میں جن کی صفت سیں جگ کا نستارا ہے ۔

---

[11] ایضاً ص ۸

219

جن کی محبت میں داخلی رسول ہو

جن کی محبت سوں راضی رسول ہو اور جن کی محبت سب نگستن کو دوارا ہے/ جن کی محبت سوں بندگی قبول ہو۔ جن کی محبت سوں رب کوں پتھارا ہے/۱۲ سے اوتھیں کوں دھاؤں اور ادہیں کو جس کاھوں یوسف کوں تیار (ڈیھے) سوک تارا ہے

ان چند نمونوں کے پیش کرنے سے صرف یہہ ظاہر کرنا مقصود تھاکہ اردو شاعری کی رائج مقبول اور عام پسند اصناف سے قطع نظر جن کا جائزہ اگلے (صفات) میں لیا گیا ہے ہمارے بعض شعرا نے مقامی اور عوامی اصناف پر بھی توجہہ کی ان کے مضامین عوامی تھے لیکن اردو شعرا بالخصوص صوفیائے کرام نے اسے اپنے مخصوص خیالات اور افکار کے لئے استعمال کیا ہے اور اس طرح بہت سے صوفیانہ افکار اور خیالات ان اصناف کے ذریعہ سے ظاہر کئے ہیں ظاہر ہے ان کا مقصد شعر گوئی نہ تھا اور نہ ان کو پرکھنے کا کوئی فنی معیار تھا البتہ ان سے یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ مقامی علامات، استعارات وغیرہ کو ان حضرات نے نئے معنی پہنائے ۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاعری کے علائم اور اشارات کا بڑا گہرا تعلق تاریخی اور تہذیبی ماحول ہے ہوتا ہے اور اسی لئے ان اشارات اور استعارات کو تاریخی پس منظر میں دیکھنا چاہیے۔

اب ہم ان اصناف سخن کا جائزہ لیتے ہیں جو اردو شاعری کی مقبول اور رائج اصناف کہلاتی ہیں جیساکہ تمہیدی باب میں کہا جاچکا ہے اردو شاعری کے ابتدائی دور میں فارسی زبان اور ادب کا اثر اردو پر بہت گہرا نظر آتا ہے اور اس لئے وہی (اصناف) اردو میں زیادہ رائج ہیں جو فارسی میں موجود تھیں ان میں سب سے اہم غزل ہے اور اردو شاعری کے جو ابتدائی نمونے ملتے ہیں وہ ریختہ کے نام سے موسوم ہیں ۔ ان معنوں میں ریختہ صنف ہندی و صنف فارسی زبان میں فارسی غزل کا ہندوستانی یا ہندی روپ ہے اور اگر تذکرہ نگاروں کی شہادت پر (تعین) کیا جائے تو حضرت امیر خسرو اردو کے پہلے ریختہ گو شاعر ہیں ۔ ان سے منسوب ایک مشہور ریختہ کا مطلع ہے۔

زحال مسکیں مکن تغافل و رائے نیناں بنائے بتیاں

کہ تاب ہجراں نہ دارم اے جان نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں

اور اسی طرح کا ایک شعر یہہ ہے۔

شبان هجران درازچوں زلف و روز وصلت چوں عمر کوتاہ

سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں

حضرت امیر خسرو رح کے صوفیانہ مسلک کے بارے میں کسی بحث کی ضرورت نہیں وہ حضرت نظام الدین اولیاء کے مرید اور عاشق تھے اور ان کے اشعار میں تصوف کے مضامین کا ہونا قدرتی امر ہے اس بیتی ریختہ میں فراق کا عالم ہے کہ طالب اپنے مطلوب سے جدا ہے اور جدائی کا ایک ایک لمحہ اس کے لئے جان لیوا ہے۔ محبوب حقیقی اور مطلوب اصلی اللّٰہ تعالیٰ ہے جس کے فراق میں سالک بیقرار ہے اور جس کے جلوے اور دیدار کے شوق میں وہ ہمہ تن انتظار ہے ۔ ریختہ قدیم کے نمونوں میں مقامی شاعری کی روایات کے مطابق طالب اپنے آپ کو عورت اور مرد کو اپنا محبوب و مطلوب قرار دیتا ہے ۔ لیکن آگے چل کر ریختہ میں یہ روایات ختم ہوگئیں ۔ اور فارسی شاعری کے عام انداز کے مطابق اظہار عشق مرد کی زبان سے ہونے لگا بلکہ محبوب کے لئے بھی مردانہ اوصاف بیان کئے جانے لگے ۔

فارسی میں غزل کے لئے کسی خاص مضمون یا موضوع کی قید نہ تھی یہ درست ہے کہ غزل کا خاص موضوع عشق و عاشقی کے جذبات و احساسات واقعات اور معاملہ بندی تک جا پہنچتا ہے جیسا کہ جراتؔ کے یہاں یا داغ بلکہ کسی قدر حسرت موہانی تک کے یہاں ملتا ہے اور لکھنؤ اور دہلی شعرا میں اس کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں لیکن اگر یہی عشق مجازی ہے حقیقت کی طرف رہنمائی کرے تو وہ رنگ و آہنگ پیدا ہوتا ہے جو میرؔ کے یہاں ملاجلا اور میر درد کے یہاں نہایت واضح ملتا ہے اور جس کی بکثرت مثالیں صوفی شعراء مثلاً نیاز بریلوی کے کلام میں ملتی ہیں =

غزل ایک ایسی صنف ہے جسکا تعلق احساسات اور جذبات سے ہے ، ظاہر ہے انسان کے عقائد ، افکار و خیالات اسکے جذباتی رد عمل کو متعین کرتے ہیں ۔ ایک مسلمان کی زندگی ایک غیر مسلم کی زندگی سے جس طرح مختلف ہوتی ہے اسکا اظہار قدم قدم پر ہوتا ہے ۔ غزل گو شعراء کے دیوان دیکھئے تو بلا استثناء ان میں سے ہر ایک کے یہاں پہلی غزل جو ملے گی وہ حمد کے مضامین پر مشتمل ہوگی مثلاً میرؔ کی یہ غزل دیکھئے :-

تھا مستعار حسن سے اس کے جو نور تھا + خورشید میں بھی اس کا ہی ذرہ ظہور تھا

پہنچا جو آپ کو تو میں پہنچا خدا کے تئیں + معلوم اب ہوا کہ بہت میں بھی دور تھا

کل پاؤں ایک کاسہ سر پر جو آگیا + یکسر وہ استخوان شکستوں سے چور تھا

کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر + میں بھی کبھو کسو کا سر پر غرور تھا

تھا وہ تو رشک حور بہشتی ہمیں میں میر + سمجھے نہ ہم تو فہم کا اپنے قصور تھا

قرآن حکیم میں ارشاد ہے اللہ نور السموٰت والارض اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے پہلے شعر میں اسی کی طرف شاعرانہ اشارہ ہے ۔ دوسرے شعر میں اشارہ ہے اس قول کی طرف کہ جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا یہ وہی معرفت نفس ہے جسے صوفیائے کرام نے معرفت الٰہی کا پہلا قدم بتایا ہے ۔ اگلے دو اشعار میں غرور اور تکبر کے سلسلے میں اسلام کے اخلاقی ضابطہ حیات کی طرف اشارہ ہے صفات مذمومہ کی [12] ایک طویل فہرست ہے جس میں سر فہرست غرور و تکبر ہے ۔ حدیث شریف میں بار بار غرور اور تکبر کی مذمت کی گئی ہے [13] رسول اللہ نے فرمایا کہ وہ شخص جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا جنت میں داخل نہ ہوگا ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ متکبر آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا اور نہ وہ جو جھوٹی شیخی بگھارتا ہے ۔ اس حدیث شریف میں متکبر کے لئے جواظ ۔ کا لفظ آیا ہے جسکے معنی ہیں متکبر ، متکبرانہ چال چلنے والا [illegible] یہاں ان دو اشعار میں خاص طور پر متکبرانہ چال ہی کی طرف اشارہ ہے مقطع میں اس امر کی طرف اشارہ ہے جسے قرب اور معیت الٰہی کا نام دیا گیا ہے قرآن حکیم میں بار بار اس قرب اور معیت کا ذکر کیا گیا ہے ۔

وھو معکم اینما کنتم اور تم کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے ۔

وما تکون فی شان وما تتلوا منہ من قرآن ولا تعملون من عمل الا کنا علیکم شہودا" اذ تفیضون فیہ ، اور تو کسی حال میں ہو اور قرآن کا کوئی حصہ پڑھے اور تم کوئی کام نہیں

---

[12] خورشید احمد (مؤلف) اسلامی نظریہ حیات طبع اول شعبہ تصنیف و تالیف کراچی یونیورسٹی سنہ ۱۹۷۲ء

[13] جلیل احسن ندوی ، مولانا ، راہ عمل انتخاب حدیث اسلامک پبلکیشنز لمیٹڈ طبع سوم ۲۶ ص ۲۳۹ [14] ایضاً ص ۲۳ ۔ [15] خواجہ میر درد ۔ دیوان درد (اردو) مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی مجلس ترقی ادب لاہور طبع اول فروری سنہ ۱۹۶۲ء

کرتے ھو مگر یہہ کہ اس کی مصروفیت کے وقت ھم تمہارے اوپر گواہ ھوتے ھیں۔

~~ھے جلوہ گاہ تیرا کیا غیب کیا شہادت + ھاں بھی شہود تیرا واں بھی حضور تیرا~~

~~یا یہہ اشعار~~

جگ میں آکر ادھر ادھر دیکھا + تو ھی آیا نظر جدھر دیکھا

باوجودیکہ پرو بال نہ تھے آدم کے + وھاں پہنچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا

رحمت قدم نہ رنجہ کیے گر تیری ادھر + یارب ھے کون پھر تو ھمارے گناہ کا

پھولیں گے اس زباں میں بھی گلزار معرفت + یاں میں زمین شعر میں یہہ تخم بوگیا

حجاب رخ یار تھے آپ ھی ھم + کھلی آنکھہ جب کوئی پردہ نہ دیکھا

جس کی جناب کے یہہ بھی نازھیں نیاز + دامن ھے ھاتھہ میں مرے اس کے نیاز کا

اور پھر یہہ ارشاد ۔ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید اور ھم شہ رگ سے بھی زیادہ اس سے قریب ھیں ۔ یہہ وہ مضمون ھے جو اردو شاعری اور غزل میں بار بار ملتا ھے۔

خواجہ میر درد اردو کے ایک اور ممتاز غزل گو اور ایک منفرد اسلوب کے مالک ھیں ان کا خاص رنگ صوفیانہ ھے اور یہہ تصوف محض شاعرانہ یا رسمی نہیں اس پر اسی مقالہ میں کسی اور موقعہ پر بحث کی گئی ھے ۔ یہاں ان کی غزلوں کے یہہ چند اشعار دیکھئے/۔ جس میں سارا پس منظر دینی اور اسلامی ھے جس سے شاعر کے عقائد و افکار و خیالات اور اس کے موضوع سخن کا اندازہ ھو جاتا ھے

مقدور ھمیں کب تیرے وصفوں کے رقم کا + حقا کہ خداوند ھے تو لوح و قلم کا

جس مسند عزت پہ کہ تو جلوہ نما ھے + کیا تاب گزر ھو وے تعقل کے قدم کا

بستے ھیں ترے سائے میں سب شیخ و برھمن + آباد ھے تجھہ سے ھی تو گھر دیر و حرم کا

ھے خوف اگر جی میں تو ھے تیرے غضب کا + اور دل میں بھروسہ ھے تو ھے تیرے کرم کا

اور ایک اور غزل کے یہہ اشعار ۔

دونوں جہاں کو روشن کرتا ھے نور تیرا + احسان ھیں مظاہر ظاہر ظہور تیرا

یاں افتقار کا تو امکان سبب ھوا ھے + ھم ھوں نہ ھوں ولے ھے ھونا ضرور تیرا

باھر نہ آسکی تو قید خودی سے اپنی + اے عقل بے حقیقت دیکھا شعور تیرا

جلوہ تو ہر اک طرح کا ہر شان میں دیکھا + جو کچھ کہ سنا تجھ میں سو انسان میں دیکھا

آئینے کی طرح غافل کھول چھاتی کے کواڑ + دیکھ تو ہے کون ہائے تیری کاشانے کے بیچ

تجھ کو نہیں ہے دیدۂ بینا وگرنہ یہاں + یوسف چھپا ہے آن کے ہر پیرہن کے بیچ

حیران آئینہ وار ہیں ہم + کس سے یارب دو چار ہیں ہم

از بسکہ ہیں مسلّم تمہیں + ہر جا بے اختیار ہیں ہم

ہر چند تیرے سمت سوا راہ ہی نہیں + تس پر بھی آہ یہاں کوئی آگاہ ہی نہیں

وہ سر تہہ ہے اور ہی فہمید کے پرے + ہم جس کو سوجھتے ہیں وہ اللہ ہی نہیں

انسان کی ذات سے ہی خدائی کے کھیل ہیں + ہاذی کہاں بساط پہ گر شاہ ہی نہیں

گر کہتے ہو کہ ہے وہی ہادی وہی مُضِل + تو راہ پر ہیں سب کوئی گم راہ ہی نہیں

باغ جہاں کے گل ہیں یا خار ہیں تو ہم ہیں + گر یار ہیں تو ہم ہیں اغیار ہیں تو ہم

دریائے معرفت کے دیکھا تو ہم ہیں ساحل + گر وار ہیں تو ہم ہیں وہ پار ہیں تو ہم ہیں

وابستہ ہے ہمیں سے گر جبر ہے و گر قدر + مجبور ہیں تو ہم ہیں مختار ہیں تو ہم ہیں

تیرا ہی حسن جگ میں ہر چند موج زن ہے + تس پر بھی تشنہ کام دیدار ہیں تو ہم ہیں

ہے کب وحدت میں کثرت سے خلل + جسم و جاں گو دو ہیں پر ہم ایک ہیں

نوع انسان کی بزرگی سے تک ایک + حضرت جبریل معراج ایک ہیں

دال ہے اس پر ہی قرآن کا نزول + بات کی فہمید میں ہم ایک ہیں

متفق آپس میں ہیں اہل شہود + درد آنکھیں دیکھ باہم ایک ہیں

بتی جس طرف کو نگاہ یاں نظر آیا ہے خدا ہی وہاں

نہہ ہیں گو کہ آنکھوں کی پتلیاں میرے دل میں جائے بتاں نہیں

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو + ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کرو بیان

سمجھا فہم مگر کچھ ہے طبیعی سے الٰہی کو + شہادت غیب کی خاطر تو حاضر ہے گواہی کو

وہ واجب الوجد ہے باقی سب ممکنات ہیں کہ نہ تھے تب بھی وہ موجود تھا اور نہ ہونگے تب بھی وہ موجود رہے گا ۔ انسان کی عقل کی رسائی آگے وہ واحد ، احد و صمد ہے غیب اورشہا

دونوں اس کی جلوہ گاہ ہیں اس لئے نظر کہیں ہو تو ہر طرف اسی کا جلوہ ہے خلافت و نیابت الٰہی کا بار سوائے انسان کے اور کوئی نہ اٹھا سکا بقول

میر تقی میر :-

سب پہ جس بار نے گرانی کی + اس کو یہہ ناتوان اٹھا لایا

انسان کی عظمت کی دلیل اس سے بڑی کیا ہوگی کہ ایک انسان کامل کو معراج کی فضیلت نصیب ہوئی اور باوجود بال و پر سے محروم ہونے کی وہاں تک اس کی رسائی ہوئی جہاں فرشتوں کو قدم رکھنے اور دم مارنے کی مجال نہیں -

یہہ اشعار صرف دیوان کی ابتدائی یا افتتاحی غزل کے نہیں ہیں بلکہ سارے دیوان میں بکھرے پڑے ہیں اور پھر یہہ بات نہیں کہ چونکہ خواجہ میر درد ایک صوفی منش شاعر تھے سجادہ نشین تھے اس لئے ان کے یہاں یہہ مضامین ملتے ہیں - بعض ایسے شعرا جن کا مسلک صوفیانہ نہ تھا ان کے یہاں بھی ایسے مضامین کی کثرت ہے - سودا کے یہہ چند اشعار دیکھیں -

مقدور نہیں اسکی تجلی کے بیان کا + جوں شمع سراپا ہو اگر صرف زبان کا

پردے کو تعین کے درِ دل سے اٹھا دے + کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمات جہاں کا

ہر سنگ میں شرار ہے تیرے ظہور کا + موسیٰ نہیں جو سیر کروں کوہ طور کا

پڑھئے درود حسن صبیح و ملیح پر + جلوہ ہر ایک پر ہے محمد کے نور کا

سوزن یہہ آئینہ کہ ہم آغوش عکس ہے + ہووے نہ مجھکو پاس جو تیرے حضور کا

سودا نگاہ دیدۂ تحقیق کے حضور + جلوہ ہر ایک ذرے میں ہے آفتاب کا

بھٹکی پھرے ہے کب سے خدایا مری دعا + دروازہ کیا قبول کا معمور ہو گیا

اور مصحفی کی غزلوں میں سے بعض اشعار یہہ ہیں [۱۲]

نہ ہوگی جانکنی کے وقت ہر گز تشنگی غالب + کہ تو اے مصحفی مداح ہے ساقی کوثر کا

خداوند انہیں مشتاق میں سرو صنوبر کا + بروز حشر ہو سر پر مرے سایہ پیمبر کا

---

[۱۲] غلام ہمدانی مصحفی ، کلیات ، دیوان اول ، مرتبہ ڈاکٹر نورالحسن نقوی مجلس ترقی ادب لاہور طبع اول جون سنہ ۱۹۶۸ع

حرم تک جو پہنچتے ہیں بہ صد محنت + تو ہائے ہم سے طواف حرم نہیں ہوتا

~~نہ مشروں کے آگے وہ آیا کرو میہمان + ہوا جامہ اس پھٹیں سے پہن مشرمات کا~~

نوائے بلبلان قدس کا میں سننے والا ہوں + خوش آشنا ہے مجھے کب زمزمہ مرغ گلستاں کا

کہتی ہے نماز صبح کی بانگ + اٹھا صبح ہوتی ہے کہہار دعا مانگ

نواب مرزا خان داغ دہلوی اردو کے ان بدنام شاعروں میں ہیں جن کے یہاں مضامین عاشقی اور ہوا و ہوس میں حد فاصل قائم کرنا دشوار ہے بعض نقادوں نے [15] اس کی طرح طرح سے توجیہ یا معذرت پیش کی ہے یا اسے جائز اور مستحسن ثابت کرنے کی سعی کی ہے بہر حال یہ بات مسلم ہے کہ داغ کی شاعری اعلیٰ درجے کی اخلاقی شاعری نہیں تھی اور نہ اسے اس نقطۂ نظر سے دیکھنا اور پرکھنا چاہیے ہاں زبان کا چٹخارہ ان کے یہاں ایسا تھا جس سے ان کے کلام میں گرمی پیدا ہوتی اور ایک خاص مزاج اور خاص مذاق رکھنے والوں نے اسے پسند بھی کیا ۔
بہر حال [16] داغ کے یہاں یہ غزلیں بھی شامل دیوان ہیں ۔

میں کلمہ گو ہوں خاص خدا و رسول کا + آتا ہے بام عرش سے مژدہ قبول کا

وہ پاک بے نیاز تجسم سے ہے بری + محتاج فوق و تحت نہ وہ عرض و طول کا

انسان سے بیان ہوں کیونکر صفات ذات + ایسا کہاں ہے ذہن ظلوم و جہول کا

دونوں جہان میں ہے محمد ہر طرح نجات + گویا ہے رنگ فقط ایک پھول کا

صلِّ علیٰ ہے نام محمد میں کیا اثر + درمان دل علیل و حزین و ملول کا

طاعت خدا کی اور اطاعت رسول کی + یہ ہے طریق دولت دین کے حصول کا

یہ داغ ہے صحابۂ عظام کا مطیع + یہ داغ جان نثار ہے آل رسول کا

مارب ہے بخشش دینا بندے کو کام تیرا + محروم رہ نہ جائے کل یہ غلام تیرا

---

[15] مثلاً عابد علی عابد اعتقاد و مقدمہ مہتاب داغ ، مرتبہ سید سبط حسن
مجلس ترقی ادب لاہور طبع اول اکتوبر سنہ ۱۹۶۲ء
[16] بہ حوالہ مہتاب داغ محولہ بالا ۔

جب تک ہے دل بغل میں ہردم ہو یاد تیری + جب تک زبان ہے منہ میں جاری ہو نام تیرا

ایمان کی کہیں گے ایمان ہے ہمارا + احمد رسول تیرا مصحف کلام تیرا

شمس الضحیٰ محمد بدرالدجیٰ محمد + ہے نور پاک روشن ہر صبح و شام تیرا

اس شاہ انبیاء کے درکا ہوں میں سلامی + آیا سلام جس کو پہنچا پیام تیرا

ہے تو ہی دیکھنے والا پستی سے لے بلندی + اسفل مقام میرا اعلیٰ مقام تیرا

بے چون و بے چگون ہے بے شبہ ذات تیری + واحد احد صمد ہے اللہ نام تیرا

محروم کیوں رہوں میں جی بھر کر کے کیوں نہ + دیتا ہے رزق سب کو ہے فیض عام تیرا

یہ داغ بھی نہ ہوگا تیرے سوا کسی کا + کونین میں ہے جو کچھ وہ ہے تمام تیرا

لکھنوی شعراکے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے کلام کی بنیاد خارجی مضامین رعایت لفظی اور دوسرے صنائع و بدائع کے استعمال پر ہے اور یہ ایک حد تک درست ہے لکھنو میں رعایت لفظی کے بادشاہ آغا حسن امانت ہیں - ان کے صاحبزادے لطافت کے دیوان میں بھی ایسی غزلیں اور غزلوں میں ایسے اشعار موجود ہیں جن کا تعلق اسلامی عقائد و افکار اور رسوم سے ہے -

تاج ہے سارے کلاموں میں کلام اللہ کا + کیوں سر دیوان یہ مصرع ہو نہ بسم اللہ کا

عجز سے لکھا سر دیوان کلام اللہ کا + شاعروں سے ہوسکا مصرع نہ بسم اللہ کا

قسمت ہوتا کلک نے شباہت کیا اللہ کا + لکھدیا مصرع سر دیوان جو بسم اللہ کا

ابتدا میں دل جو طالب ہو خدا کی راہ کا + جادۂ سلک طریقت ہو سد بسم اللہ کا

ان پہ سکہ ہے جو اسم انور اللہ کا + کب چلن ہے درہم و دینار مہر و ماہ کا

یاد میں تیری کیے تکیہ توکل پر اگر + پائے اک دم میں کیا بھی تخت شاہنشاہی کا

دے کے چھینٹا قلزم رحمت بجھاتا ہے اسے + بادصیاں میں اگر اوٹھتا ہے شعلہ آہ کا

ہے عجب باریک یہ نکتہ کہ جو نقطہ نہیں + ہے سوا اور مرتبہ شک سے نام اللہ کا

ہاتھ اٹھاتے ہی ملاکلی الفور مطلب بامرا + پھر کہا محروم کب سائل تری درگاہ کا

انبیاء عاجز ہوں جب خالق کی کنہ ذات میں + ذکر کیا ہم سب کی عقل ناقص و کوتاہ کا

ہوگیا ثابت خدا کے بعد ہیں یہ پنجتن + ہیں یہ آخر سب کے اور اول الف اللہ کا

کردیا سر سبز پیدا کرکے مجھکو خاک سے + ہے یہ کلمہ ہر زبان تیز برگ کاہ کا

ابھار بھیجے ھدایت کو کہ ھرزول ھو خشک + عذر بارد شاذ کام آئے کسی گمراہ کا

نور عرفان ھے چمکتا مومنوں کے دل میں کیا + طور کے مانند جلوہ ھے تجلی گاہ کا

مذھب باطل میں سر جس پہ چلی کا اوٹھ + ھوگیا پامال فوراً بن کے سبزہ راہ کا

لن ترانی سن چکے ھیں دید کے طالب ھوں کیا + ھے کلیم اللہ سے کافی کلام اللہ کا

یادعصیاں میں دل صدپارہ جوھے بیقرار + میرے سینے پر گمان سیماب کی ھے چاہ

باقی کیوں پانچ انگلیاں اس میں ھیں ابہام + پنجتن سے ھاتھ آیا ھم کو نام اللہ

طے کروں میں زار دشت عشق رحمان و رحیم + ھاتھ آجائے اگر تک بسم اللہ کا

کرکے غالب عقل کو دی نفس کے پہلو میں جا + ایک ھی مسکن بنایا شیر و روباہ کا

پاؤں کو لغزش ھوئی تھی پاکے لفظ لاالٰہ + مل گیا لیکن سہارا ھم کو الااللہ کا

کردیا آراستہ ھر ایک زلف شعر کو + شانہ لے کر طبع نے تشدید بسم اللہ

تیرھیں کہتا فرشتوں سے لطافت بے خطر + چار وہ معصوم کا شیعہ ھوں عبداللہ کا[۱۷]

دوسری غزل نعت میں ھے :-

خدا کا شکر ھے پیرو ھوا ھوں اوس محمد کا + ھمیشہ ابہار میں غل تھا جسکی آمد آمد

بہار گلشن کونین ھے جلوہ محمد کا + بہشت اعلٰی جو ھے ادنٰی ھے بوٹا انکی مسند

دھن سے لیں نہ کیونکہ کام اعدا مدح احمد + نشان صانع نے بہہ کیا دیا میم محمد کا

نظر کرتے ھی چھو جاتا ھے دل ھر ایک مرتد + مثال تیر کل فر کو الف ھے اسم احمد کا

خیال اس میں رھا کرتا ھے رخسار محمد کا + دل شفاف میرا گھر بنا آئینہ خد کا

پیمبر کی ولادت کا جو مضمون فکر میں آیا + ھوا بے ساختہ پیدا زبان پر شعر آمد کا

نہیں سرتاج حمد کہریا اللہ بے رتبہ + شرف اصاف سے دیکھئے کوئی میم محمد کا

---

۱۷ سیو حسن لطافت دیوان ریاض لطافت سنہ ۱۲۹۰ھ مطبع شوکت جعفری لکھنو طبع سنہ ۱۳۰۵ھ ص ۲

۱۸ ایضاً ص ۳-۴

کہا تھا شہر علم اللہ نے پہلے ہی سے ان کو ◆ ہوئیں احسان دل احمدیہ در حرف ابجد کا

محمد فخر اسمٰعیل و ابراہیم و آدم تھے ◆ شرف اجداد تک پہونچا تھا اس فرزند ارشد کا

ہوا ثابت کہ تھے یکتا پیمبر حمد کرتے ہیں ◆ خبر دیتا ہر ایک کو ہے الف یہ اسم احمد کا

شہنشاہی ملی ملک قناعت کی جو احمد کو ◆ توکل کو فقط تکیہ بنایا اپنی مسند کا

نہیں پیدا نہ ہوتی گر نہ ہوتا جز خداگوئی ◆ احد رہتا اگر جلوہ نہ ہوتا میم احمد کا [19]

پہلی غزل کی طرح یہ غزل بھی خاصی طویل ہے ۔ اسی دیوان میں بعض غزلیں حضرت علی رضہ اور مدح حضرت صاحب العصر والزمان بھی شامل ہیں ۔ ان چند اشعار میں لطافت کے اپنے مسلک کے ساتھ ایسے اشعار بھی ہیں جن پر سارے مسلمان متفق ہیں باوجود ان خصوصیات کے غزلیں انداز میں کافی طویل ہیں اور اکثر مضامین کی بنیاد ، جذبات یا احساسات سے زیادہ محض خیالی مضامین رعایت لفظی اور صنائع و بدائع پر ہے ان اشعار کے پڑھنے والے کو صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہ شاعر مسلمان ہے اور اس کی غزل کے پس منظر میں اور مضامین و خیالات کے علاوہ وہ سارا سرمایہ بھی ہے جسکا تعلق اسلام اور مسلمانوں سے ہے :—

یہ سلسلہ اردو غزل گو شعرا میں عصر حاضر تک پہونچا ہے اور جو مثالیں اوپر پیش کی گئی ہیں وہ ان شعرا کی ہیں جن کی غزلوں میں ہر قسم کے مضامین کے ساتھ ایسے مضامین و موضوعات بھی موجود ہیں اور یہ بات علامہ اقبال کے کلام تک جا پہونچتی ہے ۔ اقبال کی شاعری میں اسلامی عناصر کی بحث تفصیل سے کسی اور موقع پر کی گئی ہے یہاں صرف ان کے ابتدائی دور کی غزلوں سے چند اشعار ان موضوعات پر نقل کئے جاتے ہیں۔

بانگ درا میں غزلیات میں پہلی غزل کا پہلا شعر ہے ۔

اے باد صبا کملی والے سے جا کہیو پیغام مرا

قبضے سے امت بیچاری کے دیں بھی گیا دنیا بھی گئی

اس حصہ میں یہ اشعار بھی ہیں ۔

---

۱۹ سید حسن لطافت دیوان ریاض لطافت سنہ ۱۲۹۰ ھ مطبع شوکت ص ٦ ۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

بادہ گردان عجم وہ غزلی میری شراب

میرے ساغر سے جھلکتے ہیں مے آشام ابھی

نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں

نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں

نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلف ایاز میں

نہ خدا رہا نہ صنم رہے نہ رقیب دیرو حرم رہے

نہ رہی کہیں اسد اللہی نہ کہیں بولہبی رہی

مرا ساز اگرچہ ستم رسیدہ زخمہ ہائے عجم رہا

وہ شہید ذوق وفا ہوں میں کہ نوا مری عربی رہی

اور اس حصہ کی آخری غزل کے آخری دو اشعار یہ ہیں جو قرآن حکیم کی آیت کی طرف اشارہ ہیں -

اے مسلمان ہر گھڑی پیش نظر + آیۂ لا یخلف المیعاد رکھ

یہ لسان العصر کا پیغام ہے + انّ وعدَ اللہِ حق یاد رکھ

ان مثالوں میں ہم نے صرف ان غزل گو شعرا کے کلام کو پیش نظر رکھا ہے جنکی غزلوں میں غزل کے عام موضوعات اور مضامین کیساتھ ساتھ اس قسم کے مضامین بھی ہیں بہت سے غزل گو شعرا ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنی غزل کو صرف حمد و نعت منقبت مدح آئمۂ بزرگان دین اور اخلاقی مضامین تک محدود رکھا ہے ان کا ذکر ان مختلف موضوعات اور اصناف کے سلسلے میں کیا گیا ہے۔

اردو مثنوی

غزل کے بعد مثنوی اردو شاعری کی ایک اور مقبول صنف ہے - غزل کی طرح مثنوی بھی اردو میں فارسی سے آئی - فارسی میں مثنوی اہل عجم کی خود اپنی ایجاد تھی اور ہر دور میں چھوٹی بڑی

مثنویاں بکثرت لکھی گئیں - ان ہی میں مولانا روم کی مشہور مثنوی بھی ہے جسکے بارے میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ :-

مثنوی مولوی معنوی هست قرآں در زبان پہلوی

اور فارسی میں ہی شاهنامہ جیسی رزمیہ مثنوی اور یوسف زلیخا جیسی عشقیہ مثنوی بھی موجود ہے، پھر جس طرح مثنوی کے لئے شروع سے آخر تک قافیہ ردیف کی قید نہیں اسکا کوئی وزن مخصوص نہیں ہے اسکے لئے موضوع کی قید نہیں اس لئے مختصر سے مختصر مثنویوں سے لے کر ساٹھ هزار اور اس سے بھی زیادہ اشعار پر مشتمل مثنویاں کہی گئی ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ اردو میں ابتدائی دور سے ہی مثنوی کی طرف خاص طور پر توجہ کی گئی اور ہر قسم کی مثنویاں لکھی گئیں ہیں - بعض حضرات کا دعویٰ ہے کہ دکھنی میں قدیم ترین مثنوی کدم راؤ پدم راو ہے [۲۰] جس کا مصنف نظامی ہے۔ یہ ایک عشقیہ مثنوی ہے ایک اور مشہور مثنوی ملا وجہی کی قطب مشتری ہے [۲۱] وجہی اپنے دور کا مشہور شاعر اور صاحب طرز انشاء پرداز تھا۔ یہ اردو کی پہلی طویل نثری داستان سب رس کا بھی مصنف ہے اور گولکنڈہ کے دربار میں کئی سلاطین کا ندیم اور مقرب رہا ہے، رزمیہ مثنویوں میں خاور نامہ جیسی مثنویاں لکھی گئیں جن کے لکھنے والے شاهنامہ فردوسی کے مقابلہ کا دعویٰ کرتے ہیں - اور جن میں هزاروں اشعار ملتے ہیں شمالی ہند میں بھی مثنوی گوئی کو خاصہ فروغ ہوا - حاتم، سودا، میر، مصحفی، میرحسن انشاء، سعادت یار خاں رنگین - ان سب نے مثنویاں لکھی ہیں لکھنؤ کے دبستان میں سب سے مشہور مثنوی پنڈت دیا شنکر نسیم کی گلزار نسیم ہے لیکن قلق کی طلسم الفت اور نواب مرزا شوق کی مثنویاں بالخصوص ان کی مشہور مثنوی زہر عشق اردو مثنوی کی تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھتی ہیں - غالب اور مومن نے اردو میں مثنوی کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی حالانکہ فارسی میں ان کی اعلیٰ درجہ کی مثنویاں موجود ہیں نواب مرزا خاں، داغ کی البتہ چند مثنویاں مشہور ہیں سنہ ۱۸۵۷ کے بعد جب سیاسی انقلاب کے بعد ایک تہذیبی انقلاب نے جنم لیا اور اردو زبان

---

[۲۰] یہ مثنوی اب ڈاکٹر جمیل جالبی نے مرتب کرکے انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی سے شائع کردی ہے [۲۱] وجہی مثنوی قطب مشتری مرتبہ مولوی عبدالحق انجمن ترقی اردو

میں شاعری اور ادب کا دور جدید شروع ہوا تو غزل کے مقابلہ میں جس چیز کو نظم کہا جانے لگا اور جس سے مراد شاعری میں کسی ایک موضوع پر مسلسل اظہار خیال تھا اس میں بھی مثنوی کو خاصا فروغ حاصل ہوا ، چنانچہ مولانا محمد حسین آزاد اور مولانا الطاف حسین حالی نے انجمن پنجاب کے مشاعروں کے سلسلے میں جو نظمیں لکھیں ان میں سے اکثر مثنوی کی ہی ہئیت میں ہیں مولانا شبلی نعمانی کے یہاں بھی مثنویاں موجود ہیں اور خاص طور پر سیاسی مضامین او موضوعات اسی دور اور مثنوی کی تاریخ میں نمایاں ہوئے ۔ عصر حاضر کے شعراء میں اقبال کے یہاں بھی فارسی اور اردو مثنوی پر بڑی توجہ ملتی ہے۔ فارسی میں اسرار خودی و رموز بے خودی اور اردو میں ساقی نامہ ان کے کلام میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں اس دور میں ایک اور مشہور مثنوی حفیظ جالندھری کا شاہنامہ اسلام ہے ۔

اس طویل فہرست سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ موضوعات کے تنوع کے اعتبار سے مثنوی ایک ایسی صنف ہے جو مسلسل واقعات کے بیان کے لئے بے حد مناسب ہے ۔ اردو میں ابتداء سے لیکر اب تک بکثرت مثنویاں ایسی لکھی گئیں ہیں جن کے موضوعات کا براہ راست اسلام اور اسلامی تعلیمات ، اخلاق ، صوفیانہ خیالات تبلیغ اور رشد و ہدایت اور تاریخ اسلام سے تعلق ہے۔ ان سے قطع نظر جو مثنویاں دوسرے موضوعات سے متعلق ہیں ان میں بھی مثنوی کا ڈھانچہ اور اس کی ترکیب و ترتیب ایسی ہوتی ہے کہ سب سے پہلے حمد باری تعالیٰ پھر نعت رسول خلفائے راشدین اور آئمہ کرام اور بزرگان دین کی تعریف ہوتی ہے اور اس سلسلے میں ظاہر ہے وہی مضامین ادا کئے جاتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی صفات رسول اکرم صلعم کی فضیلت اور بزرگان دین کی خیر و برکت سے بھر پور زندگی کا ذکر ہوتا ہے اور ان کی تعلیمات کا بیان کیا جاتا ہے یہ روایت اس قدر پختہ اور مسلمہ ہے کہ ہندو شعراء بھی اپنی مثنویوں میں اسے اختیار کرتے ہیں چنانچہ مثنوی گلزار نسیم کے یہ اشعار دیکھئے :-

ہر شاخ میں ہے شگوفہ کاری + ثمرہ ہے قلم کا حمد باری

کرتا ہے یہ دو زبان سے یکسر + حمد حق و مدحت پیمبر

منتہا

یارب مری خامہ کو زبان دے + منتہار ہزار داستان دے

ان ابتدائی حمد و نعت و منقبت کے اشعار کے علاوہ یون بھی ہرقسم کی مثنویون مین تلمیحات بکثرت ایسی ملتی ہین جو قصص قرآنی سے ماخوذ ہوتی ہین موقعہ بہ موقعہ گفتگو مین نصیحت مین آیات قرآنی اور احادیث نبوی کی طرف واضح اشارات ملتے ہین مثلاً میرحسن اپنی مثنوی سحرالبیان مین اس موقعے پر جہان بادشاہ اولاد سے محروم ہونے کی بنا پر تخت و تاج سے دست بردار ہونے کا ارادہ کرتا ہے تو مشیران حدبادبھی کہتے ہین -

نہ لاؤ کبھی یاس کی گفتگو + کہ قرآن مین آیا ہے لاتقنطوا

یہان سورۃ الزمر کی آیات ۵۳ اور ۵۴ کی طرف اشارہ ہے -

"قل یعبادی/ ثم لا تنصرون آپ اللہ کی طرف سے اعلان کردیجئے کہ میرے بندو جنہون نے زیادتی کی ہے اپنی جانون پر اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یقیناً اللہ تمہارے سارے کے سارے گناہ معاف فرمادے گا وہ بہت ہی معاف فرمانے والا ہے اور بڑا ہی مہربان ہے اور تم اپنے رب کی طرف رجوع ہو جاؤ اور اس کی فرمانبرداری بجا لاو اس سے پہلے کہ تم پر کوئی عذاب آپڑے اور پھر تم کہین سے مدد نہ پاسکو "

اور نواب مرزا شوق کی بد نام زمانہ مثنوی زہر عشق مین بھی ایسے اشعار ہین [21]

صبح کو طائران خوش الحان + پڑھتے ہین کل من علیہا فان

جس مین سورہ رحمان کی آیت شریفہ کی طرف اشارہ ہے -

کل من علیہا فان ٭ و یبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام ۝

"جو زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے اور تمہارے پروردگار ہی کی ذات جو صاحب جلال وعظمت ہے باقی رہے گی"

جیساکہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے اردو شاعری کا پہلا دور دراصل دکن مین اردو شاعری کی جملہ اصناف کی ترقی کا دور ہے اس دور مین خاص طور پر بکثرت مثنویان ایسی لکھی گئین ہین جن کا پس منظر دینی ہے اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ان مثنویون کے لکھنے والے بالعموم

---

[21] شوق نواب مرزا مثنوی زہرعشق مرتبہ عشرت رحمانی مکتبہ اردو لاہور سنہ ۱۹۵۳ء

صوفیائے کرام اور علمائے دین ھیں جن کے پیش نظر تبلیغ دین اور اپنے معتقدین کی رھبری اورھدا تھا بعض مثنویوں میں ارکان دین عبادات وغیرہ کا ذکر ہے، بعض کا موضوع سیرت رسول صلعم ہے جس میں آپ کی نیک سیرت عادات و اخلاق اورآپ کی تعلیمات بیان کی گئیں ھیں بعض مثنویوں میں شریعت کے بعض اور مسائل و معاملات نظم ہوئے ھیں بعض مثنویوں میں دیگر بزرگان دین خلفائے راشدین اھل بیت رسول اللہ وغیرہ کی زندگی کے بعض واقعات بیان کئے گئے ھیں ان میں بعض واقعات محض روایتی ھیں اور بعض محض افسانوی لیکن جن کرداروں کو ان میں پیش کیا گیا ہے وہ اکثر و بیشتر تاریخی ھیں اور ان کے کردار کو اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ وہ تعلیمات اسلام کا ایک نمونہ بن کر سامنے آتے ھیں اور یہی ایسی شاعری کا مقصد ہے ان کو تاریخ اور سیرت نگاری کے معیار پر نہیں جانچا جاسکتا بلکہ صرف شاعری کی حیثیت سے ان سے اسلامی اخلاق کی ترویج و اشاعت اور اسلامی قدروں کے استحکام میں جو مدد ملتی ہے وہی ایسی شاعری کا معیار ہے بعض مثنویاں ایسی ھیں جن میں صوفیانہ مسالک اور نظریات صوفیائے کرام کی زندگی ان کی سادگی قناعت توکل استغنی ، فقرو ایثار ، انسان دوستی ترک علائق وغیرہ کا ذکر کیا گیاھے اس سلسلے میں بھی یہ بات یادرکھنے کے قابل ہے کہ صوفیا کے بعض مسالک میں بعض خیالات ایسے بھی ملتے ھیں جو بادی النظرمیں شریعت اسلام سے متجاوز نظر آتے ھیں اس کی بحث ھم کسی اور موقع پر کرچکے ھیں یہاں بھی صرف دیکھنا چاہیے کہ صوفیائے کرام نے محبت، انسان دوستی، صبرو رضا ایثارو استقلال تزکیۂ باطن کی جو تعلیم دی ہے اس سے اخلاقی اصلاح کا مقصد کس حدتک حاصل ہوتا ہے ۔ شخصی حکومت اور امراء کے اقتدار کے دور میں جو اخلاقی پستی مختلف اسباب کی بناء پر پیدا ہوئی تھی صوفیائے اپنی زندگی اور اپنی تعلیمات سے بڑی حدتک ان رجحانات کا سدباب کردیا ۔

اب ھم مختصر طور پر ان مثنویوں کا ذکر کرتے ھیں جو پس منظر کے نمایاں عناصر کے اعتبار سے ھماری مقالہ کے موضوع میں شامل ھیں ۔

مثنوی نو سرہار [۱۲]

اس مثنوی کا مصنف دکن کا قدیم شاعر شیخ اشرف ہے ۔ مثنوی کا سنہ تصنیف ۹۰۹ھ ہے سبب تصنیف میں اشرف لکھتا ہے کہ میری عمر دنیا کے معاملات میں گزری جن کا کوئی نفع آگے چل کر نہ ملے گا اس لئے اب چاہتا ہوں کہ کچھ اشعار ایسے یادگار چھوڑ جاؤں جن کو پڑھ کر لوگوں کو نیکی کا راستہ نظر آئے اور مجھے ثواب ملے چنانچہ اس نیت سے اس مثنوی میں شہادت امام حسین رضا کا قصہ زبان ہندوی میں لکھا۔ دکن میں شیعہ درباروں میں شعرا کی سرپرستی نے مرثیہ گوئی اور شہادت کربلا کے متعلق واقعات پر طبع آزمائی کے رواج کو فروغ بخشا تھا لیکن اشرف کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیعہ نہ تھا اس نے چاروں صحابہ کرام کی مدح کی ہے

نبی محمد حق رسول + کہتا جن بیکہ نفر قبول

دونوں جگ گرا سرور میں + جن کوں چاروں یار وزیر

بو بکر صدیق رضا ایک سنا + عمر رضا خطاب ہم دوسرا

اے دو بزرگ پیر آزاد + عثمان رضا علی رضا کوں ... داماد

دو نواسے ان پل جادوں + حسن رضا حسین رضا جن کا ناشوں

علی رضا کے اے دو فرزند + بی بی فاطمہ رضا کے دلبند

مثنوی خاصی طویل ہے اور اس میں اٹھارہ سو اشعار موجود ہیں ، موضوع کی مناسبت سے قرآن اور احادیث کے اشارے بھی اس میں موجود ہیں ۔

مثلاً ۔

اللہ واحد حق سبحان + جن سرجیا بھوئیں آسمان

چندر سورج تارے روکھڑ + بادل بجلی مینہ ، اچوک

---

[۱۲] محی الدین قادری زور تذکرہ اردو مخطوطات ، جلد اول طبع اول ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد دکن ، ص ۱۷ تا ۱۹ ۔

235

دوزخ جنت عرش فلک + لوح قلم هم حور ملک

حیران انسان/ و ادراک + آتش سوزان باد پران

اللہ واحد ہے ارشاد ہوا ۔

قل ھو اللہ احد 1/112 کہہ دو کہ وہ اللہ یکتا ہے

والٰھکم الہٌ واحد لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم

اور تمہارا معبود تو اکیلا اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ، رحم کرنے والا مہربان ہے 163/2

جس نے آسمان اور زمین پیدا کی ،

الحمد للہ الذی خلق السمٰوٰت والارض وجعل الظلمٰت والنور 1/6

تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا / اور تاریکیوں کو اور نور کو بنایا اور وہی ہے جس نے رات دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا

سورج ، چاند کو پیدا کیا ہر ایک ایک مدار میں تیرتے ہیں ۔ ہر ایک ایک مدار میں

وھو الذی خلق الیل والنھار والشمس والقمر ۔ کل فی فلک یسبحون ۔ پڑے تیرتے ہیں 33/21

قرآن حکیم میں بار بار ان آیات الٰہی کا ذکر ہے جو دیکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں اس

خالق کی جس نے ان کو پیدا کیا ، چاند ، سورج ، ستارے ، بادل مینہ بجلی وغیرہ وغیرہ سورۃ

الحجر (۲۲) میں ارشاد ہوا ہے " اور لدی ہوئی ہواوں کو ہم ہی بھیجتے ہیں پھر آسمان

سے پانی برساتے ہیں اور اس پانی سے تمہیں سیراب کرتے ہیں ،

اللہ الذی یرسل الریاح فتثیر سحابا فیبسطہ فی السماء کیف یشاء و یجعلہ کسفا

فتری الودق یخرج من خلٰلہ فاذآ اصاب بہ من یشاء من عبادہ اذا ھم یستبشرون

(الروم ۔ ۴۸) اللہ ایسا ہے کہ وہ ہوائیں بھیجتا ہے پھر وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر اللہ تعالیٰ اس کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے

ارشاد نامہ :۔ ۲۳ کر دیتا ہے ۔ پھر تم مینہ کو دیکھتے ہو کہ اس کے اندر سے نکلتا ہے پھر جب وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے تو بس وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں ۔۔۔ //

اس کے حمد مشہور صوفی بزرگ شاہ برہان الدین جانم بیجاپوری ہیں اس میں صوت کے مسائل

سوال و جواب کے پیرائے میں بصورت مثنوی نظم ہوئے ہیں ۔

وفات نامہ سرور کائنات ۲۴

---

۲۳ ایضاً ص ۱۹ ۲۴ ایضاً ص ۲۱

اس کے صفحات امامی هین موضوع عنوان سے ظاهر هے -

مولود نامہ عبدالملک [25]

دوسو پچاس اشعار پر مشتمل ایک مثنوی هے جس مین ولادت رسول پاک تفصیل سے نظم کی هے تاریخ تصنیف سنہ ۱۰۹۰ ھ

مناجات علی رحمتی [26]

مختصر مثنوی مناجات پر هے-

فقہ هندی [27]

عبدالامین عبدی کی تصنیف چار سو ساٹھ اشعار پر مشتمل مثنوی هے اس مین شرعی مسائل بیان کئے گئے هین بعض موضوعات یہ هین -

فرض ایمان ، فرائض وضو، سنت وضو، مستحب ، نوافل وضو، مبیحات وضو، سنتهائے غسل ، موجب غسل ، تیمم ، حیض و نفاس ، مسح موزہ ، استنجا ، صلوات ، سجدۂ سہو، تراویح زکواۃ ، حج ، اس کی تاریخ تصنیف سنہ ۱۰۷۲ھ هے -

معراج نامہ بلاقی [28]

سید بلاقی کی تصنیف هے سنہ تصنیف سنہ ۱۰۸۰ھ تعداد اشعار ۵۲۵، موضوع واقعہ معراج هے -

معراج نامہ [29]

ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے سنہ ۱۰۹۳ھ کے ایک اور معراج نامہ کا ذکر کیا هے لیکن اس کی تفصیل نہیں دی -

---

[25] ایضاً ۲۳ [26] ایضاً ۲۳ [27] ایضاً ۲۶ [28] ایضاً ۲۷

[29] ایضاً ص ۲۸

ہدایت ہندی [30]

یہہ خاص طویل مثنوی ہے جو ۳۶۳۸ ، اشعار پر مشتمل ہے اور اس مین پچیس ابواب مین شرعی فقہی مسائل کو بیان کیا ہے مصنف کے پیش نظر عربی و فارسی مین اس موضوع کی تصانیف تھین لیکن یہہ ترجمہ نہین مصنف کی اپنی تالیف ہے ۔ اس کا سنہ تصنیف سنہ ۱۱۰۱ ھ ہے اور اس مین شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر رح کی مدح کی ہے ۔ محض فاتح اور سلطان کی حیثیت سے نہین بلکہ اس لئے کہ مصنف کے بقول شاہان قدیم مین زہد و تقوی مین اس کی مثال نہین ملتی اور اس مین اولیاء کی صفات تھین اور شاعر اسے دین اسلام کا کار ساز سمجھتا تھا ۔

کہ شاہان بھی اول ہوئے ہین توکیا + نہ کوئی زہد و تقویٰ مین ایسا دسا [31]

رہے اس مئے بھی ولیی کی صفات + کہ ہو آئے جو سون سون کائے سوہات

بڑا دین اسلام کا کارساز + الہٰی شون کر عمر اس کی دراز

اس مثنوی کے بارے مین ڈاکٹر زور لکھتے ہین [32]

" ہدایات ہندی مین جگہ جگہ آیات قرآنی احادیث اور عربی فارسی کی مستند کتابون کی عبارتین بھی درج کرکے ان کی منظوم شرح لکھی گئی ہے یہہ کتاب اسلامی فرائض اور شریعت کے جملہ مسائل پر ایک مستند تصنیف معلوم ہوتی ہے ۔

شمائل النبیؐ [33]

پشتو کے مصنف اخوند رویزادی کے رسالہ سے دکھنی شاعر عبدالحمید ترین نے بصورت مثنوی نظم کیا

وفات نامہ سرور کائنات [34]

سنہ تصنیف ۱۱۱۱ھ ، صفحات (؟) ، موضوع وفات رسول اللہؐ

---

[30] ایضاً ص ۲۸ [31] ایضاً ص ۲۹ [32] ایضاً ۲۹ [33] ایضاً ص ۳۳

[34] ایضاً ۳۳

نجات نامہ [35]

محمد امین الہابی کی تصنیف ایک مختصر مثنوی ہے جس میں شریعت اسلام کی پابندی سے متعلق پند و نصائح نظم کئے گئے ہیں ڈاکٹر زور ان کے متعلق لکھتے ہیں :-

" مصنف خاص مذہبی قسم کا آدمی ہے اور طریقہ نقشبندیہ یا قادریہ میں منسلک معلوم ہوتا ہے اور وہ راگ سننے گیت گانے شطرنج کھیلنے ، بھنگ پینے نظر بازی کرنے مال گاڑ کر رکھنے کافروں سے دوستی رکھنے او راگ کے ذریعہ سے ذکر کرنے کو گناہ اور دوزخ میں جانے کے اسباب قرار دیتا ہے اس طرح پوری کتاب میں عذاب الٰہی سے ڈرایا گیا ہے اور گناہوں کی مختلف سزائیں بیان کی گئی ہیں۔

نور نامہ [36]

مصنف صوفی عنایت شاہ فارسی نثر سے مثنوی کی صورت میں نظم ہوا ، کتاب دراصل سرور کائنات کی مدحت میں ہے اور اس میں آپ کی فضیلت اور سراپا کے محاسن تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ سنہ تصنیف ۱۱۱۱ ھ ہے -

پند دل بند [37]

مصنف نے اپنا نام عسلی بتایا ہے - مثنوی کا موضوع خدا تک رسائی ہے مصنف کے بقول اس مقصد کے حصول کے لئے تین چیزوں کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ راستی علم اور عمل ، راستی اور علم پر بیان مختصر ہے لیکن علم کی فضیلت تفصیل سے بیان کی ہے۔

نامہ علی [38]

مصنف شاہ عبد العلی سنہ تصنیف سنہ ۱۱۱۰ھ اس مثنوی کا موضوع حضرت علی کا ایک معجزہ ہے -

---

[35] ایضاً ص ۳۱ [36] ایضاً ص ۳۲ [37] ایضاً ۳۵ [38] ایضاً ص ۳۸

قصص الانبیاء [۳۹]

اس کے مصنف ارکاٹ کے ایک واعظ غوثی ھین جنھون نے سنہ ۱۱۹۱ھ مین قصص الانبیاء کے نام کی فارسی تصنیف سے ابتدائے آفرینش سے حضرت یوسفؑ تک کے حالات کا دکھنی اردو مین بطور مثنوی ترجمہ کیا اس مثنوی مین اشعار کی تعداد چار ہزار پانچ سو کے قریب ھے ۔

من لگن [۳۰]

دکھنی ادبیات کی ایک مشہور مثنوی ھے جس کے مصنف محمود بحری ھین مثنوی کا سنہ تصنیف سنہ ۱۱۱۲ھ ھے یہ مثنوی اور کلیات بحری دونون شائع ھوچکی ھین من لگن کا موضوع تصوف کے مختلف مسائل و مباحث ھین اور اس مین تقریباً اٹھارہ ہزار اشعار موجود ھین

جنگ نامہ محمد حنیف [۳۱]

خاصی طویل مثنوی ھے جس مین تقریباً ہزار اشعار ھین شاعر سیوک ھے سنہ تصنیف ۱۰۹۲ھ اس کا موضوع محمد ابن حنیفہ کے یزید سے معارضات ھین ۔ ڈاکٹر زور کا بیان ھے کہ کتاب کسی فارسی قصہ سے ترجمہ ھے اور تاریخ سے زیادہ فرضی اور خیالی قصون پر مشتمل ھے۔

روضۃ الشہدا [۳۲]

فارسی روضۃ الشہدا تصنیف ملاحسین واعظ کاشفی کی فارسی سے ماخوذ بطور مثنوی ساڑھے پانچ ہزار اشعار پر مشتمل ھے شاعر مہر ، ولی ، فیاض ویلوری ھین۔

پنچھی باچھا [۳۳]

شیخ فرید عطار مشہور صوفی فارسی کے شاعر تھے منطق الطیر ان کی مشہور تصنیف ھے شیخ وجیہ الدین وجدی نے سنہ ۱۱۳۶ھ مین دکھنی مین اسکا ترجمہ کیا بقول محی الدین قادری زور " یہ شخص دکنی طرز کے آخری شعرا مین سے ھین نصیرالدین ہاشمی کا بیان ھے کہ

---

[۲۹] ایضاً ص ۴۹ [۳۰] ایضاً ص ۵۵ [۳۱] ایضاً ص ۵۷ [۳۲] ایضاً ۵۸

[۳۳] ایضاً ص ۶۰ نصیرالدین ہاشمی نے اسے سنہ ۱۱۳۱ھ کی تصنیف بتایا ھے (دکن مین اردو طبع اردو اکیڈمی سندھ کراچی ص ۲۷۰) شاعر نے خود تاریخ کہی ھے جب کیا تاریخ دل مین حساب تب ھوا میزان مین کیا خاصی کتاب ۲۳۴ ایضاً ص ۶۵

وجدی نے صرف ترجمہ نہیں کیاھے بلکہ اپنی طرف سے ردو بدل اور اختصار و اضافہ کیا ھے اور اشعار کی تعداد تین ہزار چھہ سو پچاس ھے ۔

روضۃ الاطہار [۳۴]

مصنف نوازش علی خان شیدا تاریخ تصنیف سنہ ۱۱۷۳ھ سات ہزار سے زیادہ اشعار پر مشتمل مثنوی ھے موضوع اسکا بھی وہی ھے جو ولی ویلوری کی روضۃ الشہدا کا ھے اورمصنف کے پیش نظر روضۃ الشہدا اور فارسی ماخوذات بھی ھیں۔

دعائے داؤد سرہادی [۳۵]

مصنف سید ابراہیم سید اسکے بارے میں محی الدین قادری زور صاحب کے اشعار کےحوالے سے لکھتے ھیں۔

" زبور میں سورۃ الرحمن کی طرح ایک دعا درج ھے جو داؤد پیغمبر کی ورد زبان تھی یہہ دعا سرہادی میں تھی اسکو حضرت عباس رضی نے عربی نظم میں لکھا اور عربی سے ضیا نخشبی نے فارسی نظم میں ترجمہ کیا اوراب فارسی سے سید ابراہیم نے دکھنی نظم میں منتقل کیا اس کا آغاز یہہ ھے ۔

خدا کون سر بسر حمد و ثنا ھے +
کیا احمد صلعم کو تاج الانبیاء او + دو عالم کون کیا ان رہنما ہو
دیا اس آل ہوریاران مکرم + ہمیشہ حق کی رحمت میں رہو جم
سہاھون بعد ازان استاد تھے میں + بزرگان سون صحیح اسناد تھے میں
کہ تھا اندر زبور از فضل معبود + بوسورت مثل الرحمن محمود

عقائد نامہ [۳۶]

مصنف محمد باقر آگاہ ویلوری سنہ تصنیف ۱۱۸۵ھ پندرہ سواشعار پرمشتمل

---

[۳۴] ایضاً ص ۶۵ [۳۵] ایضاً ۷۰- ۷۱ [۳۶] ایضاً ص ۷۶

مثنوی ہے ۔ اس میں اہل سنت والجماعت کے عقائد بیان کئے گئے ہیں ، آخری موضوع رویت حق تعالی ہے ابتدائی اشعار یہ ہیں ۔

ثنا ہور حمد ہے حق کوں سزاوار + کہ ہے قدرت کا اس کی پوستار
کیا جب اپنی قدرت کوں ہویدا + کیا یک کن سے سب عالم کوں پیدا
محمدؐ کو کیا سالار ہستی + طفیل اوس کے ہے سب بالاو پستی

تحفۃ النساء [۳۷]

اس کے مصنف بھی محمد باقر آگاہ ہیں آٹھ سو اشعار پر مشتمل مثنوی ہے اور خاص طور پر خواتین کیلئے لکھی گئی ہے ۔ تاریخ تصنیف سنہ ۱۱۸۵ھ ہے اس میں حسب ذیل خواتین کے حالات نظم کئے ہیں

حضرت فاطمہ زہرا ، حضرت زینب ، حضرت رقیہ ، حضرت ام کلثوم ، حضرت خدیجہ حضرت عائشہ ، حضرت حفصہ ، حضرت زینب بنت خدیجہ ، حضرت سودہ ، حضرت ام سلمیٰ حضرت زینب بنت حجش ، حضرت جویریہ ، حضرت ام حبیبہ ، حضرت صفیہ ، حضرت میمونہ ، حضرت ماریہ حضرت فاطمہ صغرا ، حضرت نفیسہ، ام الخیر فاطمہ ، ام محمد عائشہ رابعہ بصریہ معاذہ شعرانہ فاطمہ خراسانیہ ، ام علی ، ام محمد ، رابعہ ، حکیمہ ،

من دیپک [۳۸]

یہ بھی محمد باقر آگاہ کی تصنیف ہے مصنف نے اپنے مجموعہ ہشت بہشت میں جس کا پہلا حصہ یہ من دیپک ہے ۔ اس کے بارے میں لکھا ہے ۔

" رسالہ اول کا نام من دیپک ہے اس رسالہ میں حضرت سید عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مقدس کا ذکر ہے یعنی حق سبحانہ تعالی اوس نور اقدس کوں سب موجودات کے اول پیدا کیا اور اس کے طفیل سے سب علویات و سفلیات کوں ہویدا کیا اور اس نور اشرف کوں ہر پشت پاک سے ہر شکم پاک میں نقل کراتا رہا یہاں تک کہ وہ نور لطیف حضرت عبداللہ او ر

[۳۷] ایضاً ص ۷۸ [۳۸] ایضاً ۸۰

حضرت آمنہ میں آیا "

اس مثنوی میں ۷۰۲ اشعار ہیں حمد و نعت و منقبت حضرت محبوب سبحانی و مدح سید ابوالحسن قرانی اور اس کے بعد اصل موضوع کا بیان ہے -

مسن ھرن سنہ[۴۹]

یہ بھی باقر آگاہ کی تصنیف اور مجموعہ ھشت بہشت کا دوسرا حصہ ہے پہلا حصہ من دیپک تھا جس کا ذکر اوپر آچکا ہے اس میں ۶۵۱ اشعار ہیں موضوع کے متعلق خود باقر آگاہ کا بیان ہے اس رسالہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں کا بیان ہے یعنی وہ بشارات کہ حق تعالیٰ حضرت کے ظہور سے اپنی کتابوں میں یا اور اوس کے پیغمبران کا ~~علیہ السلام~~ اور نجومیاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے سے خبر دیتے ہیں -

مسن موھن سنہ[۵۰]

باقر آگاہ کی ھشت بہشت کا تیسرا حصہ ۷۲۰ اشعار پر مشتمل ، سنہ تصنیف سنہ ۱۱۸۶ھ موضوع کی وضاحت آگاہ نے خود یوں کی ہے -

" اس رسالے میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا بیان ہے یعنی جو معجزات کہ مدت حمل اور ولادت اور دودھ چھڑائی اور خورد سالی میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوئے اوس حد تک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آٹھ برس کی عمر ہوئی "

جگ سوھن سنہ[۵۱]

ھشت بہشت کا چوتھا حصہ ، ۸۱۷ اشعار پر مشتمل سنہ تصنیف ۱۱۸۵ھ/ موضوع کی صراحت بقول مصنف :-

" اس رسالے میں آٹھ سال کی عمر سے وفات تک کے حالات اور کائنات بطور اجمال قلمبند کئے گئے ہیں -

---

[۴۹] ایضاً ص ۸۱ [۵۰] ایضاً ۸۲ [۵۱] ایضاً ۸۲

آرام دل [۵۲]

هشت بہشت کا پانچواں حصہ بارہ سو باون اشعار پر مشتمل ، سنہ تصنیف ۱۱۸۵ھ

" باب اول میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شمایل کا بیان ھے ، باب دوم میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا ذکر ھے باب سوم میں حضرت کے عادات مذکورھیں ۔

راحت جان [۵۳]

هشت بہشت کا چھٹا حصہ چھہ سو دو اشعار پر مشتمل سنہ تصنیف

سنہ ۱۱۸۶ھ

" اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات بیان کی گئیں ھیں۔

مسن دریں [۵۴]

هشت بہشت کا ساتواں حصہ ھے ۔ سنہ تصنیف ۱۲۰۶ ھ ھے اشعار کی تعدادتین هزار ایک سوا کسٹھ ۳۱۶۱ ھے ۔ مصنف لکھتے ھیں کہ میں نے اجمال سے کام لیا ھے ورنہ یہ کتاب ساٹھہ ھزار اشعار تک پہنچتی اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بیان کئے گئے ھیں۔

مسن جوین [۵۵]

هشت بہشت کا آٹھواں اور آخری حصہ آٹھ سواٹھارہ اشعار پر مشتمل ھے۔

" اس رسالہ میں تین فصل ھیں ۔ فصل اول میں حضرت صلعم کی محبت کی فرضیت کا اور اوس کی علامات کا ذکر ھے۔ دوسری فصل میں حضرت صلعم کے درود کے فضائل کا بیان ھے اور تیسری فصل میں حضرت صلعم کی زیارات کے فضائل کا ذکر ھے ۔ "

حاشیہ من دریں [۵۶]

اس میں قرآن کی خصوصیات اور صفات کا بیان ھے ، سنہ تصنیف ۱۲۰۶ ھ اور سنہ ۱۲۰۹ھ کے درمیان

---

[۵۲] ایضاً ص ۸۳ [۵۳] ایضاً [۵۴] ایضاً ص ۸۲ [۵۵] ایضاً ص ۸۵ [۵۶] ایضاً

ہے مصنف خود باقر آگاہ ہیں ۔

محبوب القلوب[57]

اس میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے حالات ہیں ۔ مصنف محمد باقر آگاہ ، ویلوری سنہ تصنیف سنہ ۱۲۰۷ھ اشعار کی تعداد چار ہزار تھی۔

ریاض الجنان[58]

مصنف محمد باقر آگاہ ، تین ہزار ساڑھے اشعار پر مشتمل اس مثنوی میں مناقب اہل بیت ہی بیان کئے گئے ہیں ، دیباچہ میں آگاہ نے لکھا ہے کہ اب تک اردو میں جو کتابیں اہل بیت کے فضائل و مناقب پر لکھی گئی ہیں تاریخی اعتبار سے کمزور ہیں اور ان میں جھوٹی روایتوں کو شامل کردیا گیا ہے ۔

اس لئے انہوں نے عربی ماخذات سے براہ راست یہ کتاب لکھی ہے تاکہ صحیح تاریخی نقطہ نظر سامنے ہے۔

ظفر نامہ[59]

مصنف محمود سنہ تصنیف سنہ ۱۲۰۳ ھ اس مثنوی میں پانچ ہزار چار سو ابیات ہیں اور محمد ابن حنیفہ کے حالات زندگی ، جنگ اور شہادت کے واقعات پر مشتمل ہے اس موضوع پر دکن میں کئی اور مثنویاں بھی لکھی گئی ہیں۔

احوال قیامت[60]

مصنف غلام دستگیر دوسو پچیس اشعار پر مشتمل اس مثنوی میں قیامت کا حال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی تفصیل بیان کی گئی ہے ۔

توصیف نامہ میران محی الدین[61]

دکن کے قدیم شاعر فیروز کی تصنیف سنہ تصنیف قبل ۹۷۲ھ اس مثنوی میں حضرت

---

[57] ایضاً ص ۸۷ [58] ایضاً ص ۸۸ [59] ایضاً ص ۹۱ [60] ایضاً ۹۳ [61] ایضاً ۱۳۲

عبدالقادر جیلانیؒ اور مخدوم جی شیخ محمد ابراهیم کی مدح هے -

فقر نامہ [62]

مصنف کامل ، سواسو ابیات پر مشتمل ایک مثنوی هے جس میں کامل نے اپنے مرشد رحمت اللہ کی تعلیمات کو نظم کیا هے اس کا موضوع فقر وفقیری کے قواعد و ضوابط هیں -

گنج مخفی [63]

مصنف معظم هے جس نے اپنے مرشد امین الدین اعلیٰ بیجاپوری کے ملفوظات نظم کئے هیں

وصیت نامہ [64]

مصنف شیخ مصطفے ڈیڑھ سو ابیات پر مشتمل ایک مثنوی هے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ وصیتیں درج هیں جو شیخ حمزہ کو کی گئی تھیں مصنف کے بقول یہ عربی سے دکھنی میں ترجمہ کی گئی هیں-

کفایت اسلام [65]

مصنف نامعلوم دوسو اسی اشعار پر مشتمل اس مثنوی میں ارکان و احکام اسلام نظم هوئے هیں-

دین دیپک [66]

مصنف محمد علی شاہ الفت حیدرآبادی سنہ ۱۲۲۳ سے قبل کی تصنیف هے اس میں ڈھائی هزار اشعار هیں جن میں امامیہ عقاید کے مطابق دین کے پانچ اهم مسائل یعنی توحید ، عدل ، نبوت ، امامت معاد بشر کی وضاحت کی گئی هے- یہی مثنوی بیس ابواب میں تقسیم هے

ایمان درپن [67]

مصنف محمد علی شاہ الفت ، سنہ تصنیف قبل سنہ ۱۲۲۲ھ ابراهیم الہ آبادی کے فارسی رسالہ حسینیہ کا منظوم دکھنی ترجمہ

پند نامہ [68]

ڈاکٹر زور نے پند نامہ کے نام سے ایک نا معلوم شاعر کی مثنوی کا ذکر کیا هے یہ

---

[62] ایضاً ص ۱۳۷ [63] ایضاً ۱۳۸ [64] ایضاً ۱۳۹ [65] ایضاً ص ۱۵۲ [66] ایضاً ص ۱۵۵
[67] ایضاً ص ۱۵۷ [68] ایضاً ص ۱۵۸ نیز دکن میں اردو ص ۱۹۷- ۱۹۸- مصنف نے رسالہ جا معہ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وهی مثنوی ہے ، جسے شغلی نے نظم کیا ، اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ نواب صدریارجنگ بہادر حبیب الرحمٰن خاں شیروانی حبیب گنج کے کتب خانہ میں تھا۔ اس کے تعارف کے لئے ایک تفصیلی مضمون ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے جامعہ اگست سنہ ۱۹۳۵ء میں لکھا تھا یہ فارسی سے بطور مثنوی ترجمہ ہے ۔ اشعار کی تعداد ایک سو پانچ ہے اور اس میں وہ پند و نصائح ہیں جو رسول اللہ صلعم نے بقول مصنف ایک یمنی سائل کو جو تلاش حق میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا ارشاد فرمائے تھے ۔

تنبیہ النساء [69]

مصنف خواجہ رحمت اللہ زمانہ تصنیف قبل سنہ ۱۱۹۵ پانچ سو ستر اشعار پر مشتمل ایک مثنوی ہے جس کا موضوع نام سے ظاہر ہے ، اس میں معاشرتی اور مذہبی برائیوں کو کھول کر بیان کیا گیا ہے ۔ جابجا قرآن اور احادیث کے حوالے ملتے ہیں مثلاً حسب ذیل اشعار دیکھئے

سن سہاگن پند حق دل جان سے + میں کہوں احادیث اور قرآن سے

سن سہاگن بات میری کر قبول + میں کہوں فرمائے سو حضرت رسول

سن سہاگن یاد رکھ باتیں تمام + پڑھ درودان چھوڑ دے گیتاں حرام

کشف الخلاصہ [70]

فقہ کا رسالہ اصل فارسی میں تھا میر شجاع الدین نے سنہ ۱۲۳۲ھ میں اردو میں ترجمہ کیا بقول ڈاکٹر زور یہ رسالہ فقہ کے مسائل میں ایک مستند تالیف سمجھا جاتا ہے۔

وفات نامہ خاتون جنت [71]

مصنف نامعلوم ، مختصر مثنوی مکتوبہ سنہ ۱۲۲۳ھ اس میں حضرت فاطمہ رضی کی وفات کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔

معجزۂ خاتون جنت [72]

دو سو چھبیس اشعار پر مشتمل مثنوی جس کا مصنف قادر ہے ، مصنف کے بیان کے مطابق

سلسلہ [68] ؟ سنہ ۱۹۳۵ء کا حوالہ دیا ہے لیکن اصل مضمون میں مصنف ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کا ذکر نہیں کیا ہے [69] ایضاً ۱۷۰ [70] ایضاً ص ۱۷۳ [71] ایضاً ۱۷۵ [72] ایضاً ۱۷۶

یہہ واقعہ عربی مین تھا۔ عربی سے فارسی اور فارسی سے دکھنی ترجمہ ہوا۔

گلسی نامہ

گلسر نامہ خاتون جنت[۷۳]

صنف نامعلوم سو ابیات کی ایک مثنوی

باز و فاختہ[۷۴]

ایک مختصر مثنوی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا قصہ بیان ہواھے ۔ صنف نامعلوم زمانہ تصنیف قبل سنہ ۱۱۰۰ ھ

کتاب ہدیٰ[۷۵]

صنف مشتاق ، سولہ سواشعار پر مشتمل ایک مثنوی جو عورتون کے لئے عام معلومات اور اصلاح دین کی غرض سے لکھی گئی ہے ۔

حملۂ حیدری[۷۶]

صنف محمد مرزا سنہ تصنیف سنہ ۱۲۶۰ھ ، چھہ ہزار سے زیادہ اشعار پر مشتمل مثنوی فارسی مین اسی نام کی کتاب کی جلد دوم کا ترجمہ ۔ جلد اول کا ترجمہ میرز والفقار علی صفا لکھنوی نے کیا تھا۔

وجدان الحق[۷۷]

صنف سید سلطان محی الدین بادشاہ قادری ، تصنیف قبل سنہ ۱۲۸۱ ایک سو پچیس اشعار پر مشتمل مثنوی جس کا موضوع وحدت الوجود کے مسائل ہے ۔

رسالۂ بے نماز[۷۸]

صنف نامعلوم کتابت سنہ ۱۹۸۳ھ بطور مثنوی نماز کے فوائد اور نماز باجماعت کے ثواب کا بیان ہے ۔

قصہ بادشاہ روم[۷۹]

یہہ ایک فرضی قصہ ہے جس کا آغاز آیۂ کریمہ سے ہوتا ہے قل اللھم مالک الملک

---

۷۳ ایضاً ۱۷۷ ۷۴ ایضاً ۱۸۰ ۷۵ ص ۱۸۲ ۷۶ ایضاً ۱۸۲ ۷۷ ایضاً ص ۱۹۲
۷۸ ایضاً ۱۹۲ ۷۹ ایضاً ۲۰۰۔

تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء

وتعز من تشاء و تذل من تشاء ، بیدک الخیر انک علی کل شئ قدیر ۵ $\frac{26}{3}$

آسے اللہ
یہہ پڑھتے وقت بادشاہ روم کے دل میں خیال ہوا کہ "ایسے کون ذلت دے سکتا ہے - لیکن قصہ سے پتہ چلتا ہے کہ بادشاہ کو تنہا" ذلت و خواری سبب ہوئی اور توبہ کرکے ان آلام و مصا سے نجات پائی -

مثنوی محرمات شرعی و مثنوی تمسز ۸۰

پہلی مثنوی میں ان عورتوں کی تفصیل سے جن سے نکاح حرام ہے دوسری مثنوی میں تمسخر داری کا مذاق اڑایا ہے - مصنف محمدی زمانہ تصنیف تقریبا" سنہ ۱۲۵۰ھ

مثنوی علی ۸۱

مصنف علی ، زمانہ تصنیف قبل سنہ ۱۱۰۰ھ موضوع تصوف ہے کہ عشق مجازی انسان کو عشق حقیقی کی منزل تک پہنچاتا ہے -

وصل نامہ ۸۲

مصنف مرتضی ، زمانہ تصنیف قبل سنہ ۱۱۰۰ھ ۱۳۱۹ ، اشعار پر مشتمل ایک مثنوی جس کا موضوع وحدت الوجود کے مسائل ہیں -

محی الدین نامہ ۸۳

محمد افضل قادری کی تصنیف مثنوی جس میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کرامات کا تفصیل سے ذکر ہے -

مراۃ المصلی ۸۳ا

مصنف نامعلوم کاتب عبدالقادر ، سنہ تصنیف قبل ۱۳۰۰ ھ اس میں حمد نعت منقبت اصحاب ، اسباب کتاب ، ایمان ، ارکان ایمان احکام ایمان ، شرائط ایمان ، بیان مفصل ایمان ، فرائض شریعت ، واجبات شریعت ، سنتہائے شریعت ، حکمہائے شریعت ، فرائض وضو ، سنتہائے وضو مستحبات وضو ، شکنندہ وضو ، فرائض تیمم ، فرائض غسل ، مستحب غسل ، فریضہ غسل ، سنتہائے غسل

---

۸۰ ایضا" ۲۲۸ ۸۱ ایضا" ۲۲۳ ۸۲ ایضا" ص ۲۵۱ ۸۳ ایضا" ص ۲۵۳ ۸۳ا ایضا" ص ۲۸۳

صبح موزہ ، شکستہ مسح موزہ احکام حیض و نفاس ، حکمہائے حیض و نفاس ، فریضہ ہائے نماز

واجبات نماز ، محرمات نماز ، سنتہائے نماز ، سنتہائے قیام کے عنوانات سے مسائل شرعیہ بطور مثنوی منظم ہوئے ہیں۔

قصہ دائی حلیمہ [85]

مصنف نامعلوم ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے ابتدائی حالات میں ایک مثنوی ہے ۔

وفات نامہ زہراء [86]

مصنف کثیر ، زمانہ تصنیف قریب سنہ ۱۲۷۵ھ موضوع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ کا رنج و الم ، آپ کی دقتیں اور وفات کا حال ہے ۔

اس طویل فہرست سے جسے صرف ایک کتب خانہ یعنی کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد دکن کی مخزونہ کتب کی فہرست سے مرتب کیا گیا ہے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ابتدائی دور میں بہ کثرت سے ایسی مثنویاں لکھی گئی ہیں جن کا تعلق براہ راست تبلیغ و تعلیم و ہدایت سے ہے اور ان کا پورا پس منظر دینی ہے ۔ ان میں سے اکثر مثنویاں خاص طور پر عورتوں کی تعلیم کے لئے لکھی گئی ہیں یا ان لوگوں کی ہدایت کے لئے ہیں جو فارسی اچھی طرح نہیں جانتے تھے کیونکہ فارسی اور عربی میں اسلامی لٹریچر کا خاصا ذخیرہ موجود تھا اور اہل علم عام طور پر ان سے براہ راست استفادہ کرتے تھے ۔ لیکن ان مثنویوں کے مصنفین تو براہ راست عوام کے قلوب تک پہنچنا چاہتے تھے اس لئے انھوں نے وہ زبان اختیار کی جو ان کی روز مرہ بول چال کی زبان تھی دوسری وجہ یہ کہ ان مثنویوں سے فی نفسہ ، شاعری مقصود نہ تھی اس لئے ان میں شاعرانہ محاسن کی تلاش بے سود ہے ، لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک معاشرہ میں مذہب کی اہمیت بنیادی تھی اور اسی لئے مذہبی تعلیم و تربیت پر خاص زور دیا جاتا تھا ، اسلام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں کوئی طبقہ عیسائی پادریوں ، راہبوں یا ہندوؤں کے برہمنوں کی مثل نہیں جو امور مذہبی کے اجارہ دار ہوں ، عام زندگی کے متعلق شرعی احکام سے واقفیت ہر مسلمان

---

[85] ایضاً ص ۲۸۳ [86] ایضاً ص ۲۹۱

کیلئے ضروری ھے خواہ وہ مرد ھو یا عورت اور یہنہ سارا مذھبی لٹریچر اسی ضرورت کوپوراکرنے کے لئے لکھا گیا ھے۔

نصیرالدین ھاشمی نے دکن میں اردو میں بعض اور مثنوی گو شعرا کا ذکر کیا ھے جن کی مثنویاں اسی قبیل کی ھیں لیکن چونکہ اس مقالہ کا موضوع صرف مثنویوں کے دینی پس منظر کا جائزہ نہیں ھے اس لئے مزید تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں لیکن یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ھے کہ بعض ایسی مثنویاں بھی دکن میں لکھی گئیں ھیں جن کا پس منظر اسلامی ھے اور جو شاعرانہ محاسن کے اعتبار سے بھی ممتاز ھیں مثلاً اس قسم کی ایک مشہور مثنوی کمال خان رستمی کا خاور نامہ ھے[87] یہنہ مثنوی شاہ نامہ کے انداز پر ھے اور اس میں ساٹھ ھزار اشعار ھیں ۔ اس مثنوی کا موضوع حضرت علیؓ کے کارنامے ھیں اور اگرچہ اس میں خیالی قصے اور واقعات ھیں لیکن چونکہ پوری مثنوی حضرت علیؓ کے کردار کے گردگھومتی ھے اور آپ کو اسلام کی حفاظت اور سربلندی کے لئے کفار سے جنگ کرتے دکھلایا گیا ھے اسی لئے قدرتی طور پر اسکا پس منظر دینی اور اسلامی ھے ۔

شمالی ھندمیں بھی مثنویوں میں اس انداز کی چیزیں بہت ملتی ھیں۔ بلکہ بعض شعراء جو مثنوی گوئی میں ممتاز درجہ رکھتے ھیں اوٹھوں نے ھر طرح کی مثنوی کہی ھیں ان کے یہاں بھی اس قسم کی مثنویاں ملتی ھیں اسکی ایک مثال میرحسن ھیں جن کی مثنوی سحرا لبیان یعنی قصہ بے نظیر و بدر منیر کو اردو کی بہترین مثنوی کہا جاتا ھے ان کی ایک مثنوی رموز العارفین ھے جو سنہ ۱۱۸۸ ھ کی تصنیف ھے یہنہ مثنوی مولانا روم کی مشہور مثنوی کے انداز کی ھے جابجا مولانا کے اشعار بھی اس میں شامل ھیں جیساکہ اس کے نام سے ظاھر ھے اس کا موضوع تصوف کے بعض مسائل و معاملات اور صوفیانہ اخلاق و عادات کی تشریح و ترغیب ھے ۔ مثنوی کا آغاز حسب دستور حمد باری تعالی سےھوتا ھے چند اشعار یہنہ ھیں[88]

---

۸۷ اب یہ مثنوی شائع ھوچکی ھے تفصیل کے لئے دیکھئے شیخ چاند مرتب خاور نامہ کمال خان رستمی شائع کردہ ترقی اردو بورڈ کراچی سنہ .... مطبع ......

۸۸ میرحسن مثنویات حسن ، جلد اول مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی مجلس ترقی ادب لاھور طبع اول جنوری سنہ ۱۹۶۶ء ص ۵۵- ۵۶

ہے سزا وار ثنا وہ کردگار + جس نے کی وحدت سے کثرت آشکار

ایک دانے سے عیان خرمن کیا + ایک شعلے سے جہان روشن کیا

ہے اسی کے نور کی ہر طرف سیر + کیا چراغ کعبہ و کیا شمع دیر

چون چراغ نور شمع را کشید + ہرکہ دید آن را یقین آن شمع دید

ہمچنین تا صد چراغ از نقل شد + دید آخر آن بقائے اصل شد

دیکھہ تو کثرت میں وحدت کو ذرا + سو مقاموں میں یہہ چھائی ہے نوا

کب صدا سے کوئی باہر ہے مقام + سو مقاموں کو صدا سے ہے کام

کیا رباب و ارغنون کیا چنگ پر + ہے صدا چھائی ہوئی ہر رنگ پر

حق محیط جملہ آمد اے پسر + آن ندارد کارش از کار دگر

گرچہ ہے سب کچھہ اسی کا یہ ظہور + پر کہا جاتا نہیں سائے کو نور

نور اپنی جا ہے سایہ اپنی جا + نیک و بد میں فرق کرنا ہے بھلا

حمد کے بعد نعت کے اشعار ہیں۔

ہے حبیب اور دوست اول مصطفےٰ + بعد اس کے انبیاء اور اولیاء

وہ محمد وارث کون و مکان + جس کی خاطر یہہ بنے کون و مکان

وہ محمد رحمۃ اللعالمین + جس کا خادم ایک جبریل امین

نعت میں اس کی کہوں میں کیا سخن + میں کہاں اور نعت اس کی اے حسن

مدح جس کی خود کہے پروردگار + کیا ثنا اس کی میں لکھوں خاکسار

مرتبہ ان کا یہاں تک ہے بلند + عقل کل کی وان نہیں لگتی کمند

شافع محشر ہے وہ خیر البشر + ہو درود اس پر اور اس کی آل پر

وہ جو پیرو اس کے ہیں اور دوستدار + چار یار و چار یار و چار یار

ان کا ہوں مداح میں یا ذوالجلال + پنجتن کے فضل سے کردے نہال

اس کے بعد مناجات کے اشعار ہیں اس میں اظہار تاسف کیا ہے کہ ساری عمر شاعری میں برباد کی

ابھی اس بیہودگی سے ہوں خجل + شعر کہنے سے بھرا ہے مرا دل

جی میں ہے وہ جو ہوئے ہیں نیک نام + کچھ لکھوں میں ان بزرگوں کا کلام

جس کے سمجھنے سے ہو عقبیٰ کا حصول + کوئی دم تو جاوں اس دنیا کو بھول

اس کے بعد چند مختصر قصے ہیں مثلاً* دنیادار کا سوال اور فقیر کا جواب جس میں دنیادار پوچھتا ہے کہ فقر کی چاشنی کا مزہ کیا ہے اور اس کا جواب فقیر ایک تمثیل سے دیتا ہے کہ اس مئے سے وہی واقف ہوسکتا ہے جس نے اس کوچے کی سیر کی ، اسے بیان نہیں کیا جاسکتا ہے

ایک قصہ حضرت ابراہیم ابن ادھم کا ہے کہ آپ نے سلطنت کو کیوں چھوڑا اور فقیری کیوں اختیار کی قصہ مختصراً* یہتہ ہے کہ ایک کنیز ابراہیم کے نرم و نازک بستر پر سوگئی - اسے اپنے بستر پر سوتا دیکھکر کر ابراہیم نہایت برافروختہ ہوئے اور اس لونڈی کو بہت پٹوایا - ہر ضرب پر وہ کنیز ہنستی رہی ابراہیم ادھم کو تعجب ہوا اور اس کے ہنسنے کا سبب پوچھا ، کنیز نے جواب دیا

اس بچھونے پر میں سوئی ایک دم + اس لئے کھینچے ہیں کیا کیا رنج و غم

جوکہ سویا ہوگا ہر صبح و مسا + حال اس کا ہوگا کیا روز جزا

ابراہیم ادھم کے متعلق اور بھی کئی حکایات سبق آموز ہیں ، اور بعض دوسری تمثیلیں بھی ہیں ابراہیم ادھم کی شخصیت اختلافی ہے اور بعض حضرات کا قیاس ہے کہ یہتہ کوئی حقیقی شخصیت نہیں اور بعض حضرات کے خیال میں جو واقعات ابراہیم ادھم کے متعلق بیان کئے جاتے ہیں وہ بڑی حدتک ان واقعات سے ملتے جلتے ہیں جو گو تم بدھ کی کہانی میں ملتے ہیں چونکہ ایران میں بدھ مت کے کئی مراکز موجود تھے اس لئے گوتم بدھ کے متعلق واقعات کا ایران میں پھیلنا تعجب کی بات نہیں اور ہوسکتا ہے کہ بعض صوفیاء کو ترک دنیا ، استغنا ، ریاضت و عبادت میں اس کہانی کے اجزا ایسے پسند آئے ہوں کہ انہوں نے ایک کردار تخلیق کرکے ایسے ان سے منسوب کر دیا ہو ، ہمیں اس سے بحث نہیں کہ ابراہیم ادھم کا کردار حقیقی ہے یا محض افسانہ اوریہتہ بھی درست ہے ترک دنیا اور رہبانیت کے لئے اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے لیکن ایک ایسے دور میں جب اعلیٰ اخلاقی قدریں پامال ہورہیں تھیں اور امرا عیش و عشرت میں مشغول تھے ان صوفیاکرام نے رد عمل کے طور پر تزکیہ نفس اور تطہیر اخلاق پر زور دے کر معاشرہ کو بہت سی

خرابیوں سے بچا لیا اور اگرچہ بعض خیالات اور اقوال جو صوفیاء سے منسوب ہیں غالباً* بعد میں
ان سے منسوب ہوئے ہیں اور اسلا می تصوف و طریقت کے مسلک کے مطابق نہیں ہیں لیکن بحیثیت
مجموعی تصوف اور صوفیائے اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اسلامی اخوت و محبت کے فروغ میں نمایاں حصہ
لیا ہے+ میر حسن ایک دنیا دار آدمی تھے وہ صوفی نہ تھے نہ ترک دنیا ان کا مسلک تھا بلکہ وہ
آصف الدولہ اور ان کے امرا کے متوسل اور مدح سرا تھے ان کے قلمی کلیات میں ہجویات بھی
ہیں - اور وہ بھی ایسی کہ سننے اور پڑھنے والے کو پسینہ آجائے ان کی مثنوی ، سحرالبیان کے
بارے میں دریائے لطافت میں یہاں تک کہ لکھا ہے کہ مثنوی نہیں کہی گویا ساقئ کا تیل بیچتے ہیں
ایک ایسا شخص بھی زندگی کے کسی مرحلہ پر اپنی عمر کے فنا ہونے کے احساس سے دو چار
ہوتا ہے اور اسلئے تسکین صرف تزکیہ باطن اور ضبط نفس میں ملتی ہے - میرحسن کی یہ مثنوی
غالباً* ان کی زندگی میں ایک ایسے ہی دور کی یادگار ہے - ۔

لکھنؤ کے دبستان شعر میں یوں تو بکثرت مثنویاں اچھی بری سب لکھی گئی ہیں
لیکن ایک مثنوی گو ایسے ہیں جن کی مثنویاں اپنے دینی پس منظر کی اہمیت کے پیش نظر خاص
طور پر قابل ذکر ہیں یہ محسن کاکوروی ہیں جن کا نعتیہ کلام اردو شاعری کی تاریخ میں
منفرد ہے۔ محسن کاکوروی نے ایک ایسے دور میں آنکھ کھولی جب اخلاقی پستی نے شاعری کو بھی
پست خیالات اور رذیل جذبات کے اظہار کا ذریعہ بنادیا تھا۔ محسن نے اپنے دور کے شاعرانہ
محاسن کا پورا لحاظ رکھتے ہوئے اعلی درجے کی شاعری کے ساتھ اعلی جذبات اور خیالات کو پیش
نظر رکھا ہے - ایک تو نعت کا مضمون یہ پاکیزہ مضمون ہے اور پھر محسن نے دیانت و صداقت
اور حفظ مراتب کی ایک ایسی مثال پیش کی ہے جو اردو شاعری میں اور کہیں نہیں ملتی انہوں
نے ایک مثنوی صبح تجلی ہے جس کا تاریخی نام حال ولادت صبح اکرام صلی اللّٰہ علیہ و
سلم ہے ، اس سے سنہ تصنیف سنہ ۱۲۸۹ھ نکلتا ہے۔ اس مثنوی کے تجزیہ سے اردو شاعری میں
دینی پس منظر کا ایک مکمل نمونہ سامنے آجاتا ہے۔

بیضاوی تفسیر کی مشہور کتاب ہے دور صبح سے کتاب آسمان کی تفسیر اور تشریح ہورہی ہے۔

آثار سحر ہوئے نمایاں + سیپارہ لئے ہوئے ہے دور ان

سپارہ پارہ قرآن پاک کا ایک جز اور کل اجزا کی تعداد تیس ہے ۔ سپارے کا استعارہ اسی مناسبت سے ہے ۔

واللیل کو ختم کرچکا ہے + آمادۂ دور والضحٰی ہے

اشارہ ہے قرآن حکیم کی آیات کی طرف ۔

والضحٰی ۙ واللیل اذا سجٰی ۙ ما ودعک ربک و ما قلٰی ؕ
وللآخرۃ خیر لک من الاولٰی ؕ

عنوان فلک ہے در مشور + لوح زمیں سورۂ نور

سورہ نور قرآن حکیم کی ایک سورۃ ہے ۔

سورۃ انزلنٰھا و فرضنٰھا و انزلنا فیھا آیات بینت لعلکم تذکرون

اطراف جہاں مطلع صاف + والفجر کے حاشیہ پہ کشاف

سورہ الفجر کی طرف اشارہ ہے ۔

والفجر ولیال عشر

اور کشاف مشہور تفسیر ہے

ہر دشت ہے مثل دشت ایمن + ہر کوہ ہوئی طور روشن

اس میں ایمن اور طور سے حضرت موسیٰؑ کے قصہ کی طرف اشارہ ہے جو قرآن حکیم میں مذکور ہے

گردوں کے غلاف میں ہے پنہاں + مشکوۃ شریف مہر تاباں

مشکوۃ حدیث شریف کی کتاب ہے ۔

منظور ہے حسن کا تماشا + ہر دیدہ ہے دیدۂ زلیخا

قرآن حکیم میں حضرت یوسف اور زلیخا کا قصہ بیان ہوا ہے اسی کی طرف اشارہ ہے ۔

ہے شرق سے غرب تک پریشاں + نور عینین پیر کنعاں

حضرت یعقوبؑ کو پیر کنعاں کہا ہے جن کی آنکھیں حضرت یوسفؑ کے فراق میں روتے روتے بے نور ہوگئی تھیں ۔

وہ سورۂ یوسفؑ تجـــلی + یہہ مطبع مصر کی عــزیزی

اس شعر میں شرق کو سورۂ یوسف اور غرب کو تفسیر کہا ہے - عزیزی

سورہ یوسفؑ قرآن حکیم کی سورت ہے جس کا آغاز یوں ہوتا ہے -

الٓرٰ ج تلک آیٰت الکتٰب المبین

اس میں حضرت یوسف کا خواب اور اپنے والد سے اس کا بیان پھر برادران یوسف کا آپ کو ساتھ لے جانا اور چھوڑ آنا اور خون آلود قمیص حضرت یعقوبؑ کو روکر دیکھانا غرض پورا قصہ حضرت یوسفؑ کا بیان ہوا ہے جس کی تفصیل ہم کسی اور موقعہ پر لکھہ چکے ہیں-

وہ ہے بلغ العلےٰ کی تفسیر + یہہ ہے کشف الدجٰی کی تفسیر

اشارہ ہے مشہور نعت شریف کی طرف

مضمون طـلوع صبح صـادق + مشہور روایت مشـارق

مشہور حدیث کی ایک قسم ہے اور مشـارق نام کتاب حدیث شریف کا ہے -

موقوف حدیث شب کی صحیح + رکھہ دیجئے طـارق پر مصابیح

موقوف بھی ایک قسم حدیث کی ہے مصابیح نام حدیث شریف کی ایک کتاب کا ہے-

ہے وقت اخیر شب غـلاسا + الـواح زبر جد فلک کا

اس میں اشارہ توریت کی طرف ہے جسکو الواح زبرجد فلک کہتے ہیں - محسن کہتے ہیں کہ جس طرح توریت منسوخ ہوگئی اسی طرح وقت آخیر شب ختم ہوا اور صبح صادق نمودار ہوئی-

اک مخبـــر صادق البیان ہے + پیغمبـــر آخر الزمان ہے

چونکہ سپیدۂ سحری تاریکی شب کے ختم ہونے کی خبر دیتا ہے اس لئے اسے پیغمبر آخر الزمان کہا ہے - کیونکہ یہہ صبح صادق بھی صبح ولادت پیغمبـرآخر الزمان ہے -

اگلے چند اشعار میں اردو شاعری کی تاریخ کی بہترین تشبیہات ہیں اور ان سب میں صوم وصلوٰۃ کے مختلف ارکان کی طرف واضح اشارات ہیں -

سبزہ ہے کنار آبجو پر + ساغـــر ہے مستعد وضو پر

تسبیح ہے صدائے قمریان کی + قماری ہے باغ میں اذان کی

محو تکبیر فاختہ ہے + قد قامت سرو دلربا ہے

ایک شاخ رکوع میں رکی ہے + اور دوسری سجدے میں جھکی ہے

سوسن کی زبان پر مناجات + جاری لب جو سے التحیات

شگوفہ با صفور + تحریمہ تاکی رب اغفر

پھیلی ہوئی بوئے گل چمن میں + اور صل علیٰ کا غل چمن میں

غنچے میں ہے خامشی کا عالم + یا صوم سکوت میں ہے مریم

کہساری ہر ایک اعتکاف میں ہے + اور آب رواں طواف میں ہے

پابند زکوۃ نامیہ ہے + کاشانہ زر گل کو تولتا ہے

لایا بیہہ مجاہد صبا رنگ + نافرمان ہورہا ہے چورنگ

سالک ہے چمن میں مہر سوزون + مجذوب ہے شاخ بید مجنون

ہے صوفی صاف دل صنوبر + تحریک نسیم حالت آور

ہر تخم بہ خلوت آرمیدہ + ہر ایک ثمر خدا رسیدہ

ابدال ہیں برگ و نخل اوتاد + ہے نعم العبد سرو آزاد

ہے استغراق نیلوفر کو + پاس انفاس ہے سحر کو

سوسن جو زبان خار پر ہے + نرگس کی نگاہ میں اثر ہے

وحدت ہے چمن میں مغز تا پوست + صادق ہے بہار پر ہمہ اوست

غنچہ نہ رہا تو گل ہوا ہے + واصل ہے جسے یہاں فنا ہے

کہتا ہے اشارۃً لب جو + موتو اس قبل ان تموتو

خرقہ ہے حبیب یاسمن کو + عمامہ ملا ہے ساروں کو

پیرایہ نور میں سمن ہے + سلطان مشائخ چمن ہے

بھیگی ہوئی رات آبرو سے + داخل ہوئی کعبہ میں وضو سے[89]

---

۸۹ اگلے چند اشعار میں ارکان صبح کا تذکرہ ہے۔

اوڑھے ہوئے لیلیٰ گل اندام + شبنم کی ردا بقصد احرام

تھا سعی صفا سے رنگ فق ہے + سکتے میں تھا کہ عرق عرق ہے

قربان رہ سرورِ ہدیٰ + شور و حمل سپہر تاجداری

صورت میں غلاف محترم کے + درپردہ طواف میں حرم کے

تھا دیکھ کے اس ادا کو مفتون + دشت عرفات شکل مجنون

والیل کی زینت حواشی + تفسیر کبیر کہکشاں کی ،

عمان کرم کے در منثور + قرآن مبین کے سورۂ نور

منظور اشارہ فکر + قائم بہ مقام قسم و [illegible]

آیا ہے آبروئے کعبہ + باقصد خلیل سوئے کعبہ

کعبہ نے کسی طواف اپنا + ہو قبلہ نما کہیں نہ قبلہ

آیا جو کرم بہ عشق بیباک + سجدہ کیا شق جگر کیا چاک

لبریز طرب کیا الم سے + شرح کو ملا دیا الم سے

ظلمت کے غبار سے نمایاں + گرد لرزہ لشکر سلیماںؑ

شان لب بام سے ہویدا + جان بخشی حضرت مسیحاؑ

دیوار میں خامشی کا عالم + آثار قبول صوم مریمؑ

داؤدؑ کے نغمہ ہائے دلبند + کھائے دم عیسیٰ کی سوگند

سلطانِ عرب کے مژدہ گو ہاں + انجیل و زبور اعطائے قرآن

دیکھا کہ ہے وہ شہر کو مقابل + اس صاحب ذوق کا لیا دل

وہ روز ازل کا سعد اکبر + وہ اول ما خلق کا مظہر

شان احد احمدؐ مکرم + شاہنشہ کشور دو عالم

معنیٰ نے صدائے مرحبا دی + ابطال سحر نے جلا دی

والیل اذا سجیٰ

والیل کا ترجمہ ہے گیسو + ظہور اذا سجیٰ کا ہے گیسو [۹۱]

عسکری جس کے پاس دولت + ہے جس کی نماز پنج نوبت

تھا داغ فراق لن ترانی + سرور وصال من رانی [۹۱ الف] [۹۲]

کعبے کا صحیفۂ مبین + شکرانی صحبہ ذبیحین [۹۳]

کرتا تھا جسو حرف ؟ + خوان بضاعت من عصانی [۹۴]

مقرر کی تھی اور اپنے اللہ سے کلام انھوں نے عرض کیا اے میرے رب مجھے اپنا جلوہ دکھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو مجھے نہیں دیکھ سکتا لیکن پہاڑ کی طرف دیکھ اور اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہے تو تو مجھے دیکھ لے گا (سورۂ ۷ الاعراف ۱۴۲-۱۴۳)

[۹۱ الف] آیت کلام پاک کی طرف اشارہ ہے ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا (وکلمہ ربہ قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی اور جب موسیٰ اس جگہ پہنچے جو ہم نے

ان مثالوں سے صرف یہ ثابت کرنا تھا کہ اردو شعرائے صنف مثنوی کو جن موضوعات اور مباحث اور اسلامی پس منظر واضح ہوتا ہے اور اندازہ ہوتا ہے کہ ایسی مثنوی کے لکھنے والوں کے سامنے اسلامی تعلیمات قرآن ، حدیث ، فقہ اور شرع اسلامی کے واضح تصورات موجود تھے ، بعض مثنویاں براہ راست تبلیغ ، ہدایت و رہبری اور رہنمائی کے لئے لکھی گئیں ہیں لیکن عام مثنویوں میں بھی ایسے مضامین بکثرت موجود ہیں جن سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اس پس منظر میں شعرا دین اور ارکان وسائل دین سے واقف تھے اور ان کے شعور ان سامعین اور قاریوں میں بھی تھا جو ان کے مخاطب تھے ، بعض اور مشہور مثنوی گویوں کا ذکر اپنے اپنے

---

[۹۱] اشارہ حدیث شریف کی طرف اول ماخلق اللہ نوری ، یعنی سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا ۔ [۹۱] آیت کلام پاک جس کا حوالہ پہلے دیا جاچکا ہے کہ اشارہ آیت کلام پاک کی طرف ۔ [۹۳] اشارہ حدیث شریف کی طرف انا ابن الذبیحین میں بیٹا ہوں دو ذبیحوں کا ایک ذبیح حضرت اسماعیلؑ اور دوسرے حضرت عبداللہ

[۹۴] اشارہ ہے حضرت ابراہیم کی دعا کی طرف ۔ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۳۶/۱۴

[۹۲ الف] اشارہ حدیث شریف کی طرف من رآنی فقد رأی الحق جس نے مجھے دیکھا بیشک اس نے حق کو دیکھا یا حق تعالیٰ کو دیکھا

موقعوں پر کہا گیا ہے (مثلاً امیر مینائی سے اقبال اور حفیظ جالندھری تک) اس لئے اس بحث میں ان کی تکرار نہیں کی گئی۔

مثنوی کے بعد اردو شاعری کی ایک نہایت اہم صنف قصیدہ ہے یہ بھی اردو میں فارسی سے آیا اور اہل ایران کے پیش نظروہ قصائد بھی رہے تھے جو شعرائے عرب نے تصنیف کئے تھے ، قصیدہ کو عربی میں بڑا فروغ ہوا تھا ۔ اس کا اندازہ اس واقعے سے لگایا جاسکتا ہے کہ سات مشہور عربی قصائد کو خانہ کعبہ میں آویزاں کیا گیا تھا ۔ جن کو اب تک سبع معلقہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے عربی قصائد اپنی فصاحت و بلاغت اور خطیبانہ گھن گرج کے علاوہ اپنی اثر آفرینی کے لئے بھی ممتاز ہیں اسلام آیا تو شاعری اور شاعروں کا زور ٹوٹا کیونکہ شاعروں کے متعلق ارشاد ہوا تھا۔

والشعراء یتبعہم الغاون اور جب لوگوں نے قرآن کلیم کو شاعری کہا تو ارشاد ہوا وما علمنٰہ الشعر وما ینبغی لہ ؕ ان ھو الا ذکر و قرآن مبین ، اور قول شعرا کے مطابق فرمایا و ماھو بقول شاعر ؕ قلیلاً ما تومنون ، سبب اس کا یہ تھا کہ شعرا کے قول و فعل میں مطابقت نہ تھی یقولون مالا یفعلون کا مصداق تھے یعنی وہ جو کہتے تھے کرتے نہیں لیکن جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھا[95] ہے کہ اس میں استثنا ان شعرا کا ہے جو ایمان لائے اور جنھوں نے عمل صالح اختیار کیا اور

---

[95] دیکھئے عبداللہ یوسف ، ترجمہ انگریزی و حواشی
The Holy Quran - Text & Translation & Commentary
3/3237
طبع بیروت ، ص ۹۷۳ ۔ حاشیہ ۳۲۳۷

The Poets .... to be read alongwith the exeption mentioned in verses 227) below poetry and other arts and not in themselves evil but may on the contrary be used in the Service of religion and righteousness. But there is a danger that they may be prostituted for base purpose. If they are in service they say what they do not; or are diracted from actual life or its goodness or its Serious purpose, they may become his true ments of evil & fectility. They then wander about without any set purpose & Seek the depths of valleys of human folly rather than the highest of divine in Light.

اللہ کے ذکر میں مشغول ہوئے جیساکہ آگے ارشاد ہوا ہے۔

~~الا الذین آمنو و عملوا الصلحت و ذکرو اللہ کثیرۃ~~

اس سے اس غلط فہمی کا بھی ازالہ ہو جاتا ہے کہ شاعری اسلام میں ممنوع ہے کیونکہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار سنے ہیں اور شعرا کی تعریف کی ہے حضرت عمر بن شرید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سواری پر جارہے تھے آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تجھ کو امیہ بن ابی الصلت کے کچھ شعر یاد ہیں، میں نے عرض کیاکہ جی ہاں یاد ہیں آپ نے فرمایا سناؤ میں نے ایک شعر سنایا آپ نے فرمایا اور سناؤ میں نے پھر ایک شعر سنایا آپ نے فرمایا اورسناو اس طرح میں نے سو شعر سنائے امیہ ابن ابی الصلت کا زمانہ آپ کی بعثت سے کچھ پہلے کا ہے ۔ اس لئے اس شاعر کو اسلام کی دولت نصیب نہ ہوئی تا ہم چونکہ اس کی شاعری میں عمل صالح اور پاکیزہ خیالات تھے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے اشعارکو سنا اور پسند فرمایا۔

عہد رسالت میں حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت کعب بن زہیر کے منتخبہ قصائدعربی شاعری کی تاریخ میں اپنے فنکارانہ حسن عقیدت و شیفتگی جذبات کی صداقت اور سادگی کے لئے اب تک زندہ ہیں حضرت کعب بن زہیر نے اپنا مشہور قصیدہ لامیہ آپ کے سامنے پڑھا اس میں یہ شعر تھا۔

ان الرسول لنور یستضاء بہ
مھند من سیوف الہند مسلول

" یقیناً اللہ کا رسول وہ سرچشمۂ نور ہے جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے وہ ہند کی تلواروں میں سے ایک کھینچی ہوئی اور چمکتی تلوار ہے، یہ وہی مشہور قصیدہ ہے جو لامیہ کعب اورقصیدہ بردہ شریف کے نام سے مشہور ہے کیونکہ اس قصیدہ پر خوش ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ردائے مبارک حضرت کعب کو عطا فرمائی تھی دو صدیوں کے بعد[96] مصر کے ابو عبداللہ محمد

---

[96] حسن مثنی ندوی ، خالد اور نعت سرور کونین ، شعلہ سیارہ عبدالعزیز خالد نمبر۔ لاہور ، مئی سنہ ۱۹۶۹ء جلد ۱۲ - شمارہ ۵- ص ۵۷

بن زید بوصیری نے بھی ایک نعتیہ قصیدہ لکھا اور وہ بھی قصیدہ بردہ کے نام سے مشہور ہوا ۔ ایران میں قصیدہ کو بڑا فروغ ہوا لیکن حقیقت یہہ ہے کہ فارسی میں قصیدہ صرف سلاطین امراء اور اہل دولت کی تعریف اور صلہ کی تمنا میں محدود ہوکر رہ گیا ۔ فارسی کے قصیدہ گو شعرا نے اسے شاعرانہ کمال کے اظہار کا ایک ذریعہ بنالیا اور سارے محاسن شعری اس میں سمو دئے ۔ خاقانی قاانی انوری سب فارسی کے نامور قصیدہ گو ہیں لیکن اس روش نے قصیدہ کو بھٹی اور مبالغہ آرائی کا مترادف بنادیا ۔ قصیدہ کی یہہ روایت فارسی سے اردو کو پہنچی چنانچہ اردو کے قصیدہ گو شعرا کے لئے معراج کمال یہی تھی کہ ان کو فارسی کے اکابر قصیدہ گو شعرا کے برابر سمجھا جائے سودا کی تعریف کی گئی تو ان کو انوری کا ہمسر بنادیا گیا اور ذوق کو خاقانی ہند کا خطاب بخشا گیا یوں تو اردو کے قصیدہ گو شعراء نے بھی اکثر و بیشتر سلاطین امرا اور اہل اختیار کی مدح میں قصائد کہے ہیں لیکن ایسے قصیدے بھی بکثرت موجود ہیں جن کا موضوع حمد و نعت اور منقبت ہے ان کے علاوہ عام قصیدوں میں بھی تشبیہات استعارات اور مضامین میں ایسے حوالے کثرت سے ملتے ہیں جنکا تعلق براہ راست دینی پس منظر سے ہے ۔ مثلاً سلطان محمد قلی قطب شاہ اپنے باغ ؟ محمد شاہی کی تعریف میں قصیدہ کا آغاز یوں کرتا ہے ۔

محمد نانوں تھے بستا محمد کا اے بن سارا + سو طوبان سوں سہاتا ہے تسے جس سارا جہان

سودا ۔ جو بلاشبہ اردو قصیدہ کے سب سے باکمال نمایندہ ہیں ، ان کا مشہور قصیدہ ہے ۔

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی + نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی

اس قصیدے کے چند اشعار یہہ ہیں :۔

زہے دین محمد پھری میں اس کی جستجو ہو ور + رہے خاک قدم سے ان کے چشم عرش نورانی

ملک سجدہ نہ کرتے آدم خاکی کو گر اوس کی + امانت دار نور احمدی ہوتی نہ پیشانی

ہزار افسوس اے دل ہم نہ تھے اس وقت دنیا میں + وگرنہ کرتے یہہ آنکھیں جمال اس کے سے نورانی

نہ ہونے سے جدا سایہ اوس قامت کے پیدا ہے + قیامت ہو وےگا دلچسپ وہ محبوب سبحانی

جسے یہہ صورت و سیرت کرامت حق نے کی ہوگی + بجائے کہئے ایسے کو اگرچہ یوسف ثانی

معاذ اللہ نہ کیا حرف بے موقع ہوا سرزد + جو اوس کو پھر کہوں تو ہووے مردود سلمانی

کدھر اب فیض ناقص لے گیا مجھکو نہ یہ سمجھا + کہ وہ مہر الوہیت ہے اور وہ ماہ کنعانی

جو صورت اس کی ہے لاریب وہ ہے صورت ایزد + جو معنی اوس میں ہیں بے شک وہ ہے معنی سبحانی

حدیث من رآنی حال ہے اس گفتگو اوپر + کہ دیکھا جن نے اون کو اون نے دیکھی شکل یزدانی

سودا کے بعض اور قصائد سے چند اشعار اسی قبیل کے پیش کئے جاتے ہیں -

ہوئی نہ دے غروب ایک پھر نماز مہرکو + ایک کرے[97] اشارہ سے قرص مہ تمام دو

موسی و خضر اور خلیل دہر اوجہوں کے وقت طواف + ایک ہے جو چوبدار کرتے ہیں اہتمام دو

سجدۂ شکر میں ہے شاخ ثمر دار ہر ایک + دیکھ کر باغ جہاں میں کرم عزوجل

دم عیسیٰ سے فزوں فیض ہوا ہے یہاں تک + دیں میں قسم جمادات سے شاید نخل

شکر رحمتی ہے مجھے نہ کہ زباں سے اپنی + کہیں دعوائے خدائی نہ کریں لات وہبل

جائے وصلت بہ شہی جس کو نہ دی اعزاز عرش + فرش گلزار زمیں حق نے سمجھ مستعمل

جبہہ سا جو کوئی درگاہ اسداللہ کا ہے + کلہ شمس کو روماہ کے سمجھے بشکل

پھر ناخن شمس خدا جہاں میں کوئی + کسی کے کام سے کھولے نہ زنہار گرہ

شعلہ کچھ طور سے کیا کم ہے اس روضہ کی شمع + دونوں آپس میں ہیں گویا خلت یک دوجان

کعبہ کو بت خانہ سے ہر گز نہ کرتا کوئی فرق + گر نہ ہوتا اوسکا وہاں جائے تولد[98] رہا ن

صور اسرافیل سے کچھ کم نہیں اوسکا نام + نکلے وہ اوس میں سے تو شور قیامت ہوجان

سودا کے قصائد یوں تو سلاطین وقت امرا اور ان کے صاحبوں کی مدح میں بھی ہیں - لیکن ان کے بہت سے قصائد ایسے ہیں جو نعت و منقبت اور اماموں کی مدح و توصیف میں لکھے گئے ہیں

مثلاً

(۱) قصیدہ نعتیہ

ع ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے سلمانی

---

98 حضرت علیؓ کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی تھی۔ 97 اشارہ معجزہ شق القمر کی طرف

(۲) قصیدہ نعتیہ

ع چہرۂ مہوش ہے ایک سنبل مشک فام دو

(۳) منقبت حضرت علی رضا

ع یار رخ و مہتاب و گل و شمع باہم چاروں ایک

(۴) قصیدہ منقبت حضرت علی رضا

ع اٹھ گیا بہمن لوٹے کا چمنستان سے عمل

(۵) قصیدہ منقبت حضرت علی رضا

ع بسانِ دانۂ روشندہ ایک بار گرہ

(۶) قصیدہ منقبت حضرت علی رضا

ع سنگ کو اتنے لئے کرتا ہے پیادی آسمان

(۷) قصیدہ در نعت و منقبت

ع زخمی ہے تیرا اور گلستان ہے سراسر

(۸) قصیدہ در مدح حضرت امام حسین

ع سوائے خاک نہ کھدچوں کا مت دستار

(۹) قصیدہ مسمی بہ کوہ دو پیکر در مدح امام موسیٰ کاظم

ع ہے پرورش سخن کی مجھے اپنی جان تلک

(۱۰) قصیدہ درمدح حضرت علی موسیٰ رضا رضا

ع اگر عدم سے نہ ہو ساتھ فکر روزی کا

(۱۱) قصیدہ در مدح حضرت امام حسن عسکری رضا

ع عیب پوشی ہو لباس چرک سے کیا ننگ ہے

(۱۲) قصیدہ درشان حضرت امام آخرالزمان حضرت قائم

ع جو غنچہ آسمان نے مجھے پھر عرض حال

(۱۳) قصیدہ در مدح امام مہدی

ع منکر خلق سے کیوں نہ حکیموں کی ہو زبان

امراور وزرا کی مدح میں سودا کے جو قصائد ہیں ان میں بھی بکثرت حوالے ایسے ملتے ہیں جن کا براہ راست تعلق دین اور دینی معاملات اصطلاحات و تصورات سے ہے ۔ مثلاً عالمگیر ثانی کی مدح میں جو قصیدہ ہے اس کے بعض اشعار یہ ہیں :-

رکھے ہمیشہ تیری تیغ کا ر کفر تباہ + بحق اشہدان لاالہ الا اللہ

سجود دیتے رہے تیرے بہرہ ور ہوں اہل زمیں + رہے رکوع میں تاقامت سپہر دوتاہ

یہ نام پاک کہ کہتے ہیں جس کو عالمگیر + خدا ہمیشہ رکھے زیب و زینت دلخواہ

بجا ہے تجھ کو سلیمان جلال گر کہیے + کہ ہے وزیر کا تیرے خطاب آصف جاہ

کرے جب آنے کا تو عزم پشت پر اوسکی + رکاب داب کے اقبال ہے بسم اللہ

جہاں پناہ تیری درگہ عدالت میں + کسی کو دیوے اذیت کوئی معاذ اللہ

ایک قصیدہ شاہ عالم کی تعریف میں ہے اس کے بعض اشعار یہ ہیں :-

روشن دلوں کو گرچہ سجود در تیرا + رکھے نشان سجدہ جبیں پر نہ ماہتاب

معراج وہ نبی جو ہو عرش کے پرے + معراج امت اس میں جو اس جا ہو باریاب

خوبی میں بادشہوں کی اوسکی کہوں سوکیا + جوں معجزہ سے ہوگیا دو حصہ ماہتاب

"قصیدہ در مذمت زمانہ و ابنائے روز گار و افعال زشت اہل زمانہ در وقت عالمگیر ثانی"

کے عنوان سے جو قصیدہ لکھا ہے اس میں بھی ایسے اشعار ہیں۔

کہتا ہے خضر خسرہ کو صراف سے جاکر + بی بی نے تو کچھ کھایا ہے فاقہ سے جاں ہے

یہ سن کے دیا کچھ تو ہوئی عید و گرنہ + شوال بھی پھر ماہ مبارک رمضاں ہے

قاضی کی جو مسجد ہے گدھا باندہ کے اوس میں بیٹھا ہوا اس شکل سے ہر پیرو جواں ہے

ملا جو اذاں دیوے تو موند موند کے اوس کا + کہتے ہیں کہ خاموش سلیمانی کہاں ہے

رہتے ہے گدھا آٹھ پہر گھر میں خدا کے + نہ ذکر صلوۃ اوس میں نہ سجدہ نہ اذاں ہے

ہندو و مسلماں کا پھر اوس پالکی آگے + ارتھی کا تو ہم ہے جنازہ کا گماں ہے

گروہد کا مسجد میں پڑھے جاکے دوگانہ + نیت قطعہ تہمت خاں زماں ہے

ملا ۹۹

ملا اگر کھینچیے تو ملا کی ہے یہ قید + ہوں دو رونے اوس کے جو کوشش مشقی خواں ہے
ہدیہ ہو سوا پانچ شے گذری میں جاکر + یعقوب۹۹ بکاتے جو بکاؤ قرآن ہے ؟
مضمون یہ رقعہ کا ہے کچھلا دیجواورکو + مداح اماموں کا ہے اور مرثیہ خواں ہے

محمد ابراہیم ذوق۱۰۰ سودا کے بعد اردو کے دوسرے نامور قصیدہ نگار ہیں - جن کے قصائد فنی اعتبار سے بہت اعلی درجے کے سمجھے جاتے ہیں ان کے یہاں خاص مذہبی قصائد حمد و نعت و منقبت وغیرہ کے تو کم ہیں لیکن دنیا داروں کی تعریف میں جو قصائد لکھے ہیں ان میں ایسے اشعار شامل ہیں۔

بعد شاہاں سلف رکھتا ہے تو یوں تفضیل + جیسے قرآن پسے توریت و زبور و انجیل
تو ہے اس طرح سے عزت دہ اولاد تیمور + جیسے موسیٰ شرف افزائے بنی اسرائیل
نورافزائے بصارت ہو اگر تیرا جمال + آئیں آنکھوں سے نظر معنی " اللہ جمیل"۱۰۱
سنتے ہیں جان نثاروں سے جب تیرا ذکر خیر + گویا اذاں سنتے ہیں منہ سے بلال کے

ایک قصیدہ بطور مسدس بھی ہے اس کے بند دیکھئے -

طریق رہبری میں خضر ہو جب تک ہدایت فن
سہارا ہوئے تا بہر غریق الیاس کا دامن
رہے ادریس تا قطع تعلق سے جہاں مسکن
مسیحا کا ہو بالا خانہ تا خورشید سے روشن

چراغ عمر سے تیری جہان سارا منور ہو
فروغ اسلام کا ہو رونق دین پیمبر ہو

رہے تا کام دین داروں کو احکام شریعت سے
خوشی تا حاجیوں کو ہوئے کعبے کی زیارت سے

---

۹۹ یعقوب رقم مشہور خطاط
۱۰۰ ذوق ، محمد ابراہیم ذوق دھلوی ، کلیات ذوق ، جلد دوم مرتبہ ڈاکٹر تنویر احمد علوی مجلس ترقی ادب لاہور طبع اول مارچ سنہ ۱۹۶۷ء ۱۰۱ انہ اللہ جمیل و یحب الجمال

رهے تا عابدوں کو شوق محراب عبادت سے

نماز اهل سنت تا هو مسجد میں جماعت سے

ترا خطبے میں هو نام اور خطبہ زیب منبر هو

ترا حامی ابوبکر رضہ و عمر رضہ عثمان رضہ و حیدر رضہ هو

حکیم مومن خاں مومن اردو کے اکابر غزل گو شعرا میں هیں اور ان کے باب میں ناقدین کا بیشتر تاثر درست هے کہ وہ خالص عشقیہ شاعری کے نمایندہ هیں اور بیشتر عشق ایک گوشت پوست کے زندہ انسان سے هے اس میں ایسے مضامین بھی هیں جو اصطلاح سخن میں معاملہ بندی کے مضامین کہے جاتے هیں لیکن ان میں وہ اس طرح نہیں کھلے هیں جس طرح جرأت یا داغ نظر آتے هیں انهوں نے قصیدہ بھی لکھے هیں لیکن بیشتر قصیدے سلاطین وقت اور امرا کی مدح میں نہیں هیں اس کا اندازہ مومن کے حسب ذیل قصیدوں سے هوسکتا هے۔

قصیدہ حمد باری تعالیٰ

ع الحمد لواهب العطایا

قصیدہ نعت سرور کائنات

ع چمن میں نغمہ سلسبیل هے یوں طرب مانوس

قصیدہ در نعت سرور کائنات

ع کسوٹی اس دور میں جوئے کهسوں کو

قصیدہ در تعریف حضرت عمر رضہ

ع جو اس کی زلف کو دوں اپنے عقدہ مشکل

در تعریف حضرت عثمان رضہ

ع هے یهی حسرت دیدار تو مرنا دشوار

در منقبت حضرت علی رضہ

ع کٹتی هے میری تیغ زباں سے زبان تیغ

ان کے علاوہ بعض قصائد اس عہد کے اکابر بزرگوں کے مدح میں بھی ہیں کیونکہ مومن کو سید احمد شہید بریلوی سے بڑی عقیدت تھی اور وہ ان کے مرید تھے اور باوجود اپنی رندی و شاہدبازی کے وہ جہاد اور شہادت کی آرزو کا بار بار اظہار کرتے ہیں اور ان قصیدوں میں قدرتی طور پر دینی رنگ صاف جھلکتا ہے مومن کے قصائد میں اس قسم کے اشعار جابجا ملتے ہیں [102]

الحمد لواہب العطایا + اس شور نے کیا مزہ چکھایا

والشکر لصانع البرایا + جس نے ہمیں آدمی بنایا

کیا پایۂ حشمت سلیماںؑ + اک بات میں تخت پر بٹھایا

کیوں شکر کریں نہ آل داودؑ + افسوں شہنشہی سکھایا

سبحانک یا الٰہ عالم + عالم تیرا عجز نے دکھایا

اللہ رے تیری بے نیازی + یعقوبؑ کو مدتوں رلایا

یوسفؑ سے عزیز کو کئی سال + زندان عزیز میں پھنسایا

یاں شعلے کو سرکشی کی کیا تاب + ابلیس کو خاک میں ملایا

مومن کو بقا ہے بعد دیدار + کیا مژدہ جاں فزا سنایا

وہ خاتم المرسلین محمدؐ + جس نے ہمیں شرک سے بچایا

تھا دھیان میں عذر لا یحبطون + جب سجدے میں دم ذرا سمایا

وہ عشق دے جس کا نام اسلام + وہ شیوہ ہوؑ نے جو بتایا

مجھ کو بھی بچالے جیسے تو نے + یوسفؑ کو گناہ سے بچایا

مومن کو آرزوے شراب جہاد ہے + کلار کاش آگے سحن داستان تیغ

---

[102] مومن ، حکیم مومن خاں مومن ، کلیات مومن ، مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی ، شائع کردہ کتابی دنیا لاہور ، تاریخ ندارد تاریخ مقدمہ ستمبر سنہ 1955

محسن کاکوروی کے کلام میں جس طرح مثنویاں دیکھی ہیں مختلف بہترین مرقعے ہیں اسی طرح ان کے خاص قصائد اپنے رنگ و آہنگ میں منفرد ہیں ان کا سب سے مشہور قصیدہ لامیہ ہے۔

ع سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل

اس کی تشبیب میں خاص ملکی فضا پیدا کرنے کے لئے گوکل ، کنھیا ، برج ، گنگا و جمنا ، مہاجنس تیرتھہ ، برھمن ، سری کرشن کنھیا ، گوپیاں ، راکھیاں ، سلونوں ، بیراگی ، الفاظ اور ان کے مناسب و مطابق مضامین نظم ہوئے ہیں ، بادی النظر اس پر یہہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ ایک ایسے قصیدہ میں جس کا موضوع نعت رسول مقبولصم ہو ایسی تشبیب کا کیا محل ہے جس میں مضامین کا تعلق کفر اور اس کی روایات سے ہے اس کا جواب امیر مینائی نے یہہ دیا ہے [103]

" بادی النظر میں شبہ ہوتا ہے کہ قصیدۂ نعت میں متھرا ، گوکل و کنھیا کا ذکر کرنا بے محل ہے لہذا دفع دخل کیا جاتا ہے کہ لغت میں تشبیب کے معنی ہیں ذکر ایام شباب کرنا اور اصطلاح شعرا میں مضامین عشقیہ کا بیان کرنا ، اساتذہ نے تخصیص مضامین عاشقانہ کی قید بھی نہیں رکھی کوئی شکایت زمانے کی کرتا ہے کوئی متفرق مضامین کی غزل لکھتا ہے کوئی غزل میں کسی خاص طرح کا تلازم ملحوظ رکھتا ہے الغرض مستمان کلام اساتذہ و حقیقت شناسان تشبیب و قصیدہ پر پوشیدہ نہیں کہ مضامین تشبیب کے محصور نہیں ہیں اور نہ کچھہ اس مناسبت کی قید ہے کہ حمد و نعت و منقبت میں قصیدہ ہوتو تشبیب میں بھی اسی کی رعایت ہو مرزا اسد اللہ خاں غالب نے منقبت میں قصیدہ لکھا۔

صبح کہ در ہوائے پرستاری روشن ، جنبد کلید بتکدہ در دست برھمن

اور اس قصیدے کی تشبیب میں بھی ایسے ہی مضامین لکھے ہیں ۔ عمدہ تر سند اس کے جواز کی یہہ ہے کہ حضرت سرور کائنات خواجہ ہر دو عالم صلعم کے حضور میں قصیدہ بانت سعاد جس کی تشبیب بھی مشروع نہیں ہے پڑھا گیا اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک سے اس کی تحسین فرمائی [103]

---

[103] محسن کاکوروی کلیات محولہ بالا ص ۱۵۴

خود محسن کاکوروی نے بھی چند اشعار میں اس کی توجیہہ کرتے ہوئے ایک اور نکتۂ شاعرانہ پیش کیا ہے

لکھا ہے[104]

پڑھ کے تشبیب مسلمان مع تمہید و گریز + رجعت کفر بہ ایمان کا کرے مسئلہ حل

کفر کا خاتمہ بالخیر ہوا ایمان پر + شب کا خورشید کے اشراق سے قصہ فیصل

اس قصیدے کے چند اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں -

کہیں طوبیٰ کہیں کوثر کہیں فردوس بریں + کہیں بہتی ہوئی نہر لبن و نہر عسل[105]

کنز مخفی[105] کے کسی سمت نہایتہ خائف + اک طرف مظہر قدرت کے عیاں شیش محل

شب اسریٰ[106] میں تجلی سے رخ انور کی + پڑگئی گردن رفرف میں سمجھی ہیکل

جس طرف ہاتھ بڑھیں کفر کے ہٹ جائیں قدم + جس جگہ پاؤں رکھے سجدہ کریں لات و ہبل

تھا بندھا تار فرشتوں کا در قدس پر + شب معراج میں تھا عرش معلیٰ بادل

بعض اور قصائد کے یہ شعر دیکھئے - صرف ایک شعر حوالے میں دیا ہے

شمس وصف رخ یٰسین ہے وصف دندان + والضحیٰ وصف جبین نور ہے وصف گردن

محسن کے علاوہ بکثرت شعرا نے نعتیہ قصائد لکھے ہیں اور ان میں متقدمین، متوسطین اور متاخر

سب ہی شامل ہیں ، شعرا ئے لکھنو میں امیر مینائی کے یہاں اس قسم کے قصائد موجود ہیں دور

آخر کے لکھنوی شعرا میں عزیز لکھنوی کے یہاں ایسے قصائد موجود ہیں جن کا پس منظر خالص

دینی ہے اور یہ سلسلہ دور حاضر تک پہنچا ہے جس کی ایک مثال عبدالعزیز خالد کے کلام میں

---

[104] سو ایضاً ص ۱۵۷ [105] اشارہ قرآن حکیم کی طرف مثل الجنۃ التی وعد المتقون (فیہا انہار من ماء غیر آسن وانہار من لبن لم یتغیر طعمہ وانہار من خمر لذۃ للشاربین وانہار من عسل مصفیٰ - اس جنت کی مثال جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے ایسی ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جن میں بو نہیں ، اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا ذائقہ نہیں بدلا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے لذت ہے اور صاف شہد کی نہریں۔

[106] قرآن حکیم کی سورۃ بنی اسرائیل کی ابتدائی آیت جس میں واقعہ معراج کا بیان ہے۔ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا (۱/۱۷)

[107] قرآن حکیم کی سورتیں - سورۃ الشمس والشمس وضحٰہا - سورہ یٰسین ، یٰسین والقرآن الحکیم ۲۱ سورہ والضحیٰ والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ ۔

سورہ نور سورۃ انزلنٰہا و فرضنٰہا وانزلنا فیہا ، آیٰت بینٰت لعلکم تذکرون۔

ملتی ھے ۔ خالد کے کلام پر تبصرہ نعت گوئی کے سلسلے میں کیا گیا ھے لہذا یہاں اس کی طرف اشارہ کافی ھے ۔

مرثیہ اردو شاعری کی ایک اور اہم صنف ہے جس طرح قصیدہ میں کسی زندہ شخص کی تعریف کی جاتی ھے مرثیہ میں مدح کا موضوع کوئی مرحوم ھوتا ھے لیکن یہ مرثیہ کا محدود مفہوم ھے عربی فارسی میں ایسے مراثی بھی موجود ھیں جو قومی اور ملکی حادثات پر لکھے گئے ھیں اور اردو میں بھی اس طرح کے مراثی موجود ھیں۔[108] لیکن مرثیہ اپنے محدود تر معنوں میں صرف مراثی شہدائے کربلا کے لئے مخصوص ھوکر رہ گیا ھے ، چنانچہ فارسی میں بالخصوص شاہان صفوی کے دور میں شہدائے کربلا کی مدح و توصیف میں مرثیے بکثرت لکھے گئے جس میں محتشم کاشی کا مرثیہ بہت مشہور ھے ۔ اردو میں بھی ابتدائی دور سے ھی مرثیہ نگاری کا پتہ چلتا ھے ۔ خاص طور پر دکن میں شیعہ سلطنتوں میں اس کے لئے فضا بڑی ساز گار تھی ۔ سلاطین شیعہ تھے انھوں نے امام باڑے اور عزا خانے تعمیر کئے تھے خود مرثیے اور نوحے لکھتے تھے اور درباری شعرا کو لکھنے کی ترغیب دیتے تھے۔

واقعات کربلا کی تفصیل ھمارے موضوع سے خارج ھے ، مرثیہ نگاروں نے تاریخی واقعات میں تخیل کی بھی آمیزش کردی ھے ۔ جوش عقیدت میں بھی بہت سی باتوں کا اضافہ ھوا ھے اور شعرا کے اپنے زمانے اور ماحول نے بھی ان کے کلام کو متاثر کیا ھے مختصراً ان شعرا کے نزدیک حضرت امام حسینؓ اور یزید کی جنگ دراصل حق و باطل کا معرکہ تھا اور حضرت امام حسینؓ نے یزید کی بیعت سے انکار کرکے حق کے لئے اپنی ، اپنے اعزا اور اقربا کی زندگی قربان کردی ۔ اور یہ جہاد فی سبیل اللّٰہ تھا جس کی عظمت کا خود قرآن اور حدیث میں بار بار ذکر ملتا ھے شعرا نے حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کی شجاعت ، صبرو استقلال اور رضائے الٰہی پر سر تسلیم خم کرنے کا تفصیل سے ذکر کیا ھے ۔ اور جو مظالم یزید اور اس کی فوج کے لشکریوں نے آپ پر اور آپ کے

---

[108] مثلاً دیکھئے مجموعہ فغان دھلی ۔

ساتھیوں پر روا رکھتے تھے ان کا جائزہ لیا ہے ، مرثیہ کا یہ موضوع ایسا ہے جس میں قدرتی طور پر اسلام کا دینی پس منظر سامنے آتا ہے ۔ حضرت امام حسین رض رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے نواسے تھے۔ حضرت علی رض ابن ابوطالب کے بیٹے تھے ۔ ایمان ، استقلال ۔ صبر و تحمل ۔ شجاعت و جرأت آپ کو ورثہ میں ملے تھے آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی زندگی ایک مجاہد کی زندگی کی شان دینی کرتی تھی اور واقعات کربلا سے متعلق اشخاص و افراد کے اخلاق اسلامی اخلاق کا نمونہ ہیں ، مرثیوں کا ایک ضخیم دفتر ہے جو دکھنی دور سے شروع ہوکر آج تک پھیلا ہوا ہے اور اس صنف میں بعض ایسے شعرا بھی گزرے ہیں کہ جنہوں نے لاکھوں نہیں تو ہزاروں اعلی درجے کے اشعار میں ان خیالات، موضوعات ، مباحث اور مسائل کا ذکر کیا ہے ۔ ان کے یہاں قرآن اور احادیث صحیحہ کے بار بار حوالے ملتے ہیں ، قصص قرآنی سے متعلق تلمیحات ملتی ہیں۔ تشبیہات ، استعارات اور کنایات میں دینی حوالے موجود ہیں ۔ سفرو حضر ، رخصت و قیام ، اندرون خانہ اور میدان جنگ کی زندگی میں نماز کا بھی ذکر ہے کہ حقوق اور فرائض کا بھی ، مثال کیلئے صرف ایک ممتاز مرثیہ گو میر انیس کے کلام کو پیش کرنا کافی ہوگا ، میر انیس بلا شبہ اردو کے بہترین مرثیہ نگار ہیں اور اگر ان کے ساتھ کسی اور مرثیہ نگار کا نام بھی لیا جاسکتا ہے تو وہ مرزا دبیر ہیں ، دونوں کا زمانہ ایک تھا۔ موضوع ایک تھا، عقیدہ اور مسلک ایک تھا ماحول ایک تھا صرف مزاج اور طبیعت کا فرق تھا جس نے انیس اور دبیر کے کلام کا الگ الگ اسلوب متعین کیا ورنہ بنیادی طور پر دونوں کے مراثی میں یکساں اجزا پائے جاتے ہیں میر انیس کے مراثی کے چند اشعار دینی پس منظر کے درج کئے جاتے ہیں [109]

جو بے سرو سامان ہو یہ سامان اسے مل جائے + اک مور ہو تخت سلیمان اسے مل جائے

ایسی کوئی جنت میں رواں نہر نہ ہوگی + سرچشمۂ کوثر میں بھی یہ لہر نہ ہوگی

دیکھا جو علم رفعت طوبیٰ نظر آئی + پنجے میں شبیہ ید بیضا نظر آئی

---

۱۰۹ (۱) مراثی انیس جلد اول طبع پنجم نولکشور پریس لکھنو سنہ ۱۹۰۵

(۲) جلد دوم طبع ششم نو لکشور پریس لکھنو سنہ ۱۹۰۶ ء

(۳) جلد سوم طبع سوم نولکشور پریس لکھنو اگست سنہ ۱۹۰۵

(۴) جلد چہارم طبع نو لکشور پریس لکھنو ، تاریخ ندارد

استادہ ہے بنہ ساہ بھی ہاشم ذی قدر + دکھلائے تو اس شکل و شمائل کا کوئی بدر

بخشی ہے الف الف ہے لام اور توھم ہے میم[110] + جو حرف قرآن کا ہے وہ ہے لائق تعظیم

ان سلطنتوں سے ہم دست کٹ حور فہیں ہے + خورشید کے پنجہ میں بھی بنہ دور نہیں ہے

ورثہ میں ہے زور ان کو ملا جدو پدر سے + ھلکا[111] در خیبر کو سمجھتے ہیں سپر سے

بخشی ہے خدا نے یہ آقا کو بنہ توقیر + ہے مہر نبوت سے سب خامۂ شہیر

دنیا میں کسے ملتے ہیں جبریل سے شاہد + موجود ہیں میکائیل و اسرافیل سے شاہد

حور و ملک و خلد و ارم ، کوثر و طوبیٰ + سنگ و شجر و کوہ و بحر گوہر و دریا

کہسار کی مقام[112] اور چہ میزاب چہ زمزم + ایک ایک سے سن تو صفت قبلۂ عالم

آجائے صدا کوہ صفا سے بھی ہردم + حج شہ والا کی زیارت نہیں کم

بوسہ لئے حجر[113] رتبہ سے آگاہ ہوں میں بھی

کعبہ بنہ کبھی بخشے درگاہ ہوں میں بھی

---

[110] اشارہ سورہ قرآن سورہ البقرہ الٓمٓ ذالک الکتب لاریب فیہ ھدی للمتقین

[111] اشارہ حضرت علیؓ کی طرف ہے جن کو فاتح خیبر بھی کہا جاتا ہے۔ ایک حدیث شریف میں اس کی تفصیل یوں ہے " حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر کے دن بنہ فرماتے سنا اب میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر فتح ہوگی ۔ پس اس پر صحابہ امید میں کھڑے ہوگئے کہ ان میں سے کس کو جھنڈا ملتا ہے چنانچہ دوسرے دن ہر شخص بنہ امید کرتا رہا کہ جھنڈا مجھے عطا ہوگا مگر آپ نے فرمایا علیؓ کہاں ہیں کسی نے کہا ان کی آنکھوں میں درد ہے آپ نے حکم دیا تو وہ آپ کے سامنے بلائے گئے ۔ آپ نے ان کی دونوں آنکھوں میں لعاب دہن لگادیا جس سے وہ فوراً اچھے ہوگئے گویا ان کو کچھ شکایت ہی نہ تھی پھر حضرت علیؓ نے کہا ہم ان کافروں سے جنگ کریں گے حتی کہ وہ ہماری مثل ہو جائیں آپ نے فرمایا آہستگی کرو جب تم ان کے میدان میں جاؤ تو ان کو اسلام کی طرف بلانا اور جو ان پر فرض ہے اس سے ان کو آگاہ کرنا قسم ہے خدا کی تمہاری وجہ سے ایک شخص بھی ہدایت پاجائے تو وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے ، تجرید البخاری حصہ دوم ص ۵۳۹

[112] اس بند میں حج بیت اللہ سے متعلق مقامات کا ذکر ہے ، مقام ابراہیم ، محراب ، زمزم ۔ [113] حجر سے مراد یہاں حجر اسود ہے ۔

رباعی

پتلی کی طرح نظر سے مستور ہے تو + آنکھیں جسے ڈھونڈتی ہیں وہ نور ہے تو

ہے قرب رگ جاں سے اس پر بہ بُعد[113] + اللہ اللہ کس قدر دور ہے تو

مولد[115] جو وہاں حکم قدر سے پایا + کعبہ نے شرف علم کے در سا سے پایا

تھا فتح کی سورت کا[116] جو ظفر کوئی دیباچہ + پڑھتا تھا[117] کوئی آیۂ نصرت طرف شاہ

کہتا تھا کوئی ہم کہ توکلت علی اللہ + بولا کوئی اب جلد کٹی جاتی ہے یہ راہ

گو رحم نہ بہ لشکر جفا اہل کرے گا

اس پیاس کی سختی کو خدا سہل کرے گا

تھا سورۂ کوثر[118] کسی پیاسے کی زباں پر + سائل تھا کوئی سرِ گلستان جناں پر

صدقے کوئی ہوتا تھا امام دو جہاں پر + لشکر بھی [illegible] تھے کٹی کھیلے ہوئے جاں پر

تسبیح امامت کو عجب دانے ملے تھے

تھا فاطمہ کی شمع کو پروانے ملے تھے

کوئی محدث کوئی حافظ کوئی قاری + ہم رتبۂ سلماں[119] و ابا ذر غفاری[120]

---

[113] اشارہ آیت شریفہ کی طرف - نحن اقرب الیہ من حبل الورید 16/50

[115] اشارہ اس واقعہ کی طرف کہ حضرت علیؓ کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی اور حدیث شریف ہے
انا مدینۃ العلم و علی بابہا -

[116] سورہ الفتح انا فتحنا لک فتحاً مبینا -

[117] آیت شریفہ جاء الحق و زہق الباطل ان الباطل کان زہوقا

[118] سورہ الکوثر انا اعطینک الکوثر

[119] سلمانؓ فارسی ، مشہور صحابی

[120] ابوذر غفاریؓ
مشہور صحابی

یہہ خط وہی ہے دفتر قدرت نگار ہے + عنبر فشانی قلم مشکبار ہے

لاریب فیہ صحف پروردگار ہے[121] + واضح یہہ ہے کہ جلد سے خط آشکار ہے

مصحف دیکھے جس کو نور کا سورہ نہ یاد ہو[122]

تاریک شب میں پڑھ لے جو روشن سواد ہو

یہہ اشعار صرف بطور نمونہ پیش کئے گئے ہیں ، اگر صرف میر انیس ہی کے کلام سے ایسے اشعار یکجا کئے جائیں تو پورا دفتر تیار ہو جائے یہی حال کم و بیش دیگر مرثیہ گو شعرا کا ہے ۔ جیسا کہ پہلے اشارہ کیا گیا مرثیہ گو شعرا نے بعض کمزور روایات اور احادیث کو بھی نظم کردیا ہے اور بعض مضامین ان کے اپنے اختراعی اور محض تخیل کی پیداوار ہیں لیکن ان کو نظر انداز بھی کردیں تب بھی قرآن حکیم ، احادیث نبوی ، سیرت رسول اور تاریخ اسلام کے اس قدر حوالے اور اشارے ان میں موجود ہیں کہ ان سے اس شاعری کے دینی پس منظر کی تائید اور توثیق ہوتی ہے ۔

مسدس ایک اور صنف سخن ہے جسکی مثالیں فارسی اور اردو دونوں میں بکثرت ملتی ہیں یہہ چھ مصرعوں پر مشتمل ایک ایک بند کی نظم مسلسل ہوتی ہے اور خاص طور مضمون مسلسل کے بیان کے لئے موزوں ہے۔ یہی وجہہ ہے کہ مرثیہ کی ترقی کا جب دور شروع ہوا تو مرزا سودا اپنے مرثیہ کے مروجہ پیمانوں کو ترک کرکے مسدس کا پیمانہ اختیار کیا اور یہہ پیمانہ اس صنف کے لئے ایسا مناسب اور موزوں ثابت ہوا کہ میر انیس اور مرزا دبیر جیسے صف اول کے مرثیہ گوشعرا نے بھی اسی کو پسند اور اختیار کیا اور یہہ روایت بڑی حدتک دور جدید کے مراثی تک پہنچی ہے اس قسم کے مراثی سے اشعار کے بعض نمونے ہم مرثیہ کی بحث کے سلسلے میں نقل کرچکے ہیں

---

[121] آیت شریف ذالک الکتاب لاریب فیہ 2/2

[122] سورۂ نور جس کا حوالہ پہلے آچکا ہے۔

لیکن مرثیہ کے علاوہ اور مضامین و موضوعات کے لئے بھی اسے اختیار کیا گیا ہے اور مختصر طور پر ان کے بعض نمونے اور حوالے نقل کئے جاتے ہیں۔

اردو کی مسدس کی تاریخ میں سب سے اہم اور مشہور مسدس مولانا الطاف حسین حالی کا ہے[123]۔ حالی کا یہ مسدس مدوجزر اسلام یا مسلمانان ہندو پاک کے عروج و زوال کی داستان ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں ساری دنیا میں مسلمانوں کے عروج اور ان کے زوال کے اسباب کا تجزیہ کیا گیا ہے ۔ یہ نظم اتنی اثر انگیز اور حقیقت حال کا بیان ہے کہ سرسید احمد خان نے حالی کو اس کی رسید میں جو خط لکھا تھا اس میں اسے آخرت میں اپنی نجات کا ایک ذریعہ قرار دیا تھا ، قدرتی طور پر اس مسدس میں بکثرت ایسے مقامات آئے ہیں جن کا تعلق مسلمانوں کے دینی پس منظر سے ہے ۔ مثلاً مندرجہ ذیل اشعار میں عرب کی حالت قبل از اسلام بیان کی گئی ہے۔

وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا[124] + خلیل ایک معمار تھا جس بناد کا[125]

ازل میں مشیت نے تھا جس کو تاکا + کہ اس گھر سے اُبلے گا چشمہ ہدیٰ کا

وہ تیرتھ تھا اک بت پرستوں کا گویا

جہاں نام حق کا نہ تھا کوئی جویا

قبیلے قبیلے کا اک بت جدا تھا + کسی کا ہبل تھا کسی کا صفا تھا

یہ عزا پہ وہ نائلہ پر فدا تھا + اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا

نہاں ابر ظلمت میں تھا مہر انور

اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر

---

[124] الطاف حسین حالی مسدس حالی ہندی اڈیشن ، طبع اول ہندوستان سنہ ۱۹۳۵ دوسرا اڈیشن پاکستان جولائی سنہ ۱۹۵۷ ، شائع کردہ اردو اکیڈمی سندھ کراچی مطبوعہ انجمن پریس کراچی

[125] اشارہ ہے آیہ مبارکہ کی طرف ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا و ہدی للعالمین $\frac{96}{3}$
حدیث شریف میں بھی ہے " ابوذر کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ زمین میں سب سے پہلی مسجد کون سی بنائی گئی تو آپ نے فرمایا مسجد حرام ، میں نے عرض کی پھر کونسی تو آپ نے فرمایا مسجد اقصی ، پوچھا ان دونوں میں کس قدر فاصلہ تھا آپ نے فرمایا چالیس برس کا مگر جہاں تمہیں نماز کا وقت ہو جائے وہیں نماز پڑھ لو فضیلت اسی میں ہے ۔

۱۲۵ اشارہ قرآن مجید کی آیت کی طرف ۔ واذ یرفع ابراہیم القواعد من البیت و اسمعیل $\frac{127}{2}$

اس کے بعد رحمت حق حرکت میں آئی۔

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت ٭ بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت
ادا خاک بطحا نے کی وہ ودیعت ٭ چلے آتے تھے جس کی دیتے بشارت

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل ۱۲۶ اور نوید مسیحا ۱۲۷

ہوئے محو عالم سے آثار ظلمت ٭ کہ طالع ہوا ماہ برج سعادت
نہ چھٹکی مگر چاندنی ایک مدت ٭ کہ تھا ابر میں ماہتاب رسالت

یہ چالیسویں سال لطف خدا سے
کیا چاند نے کھیت غار حرا سے

اس کے بعد اسلام کی تعلیمات کا ایک مختصر تجزیہ ہے جس میں قرآن حکیم اور احادیث نبوی کے حوالے اور اشارے ہیں، مثلاً یہ واقعہ :-

وہ فخر عرب زیب محراب و منبر ٭ تمام اہل مکہ کو ہمراہ لے کر
گیا ایک دن حسب فرمان داور ٭ سوئے دشت اور چڑھ کے کوہ صفا پر

یہ فرمایا سب سے کہ اے آل غالب
سمجھتے ہو تم مجھکو صادق کہ کاذب

کہا سب نے قول آج تک کوئی تیرا ٭ کبھی ہم نے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا
کہا گر سمجھتے ہو تم مجھکو ایسا ٭ تو باور کروگے اگر میں کہوں گا

کہ فوج گراں پشت کوہ صفا پر
پڑی ہے کہ لوٹے تمہیں گھات پاکر

---

۱۲۶ اشارہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دعا کی طرف ۲/۱۲۹
ربنا وابعث فیہم رسولاً منہم یتلوا علیہم آیٰتک ویعلمہم الکتاب والحکمة ویزکیہم ۔ انک انت العزیز الحکیم ۔ ۱۲۷ واذ قال عیسی ابن مریم یٰبنی اسرآئیل انی رسول اللہ الیکم مصدقاً لما بین یدی من التوراة ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد ۶۱/۶

کہا تھی ہر بات کا یاں یقین ہے + کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امین ہے

کہا گر مری بات یہ دلنشین ہے + تو سن لو خلاف اس میں اصلاً نہیں ہے

کہ سب قافلہ یاں سے ہے جانے والا

ڈرو اس سے جو وقت ہے آنے والا

تم اوروں کی مانند دھوکہ نہ کھانا + کسی کو خدا کا نہ بیٹا بنانا

مری حد سے رتبہ نہ میرا بڑھانا + بڑھا کر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا

سب انساں ہیں جس طرح سر فگندہ

اسی طرح ہوں میں بھی ایک اس کا بندہ

بنانا نہ تربت کو میری صنم تم + نہ کرنا مری قبر پر سر کو خم تم

نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم + کہ بیچارگی میں برابر ہیں ہم تم

مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی

کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی[۱۲۷]

علامہ اقبال نے بھی اپنی کئی مشہور نظموں کے لئے مسدس کا پیمانہ اختیار کیا ہے ۔ بانگ درا میں (جو ان کے اردو کلام کا پہلا مجموعہ ہے شکوہ اور جواب شکوہ دو ایسی نظمیں ہیں جو اپنے موضوع کے اعتبار سے حالی کے مسدس سے بہت ملتی جلتی ہیں - شکوہ میں ان کارناموں کا ذکر ہے جو اسلام اور مسلمانوں کی برکت سے دنیا کو نصیب ہوئے اور اس پر شکوہ ہے کہ آج مسلمان کیوں ذلیل و خراب و خستہ اور خوار ہیں ، دوسری نظم میں جو شکوہ کا جواب ہے اس پستی اور زوال کے اسباب کی نشان دہی کی گئی ہے اور اصلی سبب یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں نے اسلام اور تعلیمات اسلام کو ترک کردیا اور اسی لئے وہ تمام نعمتیں جن کا مسلمانوں

---

۱۲۷ اشارہ آیت شریفہ کی طرف قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی (۳) - ۱۸/۱۱۰ و ۴۱/۶

نیز حدیث شریف " حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا مجھے ایسے نہ بڑھاؤ جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کو بڑھایا کیونکہ میں تو خدا کا بندہ ہوں بلکہ تم میری نسبت یہ کہو کہ خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہے (تجرید بخاری حصہ دوم ص ۴۳۳)

سے وعدہ کیا گیا تھا ان سے لے لی گئیں اگر مسلمان پھر جہاد میں شامل ہو جائیں تو ملک اور دولت سب ان کے قدموں تلے ہوں گے[۱۲۸] ظاہر ہے دونوں نظموں کا موضوع ایسا ہے کہ ان کا پس منظر لازمی طور پر دینی اور اسلامی ہے چنانچہ بخش بخش اس کی تائید میں نقل کئے جاتے ہیں -

[۱۲۹]
ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہان کا منظر + کہیں مسجود تھے پتھر کہیں معبود شجر
خوگر پیکر محسوس تھی انسان کی نظر + مانتا پھر کوئی ان دیکھے خدا کو کیونکر

تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام تیرا
قوت بازوئے مسلم نے کیا کام تیرا

ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کے لئے + اور مرتے تھے تیرے نام کی عظمت کے لئے
تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کے لئے + سر بکف پھرتے تھے کیا دہر میں دولت کے لئے ؟

قوم اپنی جو زر و مال جہان پر مرتی [۱۳۰]
بت فروشی کے عوض بت شکنی کیوں کرتی

ٹوٹی کہ دے کہ اکھاڑا در خیبر[۱۳۱] کس نے + شہر قیصر[۱۳۲] کا جو تھا اس کو کیا سر کس نے
توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے + کاٹ کر رکھ دیئے کفار کے لشکر کس نے
کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدہ ایران کو [۱۳۳]
کس نے پھر زندہ کیا تذکرہ یزداں کو

---

[۱۲۸] اقبال بانگ درا طبع بست و دوم ستمبر سنہ ۱۹۶۳ء شکوہ ص ۱۷۷ تا ۱۸۷-
جواب شکوہ ۲۲۰ تا ۲۳۲ [۱۲۹] خود عرب میں بت پرستی عام تھی جیسے اہل ہند بتوں کے علاوہ چرند و پرند اور درختوں تک کی پوجا کرتے تھے- پیپل متبرک درخت تھا اور تلسی کے پودے کی پوجا ہوتی تھی [۱۳۰] مسلمانوں نے جہاد کو مقصد حیات بنایا تھا آخری مصرعہ میں سلطان محمود غزنوی کے حملۂ سومنات کے تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ برہمنوں نے بت شکنی سے باز رکھنے کے لئے محمود کو دولت پیش کی لیکن محمود نے قبول نہ کی اور بت کو توڑ ڈالا [۱۳۱] جنگ خیبر جس میں مسلمانوں کی فوج کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ کے سپرد کیا اور آپ فاتح خیبر کہلائے ۔ اس کی تفصیل کسی اور موقع پر حدیث نبوی کے حوالہ سے کی جاچکی ہے [۱۳۲] فتح قسطنطنیہ کی طرف اشارہ ہے ۔ رومیوں پر مسلمان پہلے بھی فتح پاچکے تھے سنہ ۱۳ھ میں جنگ یرموک میں رومیوں کو شکست ہوئی - قسطنطنیہ پر مسلمانوں کی پہلی فوج کشی میں حضرت ایوب انصاری رضؓ جو رسول اللہ صلعم کے صحابی تھے

بقیہ ۱۳۳ اگلے صفحہ پر

اسی نظم سے بعض متفرق اشعار بھی دیکھئے جن کا پس منظر دینی اور اسلامی ہے -

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے + منہ کے بل گرکے ہواللّٰہ احد[۱۳۴] کہتے تھے

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے + بحر ظلمات میں دوڑا دئے گھوڑے ہم نے[۱۳۵]

عشق کو عشق کی آشفتہ سری کو چھوڑا[۱۳۷] + رسم سلمان[۱۳۶] و اویس قرنی کو چھوڑا

اک تکبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں + زندگی مثل بلال[۱۳۸] حبشی رکھتے ہیں

سر فاراں پہ کیا دین کو کامل تونے[۱۳۹] + اک اشارے میں ہزاروں کے لئے دل تونے

شریک تھے- آپ نے فرمایا تھاکہ اگر میں شہید ہو جاوں تو میری لاش شہر کی فصیل کے سامنے دفن کردینا چنانچہ آج تک حضرت ایوب انصاری رضی کا مزار مرجع خاص و عام ہے- آخرکار فتح قسطنطنیہ سلطان محمد فاتح کے ہاتھوں ہوئی[۱۳۴] ایران جنگ قادسیہ کے بعد فتح ہوا-

۱۳۴ آیت شریف قل ہواللّٰہ احد ۱۳۵ افریقہ کی فتح کے دوران مسلمان لشکر کے سردار موسٰی نے ساحل سمندر پر پہنچکر اپنا گھوڑا پانی میں اتار دیا تھا-

۱۳۶ سلمان رض جو سلمان فارسی کے نام سے متعارف ہیں ان کی ولادت ایران میں اصفہان کے قریب ایک قصبہ میں ہوئی ، تلاش حق میں آبائی دین ترک کرکے پہلے عیسائی ہوئے لیکن تشفی نہ ہوئی اور ملکوں ملکوں شہروں شہروں تلاش حق میں سرگردان رہے رسول اللّٰہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کی دولت سے سرفراز ہوئے ، کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو فنون حرب میں ایرانیوں کی قلعہ بندی اور دفاعی خندق کی راہ انہوں نے دکھائی ان کی وفات سنہ ۳۳ھ مطابق ۶۵۳ء میں مدائن میں ہوئی -

۱۳۷ حضرت اویس قرنی ، یمن کے قصبہ قرن کے ایک فرزند ، رسول اللّٰہ کے عاشق صادق آپ نے جب سناکہ ایک غزوہ میں رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہوا تو آپ نے اپنے دانت توڑ ڈالے ، ۱۷ شوال سنہ ۳۷ھ کو شہادت پائی-

۱۳۸ حضرت بلال رض افریقی نژاد حبشی غلام تھے ، رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے آزاد فرمایا ، موذن اسلام عہد رسالت میں اذان کے فرائض ان کے سپرد تھے، ان کی وفات سنہ ۲۰ھ مطابق سنہ ۶۴۱ء میں حضرت عمر رضی اللّٰہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوئی-

۱۳۹ اشارہ رسول اللّٰہ کے آخری حج اور خطبہ حجتہ الوداع کی طرف ، قرآن حکیم میں تکمیل دین کی بشارت ہوئی - الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا ۳/۵ آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کردیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا-

اس کے بعد جواب شکوہ ہے اس میں بھی اس نوعیت کے بکثرت حوالے اور اشارے موجود ہیں۔

اس قدر شوخ کہ اللہ سے بھی برہم ہے + تھا جو مسجود ملائک[130] یہ وہی آدم ہے

بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں + تھا ابراہیم[131] پدر اور پسر آذر ہیں

کیا کہا بہر مسلماں ہے فقط وعدۂ حور + شکوہ[132] بیجا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور

رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی + فلسفہ رہ گیا تلقین[133] غزالی نہ رہی

حیدری[134] فقر ہے نے دولت عثمانی ہے + تم[135] مسلماں ہو ؟ یہ انداز مسلمانی ہے

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا + آگ[136] کرسکتی ہے انداز گلستاں پیدا

پاک ہے گرد وطن سے سر[سود] داماں تیرا + تو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے + رفعت شان رفعنالک ذکرک[137] دیکھے

---

[130] فرشتوں کو آدم کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا ، تفصیل اس کی اس مقالہ میں تخلیق آدم کے سلسلے میں مذکور ہے [131] ~~حکایت~~ آذر بت تراش ~~تھا اور~~ حضرت ابراہیم نے بت شکنی کی تفصیل اس کی مقالہ کے باب قصص القرآن کے سلسلے میں آئی ہے اقبال کے بقول ہمارے آباء بت شکن تھے لیکن ہم نے بت گری اختیار کرلی ہے [132] قرآن حکیم میں جابجا جنت کے انعامات کا ذکر ہے ان میں حوروں کا بھی وعدہ ہے ۔ ارشاد ہے ۔ وزوجنٰہم بحور عین $\frac{۲۳}{۵۴}$ متکئین علی سرر مصفوفة و زوجنٰہم بحور عین ($\frac{۲۰}{۵۲}$) و حور عین کامثال اللؤلؤ المکنون (الواقعہ $\frac{۲۳-۲۲}{۵۶}$) [133] ابو حامد محمد زین الدین الطوسی ۔ حجۃ الاسلام ، سلطانوں کے نامور مفکر ، کیمیائے سعادت ، تفسیر جواہر الکبیر احیاء العلوم ، تحفۃ الفلاسفہ وغیرہ کے مصنف ، ولادت طوس کے قصبہ غزالہ میں ہوئی جس کی نسبت سے غزالی مشہور ہوئے سنہ ولادت سنہ ۴۵۰ ھ مطابق سنہ ۱۰۵۸ ھ وفات ۴ جمادی الثانی سنہ ۵۰۵ ھ مطابق ۱۸ دسمبر سنہ ۱۱۱۱ ء میں ہوئی +

[134] حضرت علی ابن ابی طالب خلیفہ چہارم [135] حضرت عثمان ابن عفان خلیفہ سوم

[136] قرآن حکیم میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا گیا ہے $\frac{۷۱-۶۸}{۲۱}$

قالو حرقوہ وانصروا الہتکم ان کنتم فٰعلین ۔ قلنا ینار کونی بردا و سلما علی ابراہیم ۔ اس کی تفصیل اس مقالہ میں قصص قرآنی کے باب میں دیکھئے ۔

[137] آیت قرآن مجید و رفعنالک ذکرک ($\frac{۴}{۹۴}$)

اب تک هم نے ان اصناف سخن مثلاً غزل ، مثنوی ، قصیدہ، مسدس ، وغیرہ کا جائزہ لیا جو هیئت اور ساخت کے اعتبار سے شعرو سخن کے پیمانے اور سانچے کہی جاسکتے هین اور ان مین هر طرح کے موضوعات نظم کرنے کی گنجائش هے ان کے علاوہ بعض مضامین اور موضوعات ایسے هین جو اردوشاعری مین مستقل حیثیت رکھتے هین اور ان کے لئے کوئی بھی پیمانہ اختیار اور استعمال کیا جاسکتاهے مثلاً مرثیہ کا موضوع ایسا هے جس کو اردو شعرا نے چو مصرعہ مسدس ۔ مثنوی سب مین نظم کیا هے ۔ نوحہ اور سلام جو مرثیہ کے هی عنوانات هین وہ غزل کے پیمانے مین بھی هین ۔ رباعیات اور قطعات بھی ان مضامین مین بکثرت موجود هین جن مین فضائل شہدائے کربلا بیان کئے گئے هین یہی حال حمد و نعت و منقبت کے مضامین کا هے ، جیساکہ اس مقالے کے آغاز مین بیان کیا جاچکا هے اردو شعرا کے کلام مین اللّٰہ تعالٰی کا ذکر بار بار موجود هے ، غزلون کے دیوان مین پہلی غزل حمد مین هوتی هے اور اس کے علاوہ دیگر اصناف مین بھی صفات الٰہی اور اس کی قدرت کاملہ کا ذکر بار بار ملتا هے ۔ اللّٰہ پر ایمان اور اس کی توحید کا اقرار دل اور زبان سے کرنا اسلام کا پہلا رکن هے اور اسکے اشارے بار بار شعرا کے کلام مین ملتے هین مولانا حالی نے مسدس مین کس خوبی اور اختصار سے اس مضمون کو نظم کیا هے ان بندون سے اندازہ لگائیے ۔

کہ هے ذات واحد عبادت کے لائق + زبان اور دل کی شہادت کے لائق

اسی کے هین فرمان اطاعت کے لائق + اسی کی هے سرکار خدمت کے لائق

لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ

جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

اسی پر همیشہ بھروسہ کرو تم + اسی کے سوا عشق کا دم بھرو تم

اسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم + اسی کی طلب مین مرو جب مرو تم

مبرا هے شرکت سے اس کی خدائی

نہین اس کے آگے کسی کی بڑائی

خرد اور ادراک رنجور هین وان + مہ و مہر ادنٰی سے مزدور هین وان

جہاندار مغلوب و مقہور هین وان + نبی اور صدیق مجبور هین وان

نہ پرستش ہے رہبان و احبار کی

نہ پروا ہے ابرار و احرار کی

تم اوروں کی مانند دھوکا نہ کھانا + کسی کو خدا کا نہ بیٹا بنانا

مری حد سے رتبہ نہ میرا بڑھانا + بڑھا کر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا

سب انسان ہیں واں جس طرح سر فگندہ

اسی طرح ہوں میں بھی ایک اس کا بندہ

ان اشعار کا مطالعہ کیجئے اور دیکھئے کہ قرآن حکیم کی تعلیمات ان میں بیان ہوئی ہیں۔

والھکم الہ واحد لاالہ الا ھوالرحمن الرحیم۝

اور تمہارا معبود تو اکیلا اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ۔ رحم کرنے والا مہربان ہے

لم یلدولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد ؕ

نہ جنا نہ جنا گیا نہ اس کا کوئی ہمسر ہے ۔

لم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک و لم یکن لہ ولی من الذل) نہ وہ اولاد

رکھتا ہے نہ سلطنت میں کوئی اسکا شریک ہے نہ وہ کمزور ہے کہ کوئی (ان العزۃ للہ جمیعا ؕ

(یونس / ۶۵) حقیقت یہ ہے کہ غلبہ اور اقتدار تو سب اللہ ہی کے لئے ہے۔

قل حسبی اللہ علیہ یتوکل المتوکلون۝ (الزمر ۔ ۳۸)

ان سے کہ دیجئے میرے لئے تو بس اللہ کا سہارا ہی بس ہے ۔ اسی پر بھروسہ کرنے والے بھروسہ

کرتے ہیں۔

واذ قال لقمن لابنہ وھو یعظہ یبنی لاتشرک باللہ ؕ ان الشرک لظلم عظیم۝ جب

لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا بیارے بیٹے اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا حقیقت یہ ہے

کہ شرک بڑا بھاری ظلم ہے'۔ مولانا حالی کی ہی ایک اور مشہور نظم ہے مناجات بیوہ [۱۳۸]

---

[۱۳۸] الطاف حسین حالی ، کلیات نظم حالی جلد دوم مرتبہ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی شائع کردہ

مجلس ترقی ادب لاہور طبع اول جنوری سنہ ۱۹۷۲ ص ۵ و مابعد

اس کے چند اشعار دیکھئے ۔

اے سب سے اول اور آخر + جہاں تہاں حاضر ناظر

اے سب داناؤں کے دانا + سارے تواناؤں سے توانا

اے بالا ہر بالا تر سے + چاند سے سورج سے امبر سے

اے سمجھے بوجھے بن سوجھے + جانے پہچانے بن بوجھے

سب سے انوکھے سب سے نرالے + آنکھ سے اوجھل دل کے اجالے

اے اندھوں کی آنکھ کے تارے + اے لنگڑے لولوں کے سہارے

ناتیوں سے چھوٹوں کے ناتی + ساتھیوں سے بچھڑوں کے ساتھی

ناؤ جہاں کی کھینے والے + دکھ میں تسلی دینے والے

جب اب تجھ سا نہیں ہے کوئی + تجھ سے ہیں سب تجھ سا نہیں کوئی

جوت ہے تیری جل اور تھل میں + باس ہے تیری پھول اور پھل میں

راہ تری دشوار اور سکڑی + نام ترا رہ گیر کی لکڑی

تو ہے ٹھکانا مسکینوں کا + تو ہے سہارا غمگینوں کا

....

اے رحمت اور ہیبت والے + شفقت اور دہشت والے

اے اٹکل اور دھیان سے باہر + جان سے اور پہچان سے باہر

عقل سے کوئی پا نہیں سکتا + بھید تری حکمتوں میں ہیں کیا کیا

اے بے زور اور قدرت والے + حکمت اور حکومت والے

اے دین اور دنیا کے مالک + راجا اور پرجا کے مالک

بے پر اور پردار کے والی + اے سارے سنسار کے والی

....

سب پہ کھلا ہے در رحمت کا + برس رہا ہے مینہ نعمت کا

....

بھید دلوں کے جاننے والے + پاپ اور پن کے چھانٹنے والے

....

اے عاجز بندوں پر + پیار تیرا ماں باپ سے بڑھ کر

جس نے دکھ میں تجھ کو پکارا + سامنے تیرے ہاتھ پسارا

پھرا نہ خالی اس چوکھٹ سے + گیا نہ پیاسا اس پنگھٹ سے

....

تھا نہ کچھ آگے تیرے سوا یاں + اور رہے گا کچھ نہ سدا یاں

حالی کے کلام سے صرف یہ دو مثالیں اس موضوع کی وضاحت کے لئے پیش کی گئیں ایسے اشعار پوری اردو شاعری کی تاریخ میں ہر دور میں اور کم و بیش ہر شاعر کے یہاں مل جائیں اور ان سب کے جائزہ کے لئے ایک پورا دفتر الگ درکار ہے۔

حمد کے بعد دوسرا موضوع نعت رسول اکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم ہے جیسا کہ مقالہ کے باب دوم میں اسلامی نظریہ حیات کے پس منظر کے سلسلے میں بیان کیا جاچکا ہے رسول اکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ایک مسلمان کے لئے کامل رہبر اور نمونہ حیات ہے ساور اس کی تقلید اور سنت کی پابندی جزو ایمان ہے چنانچہ ابتدائے اسلام سے آج تک ہر مسلمان نے نثر اور نظم میں آپ کی شان میں ہدیہ عقیدت پیش کیا ہے ۔ اس قسم کی پوری شاعری نعت کے تحت آتی ہے ۔ اس میں ان بشارتوں کا ذکر ہوتا ہے جو آپ سے پہلے انبیاء مرسلین آپ کی رسالت کے بارے میں فرماچکے تھے ، آپ کی ولادت باسعادت کا ذکر ہوتا ہے ۔ پھر آپ کی بعثت اور نزول وحی کا بیان ہوتا ہے اور ان نعمتوں کا ذکر ہوتا ہے جو آپ کو عطا کی گئیں ۔ اس سلسلے میں واقعۂ معراج شریف کا بیان خاص طور پر نہایت تشریح و تفصیل سے ہوتا ہے ۔ آپ کے معجزات شق صدر اور شق القمر کا ذکر ہوتا ہے ۔ آپ کے جہادوں اور غزوات کا بیان ہوتا ہے صحابہ کرام ، اہل بیت اور عام مسلمانوں پر آپ کی شفقت اور عنایات کی تفصیل ہوتی ہے ۔ آپ کی عبادت آپ کی ریاضت ، آپ کا خضوع و خشوع اور آپ کے تقویٰ کا بیان ہوتا ہے ۔ اور ان تمام مضامین میں شاعر کا ذوق و شوق اکثر عشق کی حد تک پہنچ جاتا ہے ۔ وہ بار بار مدینے کی گلیوں کو یاد کرتا ہے اس سرزمین میں مرنا اور کوچۂ حبیب کی خاک میں ملنا وہ سب سے بڑی سرفرازی سمجھتا ہے وہ آپ

کے حسن و جمال کی تعریف و توصیف اور اس کے بیان میں اپنے قلم کو عاجز پاتا ہے ۔ جو چیزیں آپ کو محبوب و مرغوب تھیں انہیں کو پسند کرتا ہے اور جو چیزیں جو باتیں آپ کو ناپسند تھیں انہیں اپنے لئے بھی ممنوع سمجھتا ہے اگرچہ سیرت طیبہ کے بیان میں اکثر و بیشتر شعرا[۱۹۱] مصنفین نے صحت احادیث کا خاص طور پر خیال رکھا ہے اور کوئی بات ایسی بیان نہیں کی ہے جو حدادب عام عقاید اسلام سے بظاہر متضاد ہو لیکن کہیں کہیں شدت شوق اور جوش محبت میں بعض نعت گو شعرا نے احتیاط کا دامن چھوٹ گیا ہے لیکن ان کی نیت کذب یا دروغ گوئی کی نہیں ہے اس لئے انہیں معاف کیا جاسکتا ہے اب ہم مختلف ادوار سے نعت کے بعض نمونے درج کرتے ہیں۔

دور اول دکھنی دور

سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز (وفات گلبرگہ سنہ ۸۱۵ھ)

اے محمد ﷺ جلو جم جم جلوہ تیرا + ذات تجلی ہوے گی کس سہورتہ سہرا

واحد اپسے آپ تھا آپس آپ دجھایا

پرکٹ جلوے کاڑنے الف میم آیا

عشقوں جلوہ دیکھ کر کاف نوں بسایا

لولاک لما خلقت الافلاک خالق پالائے

فاضل افضل جتے مرسل ساجد سجود ہوآئے

امت رحمت ، بخشش ہدایت تشریف پاتے[۱۳۹]

عبداللہ قطب شاہ

لکھہ نین سوں پھر آیا دن دین محمد ﷺ کا + آفاق صفا پایا دن دیس محمد ﷺ کا

پرچند ہمن ساجے عسرت کے بجیے باجے + ہے جگ کے نبی راجے دن دین محمد ﷺ کا

---

[۱۳۹] نصیرالدین ہاشمی ، دکن میں اردو محولہ بالا ص ۲۹

گلشن میں شریعت کے پھل کھیلے طریقت کے + پھر مل سوں حقیقت کے دن دین محمد صلعم کا

روشن ہوئے آسمان جھمکائے رتن کھاداں + خط لیوائے مسلماناں دن دین محمد صلعم کا

جو بارہ اماماں ہیں لکھا ان پہ سلاماں ہیں + ہم ان کے غلاماں ہیں دن دین محمد صلعم کا

صدقے میں صداللہ شہ کوں ہے مدد اللہ

پنجتن ہیں سکرا باللہ دن دن دین محمد کا[150]

سید بلاقی ، بلاقی

معراج نامہ تصنیف سنہ ۱۰۸۰ ھ ایک اقتباس[151]

(رسول اکرم صلعم معراج میں جبرئیل کے ہمراہ فلک اول پر پہنچے تو)

سید محمد فراقی بیجاپوری[152]

مدینہ میں اگر پیدا ہوا ہوتا تو کیا ہوتا + محمد صلعم کی گلی بھیتر فنا ہوتا تو کیا ہوتا

عبث خوباں کی گلیوں میں عبث صرف نہ کر اے دل + مدینہ کی زیارت کوں گیا ہوتا تو کیا ہوتا

ارے مجنوں ہوا بدنام توں لیلی کو دل دے کر + اگر نبی صلعم کوں دل دیا ہوتا تو کیا ہوتا

ازل کے دفتر میں یارب اگر مفلس بھکاری ہوں + نبی صلعم کے آستانے کا گدا ہوتا تو کیا ہوتا

....

دور میر و مرزا

مرزا رفیع سودا

زہے دین محمد صلعم پیروی میں اوس کی جو ہووے + رہے خاک قدم اون کے چشم حور کی دیرانی

ملک سجدہ نہ کرتے آدم خاکی کو گر اس کی + امانت دار نور احمدی ہوتی نہ پیشانی

اوسی کو آدم و حوا کی خلقت سے کیا پیدا + مراد الفاظ سے معنی ہیں تا آیات قرآنی

خیال خلق اوس کا گر شفیع کافراں ہووے + رکھیں بخشش کی ہر صفت یہودی اور نصرانی

ہزار افسوس اے دل ہم نہ تھے اس وقت دنیا میں + وگر نہ کرتے یہ آنکھیں جمال اوس کے سے دیرانی

یہ نظم بھی پہلے آ چکی ہے

---

[150] نصیرالدین ہاشمی ، دکن میں اردو محولہ بالا ص ۶۱

[151] ایضاً ص ۹۷ [152] ایضاً ص ۲۹۰ [153] خلقت الافلاک — اشارہ لولاک لما خلقت الافلاک

تھوڑی سے جداسبا ہے کہ اوس قامت کے بعد اھے + قیامت ہوے گا دلچسپ وہ محبوب سبحانی

میرحسن دہلوی

ہے حبیب اور دوست اول مصطفےٰ + بعد اس کے انبیاء اور اولیاء

وہ محمد وارث کون و مکا ن + جس کی خاطر بہہ ہے کون و مکان ۱۵۳

وہ محمد رحمۃ للعالمین جس کا خادم ایک جبرئیل امین

نعت میں اس کی کہوں میں کیا سخن + میں کہاں اور نعت اس کی اے حسن

مدح جس کی خود کہے پروردگار + کیا لکھوں اس کی لکھوں میں خاکسار

حکیم مومن خان مومن

ہوا ہے کون سی ایسی مگر مدینہ کی + دم مسیح کو ہے جس کی حسرت پابوس

شرف مدینہ کو جس سے ہے خودہ ہو وہ + جسے بتاتے ہیں حضرت محبوب قدوس

جوخواب میں بھی کبھی دیکھتی جمال اس کا + وہ دیتی دل کبھی یوسف کو دختر طیطوس

جوشمع بزم کہوں اس کے روئے تاباں کو + کتان وہ ماہ ہے دورشعلۂ فانوس

وہ کون احمد مرسل شفیع ہر دوسرا + جو خلق کا سبب اور باعث معاد نفوس

جہاں مطاع شہنشاہ آفتاب نشان + فلک سریر قمر طلعت خلک ناموس

خمیدہ کس لئے ہے آسمان ہے تجھے بھلا + وہ تھا ازل سے جو مدنظر تیرا پابوس

ہے احتساب ترا مانع لباس حریر + وہ پھینک دے ہے کہیں چرخ اطلس ملبوس ۱۵۴

---

۱۵۳ اشارہ لولاک لما خلقت الافلاک — حدیث قدسی

۱۵۴ ریشم پہننے کی ممانعت میں کئی حدیثیں ہیں۔ حضرت عمر رضہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی کپڑے سے منع فرمایا پھر آپ نے اپنی شہادت اور بیچ کی دونوں انگلیوں کو ملاکر دیکھایا یعنی بقدر دو انگل جواز جائز ہے (تجرید جلد دوم ۔ کتاب اللباس ص ۹۳۲) ایک اور حدیث ہے ، حضرت عمر رضہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ اسے آخرت میں نہیں پہنے گا۔ (ایضاً ص ۹۳۲- ۹۳۳)۔ حضرت حذیفہ رضہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سونے چاندی کے برتن میں کھانے پینے اور ریشم و دیبا کے پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے (ایضاً ۹۳۳)

نہیں شراب کو بھی آفتاب کہتے ہیں + وہ آسمان کے واژون رہے مدام کہنوں[155]

....

دور متاخرین

محسن کاکوروی

محسن کاکوروی کا نعتیہ کلام اردو شاعری کی تاریخ میں نعت گوئی کی معراج کمال ہے یوں ان کے کلام میں کچھ غزلیں بھی ہیں لیکن بنیادی طور پر وہ نعت کے شاعر ہیں۔ انہوں نے غزل ، مثنوی اور قصیدہ ہر صنف میں نعت کہی ہے نعت گوئی کی بنیاد (جذبات عقیدت اور عشق و محبت رسول پر ہے اس لئے قدرتی طور پر یہ کلام نہایت پاکیزہ ہے محسن کاکوروی نے اپنے کلام میں جملہ شاعرانہ محاسن مثل تشبیہ و استعارہ ، کنایہ ، تلمیح ، مبالغہ و رعایت لفظی وغیرہ کا بڑی فنکاری سے استعمال کیا ہے اور خاص طور پر قرآن حکیم اور احادیث نبوی پر اپنے اشعار کی بنیاد رکھی ہے ان کے کلام سے یہاں بعض ایسے اشعار نقل کیے جاتے ہیں جو اس دعوی کی تائید کرتے ہیں -

جملۂ انبتہا اللہ نباتاً حسناً[156] + ان دوجوں فصل بہاری میں ہے طغرائے چمن

تو ہے داؤد نعم تو ہے سلیمان خاتم + فکر یحییٰ ہے تو ذکر زکریا ہردم

خلق خاص خلیل و برکات آدم + شکر یعقوبی و صبر دل ایوب بہم

شب معراج میں ہر شمع تجلی روشن + لیلۃ القدر میں ہے نور الہی روشن

نثار باران مسلسل ہے ملائک کا درود[157] + لبے تسبیح خداوند جہاں عز وجل

ہوا محسوس فقط اس کے مشاہدے کرلئے + سبحٰن[158] ملول خدا نور ہی مرسل

شب اسریٰ میں تجلی سے رخ انور کی + پڑ گئی گردن رفعت میں سنہری ہیکل

شاہد حضرت کا ہو تشدید دو لام واللیل[159] + صاد[160] مازاغ بصر سرمۂ چشم اکحل

---

[155] سورہ آل عمران میں ہے - فتقبلھا ربھا بقبول حسنٍ و انبتھا نباتاً حسناً و کفلھا زکریا [157] ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنو صلوا علیہ وسلمو تسلیما [158] اشارہ قصیدہ بردہ شریف ر - ک
[159] سورہ واللیل رکوع ۱۷ $\frac{30}{27}$ واللیل اذا یغشی والنھار اذا تجلی
[159] ما زاغ البصر و ما طغی - سورہ النجم رکوع ۵ / $\frac{27}{}$
[160] سورہ والضحی رکوع $\frac{30}{18}$ الم یجدک یتیما فاوی

(نوٹ متعلقہ صفحہ ما بعد)

[١٦١]

بحر امکان میں رسول عربی دریتیم + رحمت خاص خداوند تعالیٰ یادل

<u>امیر مینائی</u>

دبستان لکھنو کے ممتاز شعراء میں ہیں۔ انھوں نے غزلیں، قصیدے سب کچھ لکھے ہیں لیکن نعتیہ شاعری کی طرف بھی خاص توجہ تھی ان کے نعتیہ کلام میں قرآن حکیم اور احادیث نبوی کے حوالے اور اشارے بکثرت ملتے ہیں ذوق و شوق اور عشق رسول کے روح پرور مضامین ان کے نعتیہ دیوان میں موجود ہیں یہاں بطور نمونہ چند اشعار درج کیے جاتے ہیں۔

[١٦٢]

نفخت فیہ من روحی کے معنی سے ہوا ثابت یہ خزانہ ہے محیط اس چشمۂ روح مجرد کا

خلیل اللہ پر کیسی گلستاں ہوگئی آتش + ہوا مشکل کشا موجہ نسیم باغ احمد کا

بھا پایتخت شاہی پر سکندر کو زنداں بھی + وہاں دشوار تھا آزاد کرنا پا مقید کا

رہائی پائی قید بطن ماہی سے جو یونس نے + اشارہ یہ بھی تھا اک نون ابروئے محمد کا

قمر کو کس طرح کرتی نہ وہ انگشت دو ٹکڑے + انھیں دو نقطہ زیریں کا طالب لفظ تحاید کا

شب معراج کیا اس مقتدا نے مرتبہ پایا + خدا مشتاق، شہرہ قدسیوں میں آمد آمد کا

کس کی آواز تھی وہ طور پہ بالائے شجر + لن ترانی کی جو موسیٰ نے سنی تھی آواز

[١٦٣]

دعوت تنگ ہوئی دست مبارک سے فروغ + سیر سب ایک طبق میں ہوئے لشکر والے

---

[١٦٢] سورہ ص رکوع ۱۲ - آیت ۲۲ فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی فقعوالہ سجدین

[١٦٣] مشہور واقعہ حدیث شریف میں ہے (۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم خندق کھود رہے تھے تو ایک چٹان نمودار ہوئی، لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ایک چٹان خندق میں نکل آئی ہے آپ نے فرمایا میں اترتا ہوں - پھر آپ کھڑے ہوئے، آپ کے شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا اور ہم نے تین دن ایسا حال میں گزارے کہ ہم نے کچھ نہیں چکھا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال اس چٹان پر ماری تو وہ چٹان ریت کی طرح ہوگئی - جابر رضہ کہتے ہیں پھر میں اپنی بیوی کے پاس آیا میں نے کہا تیرے پاس کچھ کھانے کو ہے کیونکہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھوک کی شدت کا اثر دیکھا - پس اس بیوی نے ایک تھیلا نکالا جس میں قریب ساڑھے تین سیر کے جو تھے اور ہمارے پاس ایک بکری کا بچہ تھا میں نے اس کو ذبح کیا اور بیوی نے جو پیسے، یہاں تک کہ ہم نے گوشت ہانڈی پر چڑھا دیا - پھر

تمام نعت گو شعرائے واقعۂ معراج کا ذکر خاص طور پر اپنے کلام میں بڑے اہتمام سے کیا ہے متفرق اشعار کے علاوہ امیر مینائی کے کلام میں ایسے اشعار بکثرت ہیں جن میں ردیف ہی معراج یا شب معراج ہے مثلاً یہ غزل ۔

پہنچے جو سوئے عرش پیمبر شب معراج ۔ لینے کو ملک آئے برابر شب معراج

آگے جو بڑھے خاص پیمبر ہوئی خلوت ۔ یا آپ تھے یا خالق اکبر شب معراج

موقوف ہوئی شاقہ جتنی تھی عبادت ۔ پانی کی طرح بہہ گئے پتھر شب معراج

ایک اور غزل ہے ۔

کس کے آنے کی فلک پر ہے خبر آج کی رات ۔ آنکھ سورج سے ملاتا ہے قمر آج کی رات

شب معراج ہے محبوب کی، خوش ہیں مومن ۔ ساری امت پہ ہے رحمت کی نظر آج کی رات

کہکشاں کہتی ہے قسمت کا ستارا چمکا ۔ ہوگا اس راہ سے حضرت کا گزر آج کی رات

نیک و بد سب پہ برابر ہے عنایت کی نگاہ ۔ خشک کانٹے بھی ہوئے ہیں گل تر آج کی رات

صفحہ سابق کا مضمون۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور چپکے سے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور قریب ساڑھے تین سیر کے جو میری بیوی نے پیسے ہیں ۔ آپ اور آپ کے چند ساتھی تشریف لے چلیں یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی اے اہل خندق ، جابر نے تمہاری مہمانی تیار کی ہے پس جلدی چلو اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہانڈی نہ اتارنا اور آٹا نہ پکانا جب تک میں نہ آؤں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے گندھا ہوا آٹا آپ کے سامنے رکھا آپ نے اس میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا کی پھر ہانڈی کی طرف تشریف لے گئے اور لعاب دہن ڈالا اور دعائے برکت فرمائی پھر بیوی سے فرمایا روٹی پکانے والیوں کو بلاؤ کہ وہ بھی تمہارے ساتھ مل کر پکائیں اور گوشت ہانڈی سے نکالو اور ہانڈی کو چولہے پر سے مت اتارنا حضرت جابر رضی کہتے ہیں کہ اہل خندق ایک ہزار مرد تھے اور تین دن کے فاقے سے میں خدا کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ سب نے شکم سیر ہوکر کھانا کھایا اور ہانڈی اسی طرح جوش مار رہی تھی جس حالت میں وہ شروع میں تھی اور آٹا اسی طرح پکایا جا رہا تھا اور وہ اسی طرح تھا جس طرح شروع میں تھا ، یعنی یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس میں سے کچھ کم نہیں ہوا ہے (مشکوٰۃ ، باب المعجزات)

المعجزات

ایک اور غزل ہے -

غسل ہے معراج کی شب شاہ امم آتے ہیں + مالک مہر ومہ ولوح وقلم آتے ہیں

غول کے غول ملائک ہیں ادھر اور ادھر + واہ کس شان سے باجاہ وحشم آتے ہیں

ایک اور غزل ہے -

شب معراج ہے مہمان رسول اللہ آتے ہیں + چلیں حوریں ، بڑھے غلمان رسول اللہ آتے ہیں

ایک اور غزل کا مطلع ہے -

فرشتوں میں ہے ہنگامہ رسول پاک آتے ہیں + کھلیں رحمت کے دروازے شہ لولاک آتے ہیں

یہ صرف چند مثالیں تھیں ، امیر مینائی کے کلام میں اس قسم کی بیشمار مثالیں موجود ہیں۔ اور ان کی پوری نعتیہ شاعری میں قرآن حکیم اور احادیث نبوی صلعم کے حوالے اور اشارے موجود ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت مبارک کے بعد آپ کے اصحاب ، خلفائے راشدین ، آئمہ کرام اور مختلف بزرگان دین کی تعریف میں نظمیں لکھی جاتی ہیں ان کو منقبت کا نام دیا جاتا ہے - قصائد کے سلسلے میں سودا اور حکیم مومن خان مومن کے کلام سے جو مثالیں پیش کی گئی ہیں وہ اس کی تائید کرتی ہیں مثلاً دلدار علی مذاق بدایونی [123] ایک مشہور صوفی بزرگ تھے ان کے یہاں حضرت نظام الدین اولیاء کی مدح میں یہ غزل دیکھئے -

شہا تو خسرو اقلیم فقر و ملک عرفاں ہے + شہنشاہ ولایت ہے نظام دین و ایماں ہے

فرید عصر و یکتائے زماں ہے تو ولایت میں + معین دہر ہے قطب زماں ہے غوث دوراں ہے

تری وہ گیسوئے مشکیں کہ جن سے باغ جنت میں + پریشاں سر بسر سنبل بھی اے محبوب یزداں ہے

تری صورت سے وہ معنی وجہ اللہ ہیں پیدا + کہ تیرا جلوۂ پر نور شمع بزم امکاں ہے

وہ زلف تابدار و لعل و خال وخد و رخسارہ + شب قدر و سحاو ہلال و خضر و قرآں ہے

سراپا تجھ میں ایک شان رحیمی اور کریمی ہے + ظہور رحمۃ للعالمین ہے نور رحماں ہے

ترا قامت نہ فتنہ ہے نہ آفت ہے قیامت ہے + مرا دل تو یہ کہتا ہے کہ شاخ گلبن ریحاں ہے

---

[123] دلدار علی مذاق بدایونی - آئینہ دلدار مرتبہ ابرار علی صدیقی - طبع اول سنہ ۱۹۵۶ء لاہور

حضرت نظام الدین اولیاء کی مدح میں اقبال کی بھی ایک نظم ہے یہ نظم بانگ درا میں التجائے مسافر کے عنوان سے ہے ۔

التجائے مسافر

(بہ درگاہ حضرت محبوب الہی[1] ۔ دہلی)

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا + بڑی جناب تری فیض عام ہے تیرا

ستارے عشق[3] کے تیری کشش سے قائم ہیں + نظام مہر کی صورت نظام ہے تیرا

تری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی + مسیح[4] و خضر[4] سے اونچا مقام ہے تیرا

نہاں ہے تیری محبت میں رنگ محبوبی + بڑی ہے شان بڑا احترام ہے تیرا

اگر سیاہ دلم داغ لالہ زار توام

و گر کشادہ جبینم گل بہار توام

مختلف شعرائے حضرت عبد القادر جیلانی[2] ۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی[2] ، اور سلسلہ ہائے صوفیا کے مختلف اکابر کی شان میں اس قسم کی بکثرت نظمیں لکھی ہیں جو عام طور پر قوال گاتے ہیں اور خاص و عام ان سے لطف اندوز بھی ہوتے ہیں اور روحانی فیوض وبرکات بھی حاصل کرتے ہیں ۔

اردو شاعری کی چند اہم اصناف کے اس مختصر تجزیہ سے ہی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ اس کا بڑا سرمایہ وہی خیالات اور مضامین ہیں جن کا سرچشمہ اسلام ۔ اسلامی تعلیمات ۔ قرآن حکیم ۔ احادیث نبوی ۔ سیرت رسول پاک ۔ سیرت صحابہ کرام اور حالات و واقعات بزرگان دین ہیں ۔ پوری شاعری پر اسلامی نظریہ حیات کا اثر بہت گہرا ہے اورجو شاعر دین دار غیبی ہیں یا جن کی شاعری موضوعات کے اعتبار سے محض عاشقانہ بلکہ فاسقانہ بھی ہے وہ بھی تلمیحات استعارات تشبیہات وغیرہ میں اس دینی پس منظر کے محتاج ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ اردو شاعری نے اپنا جو اسلوب اور آہنگ پیدا کیا ہے۔ اس کے اشارات او ر شاعرانہ علائم جو رائج اور مقبول ہوئے ان کا ماخذ وہی تہذیب تھی جیسے مسلمانوں نے برصغیر پاک و ہند میں پروان چڑھایا تھا اور جس کی نشوو نما میں صوفیائے کرام ۔ بزرگان دین

مبلغین اسلام ۔ دین دار مسلمانوں خواص و عوام عاشقان رسول اور محبان اہلبیت و صحابہ کرام و خلفائے راشدین کے مداحون کا بڑا حصہ ہے۔ شاعری اسی ملک میں اسی ماحول اور اسی تہذیبی پس منظر میں پیدا ہوئی اور پروان چڑھی اس لئے بالکل قدرتی امر تھا کہ اس نے ان عناصر کو جذب کیا جن پر اس تہذیب و معاشرت کی بنیاد تھی۔ مختلف اوقات میں بار بار ان مضامین اور موضوعات کا اعادہ اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ یہ عناصر اساسی اور بنیادی ہیں اور ان کا اطلاق کسی ایک دور ، کسی ایک علاقہ ، یا کسی ایک صنف کے ممتاز شاعر کے کلام پر نہیں ہوتا یہ سلسلہ اردو شاعری کے آغاز سے اب تک جاری ہے اور جب تک اسلامی نظریہ حیات باقی ہے یہ رنگ و آہنگ باقی رہے گا۔

بـــــاب ششم

اردو شاعری میں اسلامی کردار اور افکار اســــلامی کا پرتو

جیساکہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے اسلام صرف ایک مخصوص طریق عبادت کا یا چند مذہبی رسـوم کے مجموعہ کا نام نہیں ہے بلکہ انسان کے لئے ایک مکمل ضا بطہ حیات ہے ، قرآن حکیم اور احادیث نبوی اس کے ماخذ ہیں " رسول خدا ؐ کی ذات ایک کامل نمونہ ہے اور آپ کی تقلید اور اتباع میں راہ نجات ہے ، اسی روشنی میں مسلمانوں کے کردار نے جنم لیا ہے ان کا ایک ضابطۂ اخلاق متعین ہوا ہے اور ان کے عمل کے لئے ایک راہ مقرر ہوئی ہے۔ ان کا ایک فکری نظام یا فلسفہ بھی ہے اور اگرچہ مفکرین اسلام نے فلسفیانہ اور مابعد الطبیعیاتی موضوعات پر اپنے اپنے انداز میں سوچا اور لکھا ہے لیکن ان سب کے یہاں اساس مشترک وہی اصول اور وہی نظریات ہیں جن پر دین کی بنیادیں استوار ہیں۔ حکیمانہ اور فلسفیانہ افکار و خیالا ت بالعموم نثر میں رقم ہوتے ہیں۔لیکن اس کی مثالیں بھی بکثرت ملتی ہیں کہ مفکرین نے شاعـری کو اپنے افکار کے اظہار کا وسیلہ بنایا۔ اس کی ایک مثال ہمارے سامنے علامہ اقبال کی ہے ا نکے فلسفہ کی تفصیل ان کی نثری تصانیف اور خطبات میں ہی ملتی ہے لیکن ان کی پوری فارسی اور اردو شاعری ان کے نظریات ، افکار و خیالات کی ترجمان ہے ۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ اردو شاعری میں حکیمانہ افکار میں کہاں تک اسلامی اور دینی عناصر شامل ہیں اس باب میں ہمیں خاص طور پر اسلامی تصوف اور صوفیائے کرام کے افکار و خیالات کی روشنی میں اردو شاعری میں تصوف کے عنصر کا جائزہ لینا پڑے گا کیونکہ فارسی شاعری سے اردو میں تصو ف

کی روایت آئی اور پھر خود برصغیر پاک و ھند کے صوفیائے کرام اور بزرگان دین کی زندگی اور ان کی تعلیمات نے تصوف کو روز مرہ زندگی ، شاعری اور ادب کا ایک جزو لاینفک بنادیا۔ یہاں تک کہ یہہ کہا جانے لگا کہ تصوف " برائے شعر گفتن خوب است ،، اور اسے شعرانے بھی جن کو ذھنی، جذباتی یا فکری طور پر تصوف سے تعلق نہ تھا اپنے کلام میں صوفیانہ اورعارفانہ مضامین ایک مسلمہ روایت کے طور پر شامل کئے ھیں۔

اس مقدمہ میں ھمیں یہہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں کہ لفظ تصوف کا ماخذ کیا ھے نہ اس بحث میں پڑنے کی ضرورت ھے کہ تصوف کے ماخذات کیا ھیں ، ھم ڈاکٹر ابوسعید نورالدین کی اس رائے کو ان مباحث کا خلاصہ سمجھتے ھیں :- [1]

" اسلامی تصوف کی اصل درحقیقت نہ مسیحیت ھے ، نہ نو افلاطونیت نہ بدھ مت اور ھندو فلسفہ ھے ، اور نہ فلسفۂ ایران ، بلکہ اسلام ھے ، قرآن مجید حدیث شریف اورآنحضرت صلعم کی ذات گرامی ھی اس کا اصلی منبع اور ماخذ ھے ۔ " مقامات ،، اور احوال اسلام کے عقائد اور اعمال میں سے ھیں۔ یہہ صحیح ھے کہ اوائل اسلام میں ان کا کوئی علمی تجزیہ یا کوئی منطقی ترتیب عمل میں نہیں آئی تھی بلکہ یہہ کام بعد میں صوفیائے کرام کی کوششوں سے انجام پایا اور علم تصوف ، نام پایا ، علوم دینیہ کا کوئی شعبہ بھی ایسا نہیں ھے جو اوائل اسلام ھی میں ایک منظم شکل میں وجود میں آیا ھو ، علم الحدیث ، علم التفسیر ، علم الفقہ وغیرہ سب کے سب بعد کی پیداوار ھیں لیکن اس سے یہہ رائے قائم نہیں کی جاسکتی کہ ان علوم کی اصل اسلام نہیں اور وہ کسی بیرونی اثرات کا نتیجہ ھیں۔ یہی حال تصوف کا بھی ھے

صوفیائے کرام کے اپنے اعترافات ، بیانات اور ان کی عملی زندگی سے بھی اس خیال کی تائید ھوتی ھے کہ صوفیا کا گروہ کوئی ایسی جماعت نہ تھی جو اسلام اور اس کے بنیادی

---

[1] ابوسعید نورالدین ، مقالہ پی ایچ ڈی کراچی یونیورسٹی ، اقبال اور تصوف شائع کردہ اقبال اکیڈمی ، مقدمہ ، حوالہ کے لئے اصل نسخہ مخزونہ کتاب خانہ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

ص ۔ ۱

عقائد ، افکار و خیالات سے منحرف ہو اور اسے اسلام سے الگ کوئی چیز سمجھتی ہو یہ جو عامۃ الناس میں مشہور ہوا کہ ایک راہ شریعت کی ہے اور ایک طریقت کی ، یہ اصل حقیقت سے بعید ہے اور کسی صوفی نے ان راہوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں بتایا ۔

" عبدالماجد دریابادی ،، عوارف المعارف کے مطالب کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شیخ کے قول کے مطابق تصوف نام ہے ، قولاً ، فعلاً ، حالاً ہر حیثیت سے اتباع رسول کا ۔[۲]

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی لکھتے ہیں [۳]

" اسلامی تصوف کی بنیادیں قرآن کی تعلیمات ، احادیث نبوی صلعم ، صحابہ کرام رضی کی پاک زندگی ، تابعین اور تبع تابعین کی سیرت پاک پر استوار ہوئی ہیں اور سچے مسلمان صوفی نہ کبھی حدود شریعت سے باہر نکلے اور نہ انہوں نے ترک دنیا ، ترک اسباب ، رہبانیت بے عملی ، سستی یا کاہلی کی تلقین کی ہے ۔ البتہ متاخرین میں سے بعض نام نہاد صوفیوں کے یہاں یہ عناصر اس طرح گھل مل گئے ہیں جس طرح دین اور دیگر امور معاشرت میں غیر اسلامی عناصر داخل ہوگئے ۔ جن سے اصلیت پر پردہ پڑگیا ہے ۔ ،،

اس قول کی تائید خود صوفیائے کرام کے اقوال اور ان کے اعمال سے ہوتی ہے صوفیا کے کئی مشہور سلسلے ہیں ۔ سب سے پہلا سلسلہ محی الدین عبدالقادر بن ابوصالح الجیلی کا ہے جو اب تک سلسلہ قادریہ کہلاتا ہے اور جس کے پیرو اب بھی برصغیر پاک و ہند میں بکثرت ، موجود ہیں اس سلسلے کے صوفی شریعت کے سختی سے پابند اور امور دین کے ادا کرنے میں پورا انہماک ملحوظ رکھتے ہیں اور تمام صوفیانہ افکار وسائل کی بنیاد قرآن اور حدیث پر رکھتے ہیں دوسرا سلسلہ سہروردیہ ہے جس کے بانی شہاب الدین عمر بن عبداللہ السہروردی ، سنہ ۵۳۹ھ / ۱۱۴۴ء تا سنہ ۶۳۲ھ / ۱۲۳۴ء ہیں ، ان کی سب سے مشہور تصنیف عوارف المعارف ہے ، اس کا ایک اقتباس ہم

---

[۲] عبدالماجد دریا بادی ، تصوف اسلام ، بحوالہ یورش تاتار اور متصوفانہ افکار و افکار سید عابد علی عابد ، مشمولہ ایران نامہ ، مطبوعہ بزم اقبال ، لاہور ، سنہ ۱۹۷۱ء ص ۳۵- ۳۶

[۳] تاریخ تصوف کا ھندی ، یونانی اور اسلامی پس منظر ، رسالہ اقبال اپریل سنہ ۱۹۵۷ء ص ۸۶

(بحوالہ عبدالماجد) نقل کرچکے ھیں جس سے اس کی تائید ھوتی ھے کہ اس سلسلے کے صوفی بھی شریعت کی پابندی کو تصوف کی شرط اول قرار دیتے ھیں ۔ تیسرے سلسلے کے بانی نورالدین بن عبداللہ (سنہ ۵۹۳ھ/۱۱۶۶ء تا سنہ ۶۵۶ھ/۱۲۵۸ء) تھے جن کے پیرو مصر ، شمالی افریقہ اور عرب ممالک میں زیادہ تھے ، چوتھا سلسلہ مولانا جلال الدین رومی سے شروع ھوتا ھے۔ جن کی وفات سنہ ۶۷۲ھ میں ھوئی ۔

برصغیر پاک و ھند کی تاریخ کے مطالعہ سے واضح ھوتا ھے کہ اس ملک میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت بڑی حدتک صوفیائے کرام کی مرھون منت ھے ۔ ڈاکٹر قریشی [۴] جنوبی ھند میں تبلیغ اسلام کے آغاز کے سلسلے میں لکھتے ھیں۔

" قدیم ترین بزرگوں میں سے جن کے متعلق ھمیں کچھ معلوم ھے وہ نطھر (نطہر) ولی تھے جن کا انتقال سنہ ۱۰۲۵ء میں ھوا اور جن کو ترچناپلی میں دفن کیا گیا ، ان کا تعلق ایشائے کوچک کے ایک مقتدر خاندان سے تھا مگر انھوں نے اپنی زندگی مذھب کے لئے وقف کردی تھی۔ان کے مرشد سید علی بادشاہ ھرمزی نے انھیں ھدایت کی تھی کہ جنوبی ھند جاکر تبلیغ اسلام کریں ، مدورا اور ترچنا پلی کے روئتوں میں ایک روایت ملتی (بیان) ھے کہ انھوں نے مطہر ولی کے ھاتھ پر اسلام قبول کیا تھا ۔"

ڈاکٹر قریشی نطھر ولی کے جانشینوں اور مریدوں کی کوششوں سے جنوبی ھند کے بعض راجاؤں اور ان کی رعایا کے قبول اسلام کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ھیں [۵]

" جب آھستہ آھستہ تصوف کے سلسلے ابھرنے لگے تو صوفیہ (صوفیاء) نے جنوبی ھند میں آنا شروع کردیا اور مسلمانوں کے ذوق و شوق کو برقرار رکھنے اور غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں لانے کے دوگونہ مقصد سے وھیں قدم جمادئے ۔ " جنوبی ھندوستان کے علاوہ برصغیر کے دوسرے

---

[۴] اشتیاق حسین قریشی ، برعظم پاک و ھند کی ملت اسلامیہ محولہ بالا ، ص ۸

[۵] ایضاً ص ۹

علاقوں میں بھی ابتدا ہی سے صوفیائے کرام کی ان کوششوں کا سراغ ملتا ہے۔ ملتان میں حضرت بہاء الدین ذکریا کے[6] متمکن ہونے سے قبل بھی ان کے مرشد شیخ شہاب الدین نے سلسلہ سہروردیہ کے ہی ایک صوفی شیخ نوح کو جو بھکر کے رہنے والے تھے سندھ بھیجا تھا ایسامعلوم ہوتاہے کہ وہ غالباً اس وجہ سے نمایاں نہ ہوسکے کہ وہ زمانہ خاموشی کے ساتھ کام کرنے یا شاید پس پردہ رہ کر تبلیغی خدمات انجام دینے کا تھا ، ہم سلسلہ سہروردیہ کی ایک اور شاخ کے تبلیغی کارناموں کا ذکر بھی پڑھتے ہیں جو اچھ میں قائم ہوئی تھی۔ سید جلال الدین بخاری ، جو شیخ بہاء الدین ذکریا کے مرید تھے سنہ ۶۴۴ھ میں اچھ میں آکر آباد ہوئے انھیں اس شہر میں اس قدر کامیابی حاصل ہوئی کہ ہندو حکمران کو جو ان کی بڑھتی ہوئی طاقت سے شکوک و شبہات میں مبتلا ہوگیا تھا اور انھیں شہر سے بدرکرناچاہتا تھا خود اپنی گدی سے ہاتھ دھونا پڑے اور اچھ اسلامی تبلیغ کا مرکز بن گیا -"

پنجاب کے سلسلے میں ڈاکٹر قریشی کا بیان ہے[7]

"اس بحث کے دوران ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ ملتان اور اچھ تبلیغ اسلام کے مرکز بن گئے تھے ، دسویں صدی عیسوی کے آغاز میں لاہور جہاں غزنویوں نے اپنی حکومت قائم کردی تھی ایک اور مرکز بن گیا یہ شہر اسلامی ثقافت کا گہوارہ ہوگیااور دنیا کے مشہور اسلامی شہروں میں شمار کیا جانے لگا ، نہ صرف شعرا اور ادبا بلکہ صوفیا اور علما بھی ہر چہار طرف سے یہاں جمع ہونے لگے - ان میں سے ایک شیخ اسماعیل تھے جو اس وقت لاہور پہنچ گئے تھےجب کہ محمود غزنوی نے ابھی اپنی طرف سے مسلم حاکم بھی مقرر نہیں کیا تھا ، کہا جاتا ہے کہ وہ ایک مبلغ کی حیثیت سے اس قدر کامیاب تھے کہ ان کے وعظ و تلقین سے ہزاروں ہندوؤں نے اسلام قبول کیا تھا صرف ایک جمعہ کو ایک ہزار آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے اور انھوں نے تقریباً روزانہ سینکڑوں دلوں کو نور ایمان سے منور کیا۔ لاہور سے متعلق ایک اور مشہور نام شیخ علی بن عثمان ہجویری کا ہے جو آج بھی اپنی کتاب کشف المحجوب کے مصنف کی حیثیت سے معروف

---

[6] ایضاً ص ۵۸ [7] ایضاً ص ۶۰

ھیں ، یہ کتاب تصوف کے قدیم ترین رسائل میں شامل ہے ان کی اور کتابوں کے بھی قلمی نسخے محفوظ ھیں مگر وہ اتنی معروف نہیں ھیں ۔ ان کے مریدوں میں ایک سید احمد بھی تھےجو سلطان سخی سرور یا لکھ داتا کے لقب سے زیادہ مشہور ھیں ، اس وقت سے لیکر قیام پاکستان تک ھندوؤں میں بھی ان کے بہت سے پیرو تھےجس سے معلوم ھوتا ہے کہ انھوں نے ھندوؤں میں کام کیا تھادس سال کا عرصہ گزرا کہ جالون میں سلطانیوں کا ایک طبقہ موجود تھا جو ان ھی کے نام سے منسوب تھا ۔۔۔"

ڈاکٹر قریشی اور دیگر مصنفین نے اس موضوع کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے [8]

لیکن ھم اس موقع پر صرف چند اشاروں پر ھی اکتفا کرسکتے ھیں۔ بنگال میں صوفیائے کرام کی دینی اور تبلیغی کوششوں کے سلسلے میں قدوسی [9] لکھتے ھیں۔

" گیارھویں صدی عیسوی کے صرفی شاہ سلطان رومی اور باباآدم شہید نے جنھوں نے بنگال میں اسلام کے چراغ کو روشن کیا اور جنھیں بنگال کا پہلا صوفی کہا جاسکتا ہے (اگرچہ ھمیں ابھی تک ان دونوں بزرگوں کے حالات واضح طور پر نہیں ملتے) بنگال میں اس وقت تبلیغ و اشاعت کا کام شروع کیا جب کہ بنگال کفر کا مضبوط مرکز تھا ۔ حالات کی ناساعدت/ماحول کی برھمی اگرچہ ان بزرگوں کا قدم قدم پر دامن پکڑتی تھی لیکن شوق کی بے باپانی اور خلوص و للّٰہیت ان کو آگے قدم بڑھانے پر مجبور کرتی تھی یہاں تک کہ سلطان رومی کو صداقت کے امتحان کے لئے راجا کوچ کے ھاتھوں زھر کا جام پینا پڑا ، اور بابا آدم شہید نے اعلائے کلمۃ الحق کی خاطرجہاد کرتے ھوئے راجا بلال سینا کے ھاتھوں جام شہادت نوش کیا ۔۔"

غرض سرحد سے بنگال تک اور کشمیر سے راس کماری تک برصغیر کا کوئی علاقہ اور کوئی خطہ ایسا نہ تھا جو ان بزرگوں کے فیض سے سیراب نہ ھوا۔ یہ ان علاقوں میں پہنچے جہاں آمدو رفت آسان نہ تھی ، ان مقامات کو اپنا مستقر بنایا جو تقریباً ویرانہ تھےسان

---

[8] منجملہ اور ماخذات کے دیکھئے ۔

[9] اعجاز الحق قدوسی تذکرہ صوفیائے بنگال ، ص ۳۳

کے ساتھ شاہی لشکر ، سازو سامان اور ہمراہی نہ تھے اور اکثر حالات میں مقامی آبادی جو غیر مسلموں پر مشتمل تھی ان کی مخالف تھی ، حکومتیں اپنی سیاسی مصلحتوں کی بناء پر تبلیغ دین کے فریضہ کی طرف سے چشم پوشی کرتی تھیں اور ان مبلغین اسلام کی کوئی مدد نہیں کرتی تھیں ، یہ اللہ والے خود درباروں کے ماحول سے دور بھاگتے تھے اور سیاست سے خود کو الگ رکھتے تھے ، لیکن ان کے ذاتی کردار اور اوصاف سے ان کے لئے راہیں ہموار ہو جاتیں اور وہ تبلیغ دین کے فریضہ کو ادا کرتے رہتے، بادشاہوں کے دربار جمے اور اجڑ گئے ، سلطنتیں قائم ہوئیں اور ان کے نام ونشان تک مٹ گئے لیکن یہ صوفی آج بھی زندہ ہیں اور ان کا فیض جاری ہے۔

جیساکہ اس مقالہ کے آغاز میں بیان کیا جاچکا ہے مسلمانوں کے دور حکومت میں عرصہ تک عربی علمی زبان کی حیثیت سے اور فارسی تہذیبی اور سرکاری دفتری زبان کی حیثیت سے رائج رہی اور اسی لئے ادبی اور شعری تخلیقات بھی پہلے فارسی میں اور پھر فارسی آمیز اردو میں ہوتی رہیں لیکن ان صوفیائے نے اپنی تبلیغ و تدریس کے لئے مقامی ہندی کو ہی اختیار کیا کیونکہ یہ لوگوں کی روزمرہ کاروبار اور عام گفتگو کی زبان تھی اور ان کے دلوں تک پہنچنے کے لئے اسی وسیلہ کی ضرورت تھی ، دوسرے ان کا مقصد شاعری یا افسانہ نگاری نہیں تھا اس لئے بھی انھوں نے ایک ایسی زبان کو اختیار کرلیا جو اس وقت تک ادبی سطح حاصل نہیں کرپائی تھی چنانچہ اردو کی ابتدائی نشوونما میں بھی ان صوفیا کا بڑا ہاتھ ہے ۔ ان کی تصانیف میں کچھ دینی کتابیں مسائل کی ہیں اور بعض تصوف کے خاص موضوعات سے تعلق رکھتی ہیں لیکن آہستہ آہستہ تصوف کے مضامین شعر و ادب میں اس طرح سرایت کرتے گئے کہ آج یہ شاعری کی مختلف اصناف بالخصوص غزل کا ایک جزو لاینفک معلوم ہوتے ہیں اور اس طرح اردو شاعری میں دینی پس منظر کے ایک فکری پہلو کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہی افکار اور مضامین اس باب کا موضوع ہیں۔

پہلے ہم مختصر طور پر بعض خاص صوفیانہ مباحث کا تذکرہ کرتے ہیں جو ہمیں شعرو ادب میں بھی ملتے ہیں اور پھر ان کی تائید میں مختلف ادوار سے اردو شاعری سے ان کی مثالیں پیش کریں گے۔

۱) معرفت

صوفیوں کے نزدیک تخلیق آدم کا مقصد معرفت تھا ، سلوک کا مقصد معرفت الٰہی ہے اور اس معرفت کا حصول نور الٰہی پر منحصر ہے ۔ ادراک یا عقل انسانی کی اس تک رسائی ، نہیں لیکن انسان اس معرفت کا اہل ہے ۔ اپنے نفس اور اپنی ذات کی معرفت اس معرفت کی پہلی منزل ہے ۔

۲) وحدت وجود اور وحدت شہود

یہہ تصوف کے اہم ترین مسائل و مباحث میں سے ہے ۔ جیساکہ اصطلاح سے ظاہر ہے اس عقیدہ کے مطابق وجود صرف ایک ہے اور وہی وجود حقیقی ہے صوفیاکے نزدیک اس کی بنیاد بھی آیات قرآنی ہیں مثلاً

وکان اللہ بکل شی محیط (۴/۱۲۶) اور اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کو احاطہ فرمائے ہوئے ہیں ،

وانت علی کل شی شہید (۵/۱۱۷) اور آپ ہرچیز کی پوری خبر رکھتے ہیں

اس سے بعض مسائل اور پیدا ہوتے ہیں جن کا ذکر ہمارے شعرا نے بہت کیا ہے ، مثلاً وجود حقیقی ایک ہے تو پھر یہہ سب جو ہم دیکھتے ہیں وہم کا کارخانہ ہے اور خود ہمارا وجود بھی محض ایک وہم ہے ۔ اس سے نفی حیات اور محو خودی کا راستہ کھلتا ہے۔ انسان کوشش اور جدوجہد ترک کرکے بے عملی کی زندگی اور بالآخر فنا چاہتاہے تاکہ قطرہ جو سمندر سے جدا ہواہے پھر سمندر میں مل جائے ۔ اور سمندر بن جائے ، مختصریہ کہ وجود دراصل واحد ہے اور وہی وجود واحد دیگر موجودات کا ماخذ اور منبع ہے۔ تمام کائنات بطریق تجلی اسی وجود واحدسے نکلی ہے اور اس کو بالآخر لوٹ کر اسی اصل وجود میں محو ہوجانا ہے۔اس نظریہ کو ہمہ اوست کا نظریہ بھی کہاگیا ہے ، بعض حضرات جو اس نوع کی وحدت وجودی کے قائل نہیں کہتے ہیں کہ موجودات وجود واحد کی نمود ہونے کی حیثیت سے اسی وجود سے صادر ہوئے ہیں وہ خود کسی شئے سے صادر نہیں ہوا ہے اس مسئلہ کو ہمہ ازوست کا نظریہ کہتے ہیں میر کا یہہ شعر دیکھئے ۔

تھا مستعار حسن سے اس کے جو نور تھا + خورشید میں بھی اس کا ھی ذرہ ظہور تھا

مرزا غالب کا یہ فرمانا ۔

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا + ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

یا ع عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا

۳) محبت اور عشق الہٰی

شعرا کے لئے صوفیائے عقیدہ عشق و محبت کا نظریہ ان کے مقبول ترین ارکان میں سے ہے اور اس کی بنیاد بھی بقول صوفیا قرآن حکیم اور احادیث نبوی پر ہے۔ اسے صوفیائے کرام نے حب الہی کا نظریہ کہا ہے ، یہ نظریہ اسلامی تصوف میں بہت اہم ہے اور یہ دعوی درست ہے کہ اس باب میں صوفیا کے خیالات کسی اور ماخذ سے نہیں آئے بلکہ خود اسلام میں ان کا منبع ہے ۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے۔

" تو کہہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری متابعت کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

ایک حدیث شریف ہے جس کو ہم پہلے بھی نقل کرچکے ہیں ۔ اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اس کے بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں [۱۰]

بعض شعرا نے عشق حقیقی اور عشق مجازی کی تفریق کی ہے ، اور بعض نے مجاز کو حقیقت کا زینہ ، سیڑھی یا پہلا قدم بتایا ہے۔ محبت اور عشق کے مضامین صوفیوں کو اس درجہ محبوب اور مرغوب ہیں کہ ان کے نزدیک تصوف کی بنیاد ہی محبت اور عشق الہی ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں [۱۱]

---

[۱۰] بخاری شریف جلد اول ص ۷

[۱۱] جلال الدین رومی ، مثنوی ، مطبوعہ بروخیم جلد اول ، ص ۲

هر کرا جامہ زعشقے چاک شد + او زحرص و جملہ عیبے پاک شد

شاد باش اے عشق پرسودائے ما + اے طبیب جملہ علت ہائے ما

اے دوائے نخوت و ناموس ما + اے تو افلاطون و جالینوس ما

جسم خاک از عشق بر افلاک شد + کوہ در رقص آمد و چالاک شد

عشق جانِ طور آمد عاشقا + طور مست و خرّ موسیٰ صاعقا

بالب دمساز خود گر جفتمی + همچو نے من گفتنیہا گفتمی

ہرکہ او از ہم زبانے شد جدا + بے نوا شد گرچہ دارد صد نوا

چونکہ رنگ گل رفت و گلستان در گذشت + نشنوی زان پس ز بلبل سرگذشت

جملہ معشوق است و عاشق پردہ + زندہ معشوق است و عاشق مردہ

چون نباشد عشق را پروائے او + او چون مرغے ماند بے پروائے او

۳) قرب و معیت الہیٰ

قرب ومعیت الہی کے عقیدہ کی بنیاد بھی قرآن و حدیث پر ہے ، قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے -

و ہو معکم ...... بصیر ۴/۵۲

و اصبر ....نا عینا (۴۸/۵۲) " اور آپ اپنے رب کی (اس) تجویز پر صبر سے بیٹھے رہئے کہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں " ۴۸/۵۲

قالا لاتخافا اننی معکما........ و آری (~~۴۸/۴۴~~) ارشاد ہوا تم اندیشہ نہ کرو کیونکہ میں تم دونوں کے ساتھ ہوں- " ۴۶/۲۰

" اذا سالک ...... فانی قریب ، اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو میں قریب ہی ہوں - ۱۸۶/۲

انہ سمیع ، قریب " وہ سب کچھ سنتا اور بہت نزدیک ہے - ۵۰/۳۴

ونحن اقرب الیہ من حبل الورید " اور ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی گردن کی رگ سے بھی زیادہ - " ۱۶/۵۰

۵) فقر

صوفیا کی ایک صفت فقر واستغنا ھے ، اس کی بنیاد بھی اسلامی فقر ھے ، رھبا یا بدھوں کا فقر اور استغنا نہیں ، قرآن حکیم میں ارشاد ھوا ھے۔

یاایھاالناس ..... غنی الحمید ۔ لوگو تم اللّٰہ کی طرف سے محتاج ھو اور اللّٰہ بے نیاز اور قابل ستائش ھے ۔ [۱۵/۳۵]

یہاں فقرسے مراد دریوزہ گری اور بھیک مانگنا یا فقیروں کی صورت یا حلیہ بنانا نہیں ھے ۔ اس کی تعریف میں ایک صوفی ابراھیم بن احمد الخواص کا قول یہ ھے ۔

" الفقر رداء الشرف و لباس المرسلین وجلباب الصالحین و تاج المتقین وزین المومنین و غنیمۃ العارفین ، ومنیۃ المریدین ، و حصن المطیعین ، و سجن المذنبین و مکفر للسیئات و معظم للحسنات و رافع الدرجات و مبلغ الی الغایات ورضاالجبار ، وکرامۃ اھل الولایۃ من الابرار و شعار الصالحین ، ودأب المتقین [۱۲]

شیخ ابونصر عبداللّٰہ بن علی السراج کی تصنیف کتاب اللمع تصوف کے قدیم ترین مآخذ میں سے ھے اس میں صوفی کی پہچان کے سلسلے میں جو وضاحت ھے اس سے صوفیا کے فقر کی وضاحت ھوتی ھے [۱۳]

" شیخ ابونصر نے فرمایا کہ صوفی کی پہچان یہ ھےکہ وہ ھر اس چیز کو ترک کرتا ھےجوبراہ راست اس سے تعلق نہیں رکھتی ، اور اس کے مقصود و مطلوب کے حصول میں حائل ھوتی ھے اور اس کا مقصود سوائے اللّٰہ کے کچھ اور نہیں ھوتا ، وہ دنیا میں لباس ، کھانے پینے ھر چیز میں کمی کرتا ھے اور فقر کو غنا پر اختیار کرتا ھے۔ غلو و ترفع کو ترک کرتاھےخلق پر شفقت کرتا ھے ، صغیر و کبیر کی تواضع کرتا ھے اور وقت ضرورت ان کے لئے ایثار کرتا ھے قضائے الٰہی پر راضی ھوتا ھے۔ صبر کرتا ھے مجاھدہ کرتا ھے ، نفس کی لذت اور خواھش

---

[۱۲] ابونصر عبداللّٰہ بن علی السراج الطوسی ، مرتبہ آر۔ اے ۔
کتاب اللمع ، مطبوعہ لائیڈن ، سنہ ۱۹۱۶ء
[۱۳] کتاب اللمع ، محولہ بالا ، ص[۱۱] (اردو ترجمہ راقم مقالہ)

کو ترک کرتا ہے ۔ "

ظاہر ہے صوفی کے اس تصور میں ترک علائق نہیں ورنہ صغیر و کبیر کی تواضع یا خلق پر شفقت کا موقع کہاں سے ملے اور وقت ضرورت ایثار کی صورت کیونکر پیدا ہو ، باقی جو اور صفات ہیں وہ بھی قرآن حکیم میں ایمان لانے والوں کی صفات بتائی گئی ہیں مثلاً مقصود صرف اللہ ہے ، مومن قضائے الٰہی پر راضی ہوتا ہے ۔ صبر کرتا ہے مجاہدہ کرتا ہے۔

۶) ورع اور پرہیزگاری :-

اس سلسلے میں شیخ ابونصر فرماتے ہیں [۱۴]

" مقام ورع مقام شریف ہے "

آگے چل کر فرماتے ہیں کہ اہل ورع کے تین طبقات ہیں ، پہلا طبقہ ان چیزوں سے پرہیز کرتا ہے جو نہ صاف حلال ہیں اور نہ صریحاً حرام اور جو " الشبہات " کے تحت آتی ہیں ۔

دوسرا طبقہ ان چیزوں سے پرہیز کرتا ہے جن سے ان کا قلب منع کرتا ہے۔ چنانچہ حارث المحاسبی کی بابت روایت ہے کہ انہوں نے کبھی ایسی غذا نہ کھائی جس پر شبہہ ہو ۔

تیسرا طبقہ بقول شیخ " عارفوں اور واجدوں " کا ہے جو ابوسلیمٰن الدارانی سے متفق ہیں کہ ہر چیز جو اللہ تعالی سے دور کرے اسے ترک کریں ، سہیل بن عبداللہ اور شبلی کا بھی یہی قول ہے

۷) صوفی وہ ہے جو صبر کرتا ہے ۔ قرآن حکیم میں بکثرت آیات سے صبر کی تلقین ہوتی ہے ان اللہ مع الصابرین [۱۵۵/۲] بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب [۱۰/۳۹] صبر کرنے والوں کو ان کا صلہ بے حساب ہی ملے گا ، سراج نے ان کے بھی تین مرتبے بتائے ہیں متصبّر ، صابر اور صبّار ، ظاہر ہے صبر سے استقامت پیدا ہوتی ہے اور انسان کے کردار میں جلا پیدا ہوتی ہے۔

۸) توکل ، صوفیاء نے اس صفت پر بہت زور دیا ہے اور اس کی بنیاد بھی قرآن حکیم کی آیات واحادیث ہی پر ہے ۔

---

[۱۴] ایضاً ص ۳۵ [۱۵] ایضاً ص ۵۱

وعلى اللّٰه فتوكلوا ان كنتم مومنين $\frac{5}{22}$ ~~سورة~~ $\frac{23}{5}$

اور اللّٰہ تعالیٰ پر نظر رکھو (توکل کرو) اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

ومن يتوكل على اللّٰه فهو حسبه ~~$\frac{65}{3}$~~ $\frac{3}{65}$

اور جو شخص اللّٰہ پر توکل کرے گا تو اللّٰہ تعالیٰ اس (کی اصلاح مہمات) کے لئے کافی ہے

وتوكل على العزيز الرحيم ~~$\frac{26}{217}$~~ $\frac{217}{26}$

اور اپنے خدائے قادر رحیم پر توکل رکھئے ۔

شیخ سراج نے [12] ذوالنون مصری کا قول نقل کیا ہے کہ توکل "الانخلاع من الحول والقوة" ہے ۔

⑨ رضا ، بندہ مومن رضائے الہی پر راضی رہتا ہے ۔ صوفیائے بھی اس پر بڑا زور دیا ہے اور مقامات سلوک میں اسے آخر المقامات ، لکھا ہے ۔

سطور بالا میں نہایت اختصار سے تصوف کے بعض مضامین اور موضوعات کا ذکر کیا گیا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تعلیم اور اصول دین کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس کو صوفیا نے نظرانداز کردیا ہو ، قولاً وعملاً وہ شریعت کے پابند تھے اور بار بار اکابر صوفیائے اس غلط فہمی کی تردید کی ہے کہ کوئی شخص ترک قرآن وسنت کے بعد صاحب ایمان رہ سکتا ہے بایزید بسطامی جو صوفیا میں بڑا مرتبہ رکھتے ہیں فرماتے تھے کہ میں بھوکے پیٹ اور ننگے بدن کے ذریعے سے اس مرتبہ تک پہنچا ، بایںہمہ اتباع سنت میں ان کو سخت انہماک تھا اور فرماتے تھے کہ جو شخص کلام الہی کا حافظ اور احادیث رسول صلعم کا عالم نہیں اس کی تقلید طریقت کے باب میں درست نہیں ہے اس لئے کہ ہمارے اس سارے علم کا ماخذ قرآن اور حدیث ہیں صوفیائے کرام کے حالات زندگی پڑھنے سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ سچے مسلمان تھے اور پابندی شریعت کو اپنے لئے لازمی سمجھتے تھے۔

---

[12] ایضاً ص ۵۱

بعض ایسی روایات صوفی اور تصوف سے وابستہ ہوگئی ہیں جو دراصل اسلامی تصوف کے عناصر نہیں ہیں لیکن بعض حضرات لاعلمی اور غلط فہمی کی بنا پر ان کو بھی اسلامی تصوف کا جزو سمجھتے ہیں ، مثلاً توکل اور قناعت کے معنی یہ ہرگز نہیں کہ انسان کسب معاش کے لئے جدوجہد نہ کرے اور محنت و مشقت سے ، جی چرائے ۔ سراج جن کے بعض اقوال ہم سطور بالا میں نقل کرچکے ہیں ، توکل اور اکتساب ، کی حقیقت بیان کرتے ہوئے روزی پیدا کرنے اور اسباب پر تصرف کے باب میں فرماتے ہیں۔

" من طعن علی الاکتساب فقد طعن علی السنۃ ، و من طعن علی التوکل فقد طعن علی الایمان ، جس نے اکتساب (روزی) پر طعن کی ، اس نے سنت رسول پر طعن کی اور جس نے توکل پر طعن کی اس نے ایمان پر طعن کی ۔

اسی سلسلے میں سراج نے ابن سالم کا یہ قول بھی نقل کیا ہے[17]

" التوکل حال الرسول والکسب سنۃ الرسول ،

توکل رسولؐ کا حال ہے اور کسب (روزی) رسول اللہ کی سنت ہے ۔ "

اس سے اس خیال کی بھی تردید ہوجاتی ہے کہ صوفیانہ تعلیمات صرف ترک دنیا اور رہبانیت کی دعوت دیتی ہیں۔ اس کے برعکس صوفیا نے انتہائی نازک حالات میں بھی کلمۂ حق بلند کیا قرآن اور حدیث کے اتباع پر زور دیا۔ لوگوں کو نیکی اور راستی کی طرف بلایا اور ایسا کردار بنانے کی کوشش کی جو اسلام کے اصولوں کے مطابق تھا۔

اردو شاعری کی تاریخ میں صوفیانہ مضامین ابتدائی ادوار سے ہی ملتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو ہم اوپر بیان کرچکے ہیں کہ اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا نمایاں حصہ ہے ، اس لئے قدرتی طور پر انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس میں تصوف کے مضامین اور موضوعات موجود ہیں ، دوسرا سبب اس کا یہ ہے کہ جب اردو شاعری اور نثر نے مستقل ادبی حیثیت اور معیار حاصل کرنے کی طرف قدم اٹھایا تو اس کا مقابلہ فارسی سے تھا اور فارسی

---

[17] ایضاً ص ۵۳

کی ادبی و شعری روایات کے مقابلہ میں ایک نئی اور کمزور زبان کا اعتبار قائم کرنا تھا چنانچہ ابتدائی دور کے ذواللسان شعرا کی کثرت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی فارسی شاعری پرناز کرتے تھے اور ریختہ کو اپنے مرتبہ سے گرا ہوا سمجھتے تھے ۔ اسی احساس کمتری کا نتیجہ تھا کہ ہمارے نقاد اور تذکرہ نگار ہمارے شعرا کے کمال کے اظہار کے لئے ان کا مقابلہ فارسی کے مسلم الثبوت اساتذہ سے کرتے تھے سودا کو انوری کہتے ہیں۔ شیخ ابراہیم ذوق خاقانی ہند ہیں ، حفیظ جالندھری کو فردوسی اسلام کہنے لگے ، یہتہ روایت میرو مصحفی کے عہد تک باقی رہی کہ مصحفی میر اور سودا پر اپنی ترجیح کی دلیل یہ لاتے ہیں کہ وہ دونوں صرف ریختہ گو، تھے اور زمانہ ان کی (یعنی مصحفی کی) فارسی شاعری کا بھی مداح اور معترف تھا ۔ اور یہتہ روایت مرزا غالب بلکہ ہمارے دور میں علامہ اقبال تک ملتی ہے مرزا کے جس کلام کو ان کے قدردان وید مقدس کے بعد ہندوستان کی دوسری الہامی کتاب بتاتے ہیں مرزا خود اسے مجموعۂ بے رنگ کہتے ہیں اور اپنے پڑھنے والوں کو اسے چھوڑ کر اپنی فارسی شاعری کے مطالعہ کی دعوت دیتے ہیں ، ولی کو عرصہ تک اردو شاعری کا باوا آدم سمجھا گیا ۔ تحقیق نے یہتہ اولیت تو ان سے چھین لی لیکن ریختہ کے ایک مسلم استاد کی حیثیت سے وہ ہماری ادبی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اور روایت ہے کہ شاہ سعداللہ گلشن نے بھی ان کبھی مشورہ دیا تھا کہ تم اپنی دکھنی زبان چھوڑ کر محاورۂ اردوئے معلی شاہجہان آباد اختیار کرو اور وہ سارے مضامین جو فارسی میں بیکار پڑے ہیں ریختہ میں لاؤ، چنانچہ فارسی کے مضامین ریختہ میں آنے لگے ، ممکن ہے یہتہ روایت درست ہو اور اس مشورے کے بعد ولی نے قصداً اپنی غزلوں میں فارسی غزل کے مضامین زیادہ لانا شروع کردئے ہوں لیکن دکھنی غزل پر فارسی کا اثر اس سے پہلے بھی ملتا ہے ۔ چنانچہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کی کلیات میں نہ صرف یہتہ کہ فارسی شاعری کے عام مضامین اس کی دکھنی شاعری میں موجود ہیں بلکہ اس نے تو فارسی کے بعض اکابر شعرا کی غزلیں فارسی سے اردو میں ترجمہ کی ہیں حافظ کی غزلیں بھی ان میں شامل ہیں۔ پھر دکھنی دور میں ہی فارسی نثر اور نظم سے بکثرت تراجم دکھنی میں ہوچکے تھے ، خاص طور پر کئی مثنویاں فارسی سے ترجمہ ہوئی تھیں اور قدرتی طور پر بعض مثنویاں

ان کے نمونوں پر بھی لکھی گئی تھیں ، دکھنی غزل میں ایک روایت عورت کی زبان سے اظہار عشق کی اپنی مقامی روایت ہے لیکن اس کے علاوہ فارسی غزل کے عام مضامین اس میں بلاتکلف ، استعمال ہوئے ہیں اور اس میں تصوف کے عام مضامین اور موضوعات بھی شامل ہیں۔

اردو شاعری میں ان صوفیانہ مضامین اور موضوعات کے اختیار کرنے کا ایک تاریخی پس منظر بھی قابل غور ہے ، بعض حضرات کا خیال ہے کہ جو زمانہ اردو شاعری کے فروغ اور اس کا عہد زریں ہے وہ سیاسی اعتبار سے بڑے انتشار اور اضطراب کا دور ہے یہ دور اورنگ زیب ، کی وفات (سنہ ۱۷۰۷ء)سے شروع ہوتا ہے اور سنہ ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی کے ساتھ اس کا ایک مرحلہ تمام ہوتا ہے ۔ اس ڈیڑھ سو سال کے عرصہ میں سیاسی اعتبار سے بڑا خلفشار رہا اور مغلوں کی عظیم الشان سلطنت جو برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی عظمت اور شان و شوکت کا ایک نشان تھی پارہ پارہ ہوگئی ، تخت و تاج کے لئے کشمکش نے دربار کو مختلف متحارب گروہوں میں تقسیم کردیا تھا ، ایرانیوں ، تورانیوں ہندیوں کی جماعت بندی الگ تھی محلسرا کی سازشیں الگ درپردہ اور علانیہ کام کررہی تھیں ادھر مسلمانوں کی مخالف جماعتوں نے ایک الگ محاذ کھول رکھا تھا ۔ جنوبی ہند سے مرہٹے ، شمال میں سکھوں اور جاٹ مسلما نوں کی سلطنت اور ان کے وجود کو مٹانے کے درپے تھے اور سیاسی بحران نے انھیں اپنی طاقت بڑھانے اور دلی تک لوٹ مار کرنے کا حوصلہ بخشا ، وہ چوتھ کے نام سے ایک ٹیکس وصول کرتے تھے اور علی الاعلان لوٹ مار کرتے تھے۔ معاشی بدحالی اس کا لازمی نتیجہ تھی ، خزانے خالی ہو چکے تھے اور بیچارے سپاہیوں تک کو ان کی تنخواہ نہیں مل سکتی تھی۔ صنعت و حرفت تباہ تھی اور مختلف پیشہ ور فاقہ کشی کی زندگی بسر کررہے تھے امن و امان کی صورت ناپید تھی اس کا نقشہ دیکھنا ہوتو ان شہر آشوبوں کو پڑھئے[18] جن میں اس صورت حال کو پیش کیا گیا ہے اس سلسلے میں ڈاکٹر شمس الدین صدیقی لکھتے ہیں[19]

---

[18] ایک اچھا مطالعہ ڈاکٹر نعیم حسین جعفری کا مقالہ اردو شہر آشوب ہے جس پر کراچی یونیورسٹی نے پی ایچ ڈی کی ڈگری دی ہے۔
قلمی نسخہ موجودہ کتاب خانہ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

[19] شمس الدین صدیقی مقالہ سیاسی فکری معاشرتی اور تہذیبی پس منظر ، مشمولہ تاریخ ادبیا ت مسلمانان پاکستان وہند ، ساتویں جلد اردو ادب (۲) ص ۸

" یوں تو کسی شخصی حکومت کے بدلنے کا عوام پر بہت کم اثر ہوتا ہے لیکن مغل

حکومت کا زوال درحقیقت عوام کا زوال تھا، جو مصیبت مغل بادشاہوں پر آئی تھی اس کا اثر

امرا اور روسا سے لیکر عوام الناس تک سب پر برابر پڑا اور مسلم ہندوستان کے تہذیب وتمدن

اور ذہن و فکر کے تمام شعبے براہ راست یا بالواسطہ اس سے متا ثر ہوئے "

ظاہر ہے ایسے سیاسی ، معاشی اور معاشرتی خلفشار میں اخلاقی اقدار پر بھی دباؤ

بڑھتا ہے اور اکثر کمزور طبع حضرات اس دباؤ کو برداشت نہیں کرسکتے ۔ عدم تحفظ کا احساس

عزت و ناموس کا خطرہ ، فاقہ کشی ، ذہنی سکون کا فقدان بعض لوگوں میں ایک منفی ردعمل

پیدا کرتا ہے اور وہ اخلاقی اقدار کو پس پشت ڈال کر خود غرضی کا شکار ہو جاتے ہیں حرص

و ہوس کا چلن عام ہو جاتا ہے ، جنسی بے راہ روی کی کوئی پروا نہیں کرتا ، دہ کوئی شرافت

نسبی کو پوچھتا ہے اور نہ شخصی اور ذاتی اعلی صفات و کردار کی قدر کی جاتی ہے زمانہ

سازی ، چاپلوسی ، خوشامد ، جاہ طلبی جیسی عادات پیدا ہو جاتی ہیں ، قومی غیرت وحمیت

کا جنازہ نکل جاتا ہے [19] اس ردعمل کا تجزیہ کرتے ہوئے ڈاکٹر شمس الدین کا بیان ہے [20]

" معاشرے کے اس انتشار کا ردعمل لوگوں پر مختلف صورتوں میں ظاہر ہوا ایک طبقے

نے مادی دنیا اور اس کی آلائشوں سے منہ موڑ کر عالم آخرت کی طرف توجہ کی اور مذہب کا

سہارا لیکر انفرادی نجات کی فکر میں لگ گئے ۔ دوسرے نے دین اور عاقبت کے خیال سے بے نیاز

ہوکر حیاتی و جمالیاتی لذتوں میں پناہ ڈھونڈی ، (بعضوں نے ان دونوں کشتیوں میں بیک ،

وقت سواری کرنے کی کوشش کی) ، تیسرے نے حالات کے خلاف احتجاج کیا اور اپنے معاصرین کو ان

برائیوں کی طرف توجہ دلائی اور چوتھے نے محض احتجاج پر اکتفادہ کرکے اصلاح احوال کی عملی

کوشش کی ، پہلا طبقہ وہ تھا جس میں تصوف کو مقبولیت ہوئی ، تصوف میں شروع سے دو مسلک

رہے ہیں ، ایک جو سعی و عمل ، اخلاق کی درستی اور راستی و راست بازی کو تصوف کا ایک

---

[19] دیکھئے اقبال کی وہ نظم جو بانگ درا میں غلام قادر روہیلہ کے عنوان سے ہے ۔

[20] شمس الدین ، محولہ بالا ، ص ۹ ۔ ۱۰

(دور انحطاط میں تصوف بطور پناہ گاہ)

اهم پہلو تصور کرتا تھا مگر اس دور میں تصوف کی اس تعلیم کو زیادہ پسند کیا گیا جس میں
فرار کا پہلو غالب تھا ۔ اس لحاظ سے دنیا کو قحبہ خانہ یا مردار قرار دے کر اس سے دامن
بچانے کی تاکید کی جاتی ، دنیا کی بے ثباتی اور دولت و اقتدار کی ناپائیداری پر زور دیا
جاتا تھا ، تقدیر کے اٹل ہونے کا یقین دلایا جاتا تھا ، زندگی کو محض سراب بتایا جاتا تھا
صبر وقناعت اور توکل و استغنا کو زندگی کی بہترین قدریں تصور کیا جاتا تھا ہمہ اوست یا
ہمہ از وست کی تلقین ہوتی تھی ، فنافی اللّٰہ اور بقاباللّٰہ کی منزلوں کو اعلیٰ ترین منزلیں
سمجھا جاتا تھا ، تصوف کو ان تعلیمات کے باعث اس عہد میں جتنی مقبولیت حاصل ہوئی
غالباً کسی اور دور میں نہیں ہوئی کیونکہ زندگی کے تلخ و ناخوشگوار حقائق سے فرار اختیار
کرنے والی ذہنیت کو اسی تعلیمات میں بڑا سکون ملتا تھا ۔"

یہ تجزیہ در اصل ایک عجیب غلط فہمی پر مبنی ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ بعض
حضرات نے تصوف کو ایک منفی ردعمل سمجھ رکھا ہے اور اسے زندگی سے فرار کا مترادف قرار
دیا ہے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے اور تصوف اصلاح احوال کیلئے ایک مثبت اور موثر ردعمل
پیش کرتا ہے ۔ ایک ایسے ماحول میں جس میں صرف جسمانی لذتوں اور آسائشوں کو سرمایۂ
حیات سمجھ لیا جائے اگر ایسی زندگی کو قحبہ خانہ یا مردار نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے،
شمس الدین صاحب نے اسی بحث میں تسلیم کیا ہے کہ "سلاطین ، امرا اور دیگر صاحب استطاعت
لوگوں نے اپنے آپ کو عیش و عشرت ، شاہد و شراب ، رامش و رنگ ، رقص و نغمہ میں گم کرکے
زندگی کی تلخیوں کو بھلا دینا چاہا ۔ تعیش کی روایت تو پہلے ہی سے موجود تھی ابغم
غلط کرنے کا عذر اس روایت کا جواز بن گیا ۔"

یہ تو وہی بات ہوئی کہ خوئے بدرا بہانہ بسیار ، تصوف پر یہ الزام کیوں لائیے
اس نے زندگی سے فرار کی راہ دکھائی اس نے تو اس زندگی کو قحبہ خانہ کی زندگی بتایا جو
محمد شاہ رنگیلے سے لیکر واجد علی شاہ جان عالم پیا تک خواص اور صاحب استطاعت لوگوں کی
زندگی تھی اور جس نے قدرتی طور پر سارے معاشرے میں فساد پھیلا دیا تھا کہ ان اخلاقی
برائیوں کو جو خواص کرتے تھے عوام کے لئے ان میں کراہیت باقی نہیں رہی تھی اور ظاہر ہے

جب کراہیت باقی نہ رہے تو پھر ارتکاب کے لئے صرف ذرائع اور وسائل کی ضرورت رہ جاتی ہے
صوفیائے تو دراصل اپنی زندگی اور عمل سے صحیح اسلامی زندگی کا نمونہ پیش کیا ، صرف مثال
اور کسب حلال پر زور دیا اور اسلام نے حلال و حرام کی جو تمیز قائم کی تھی اس پر کاربند
ہونے کی تلقین کی تھی ، کوئی صوفی ایسا نہ ہوگا جس نے اس راہ سے جو راہ شریعت ہے تجاوز
کی تعلیم دی ہو یا اسے سراہا ہو یا اسے اختیار کیا ہو ، اور اگر کسی نے ایسا کیا تو وہ نہ
صوفی ہے اور نہ اس کا تصوف یا مذہب کسی کے لئے سند ہوسکتا ہے۔

یہ بحث دراصل خاصی پرانی ہے ، فارسی شاعری بالخصوص فارسی غزل میں بھی
تصوف اور صوفیانہ افکار و خیالات کی آمیزش اسی طرح ہے جس طرح اردو شاعری میں نظر آتی
ہے بلکہ اردو شاعری میں تو صرف فارسی شعرا کے تصوف کی صدائے باز گشت سنائی دیتی ہے
فارسی شاعری میں تصوف کی اس آمیزش کو بھی سیاسی اور تہذیبی خلفشار کے نتیجہ میں ایک طرح
کی راہ فرار بتایا گیا ہے ۔ عابد علی عابد لکھتے ہیں۔

" عام طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ جب مغلوں نے ایران اور ملحقہ اسلامی ممالک
کو تسخیر کرلیا تو چار و ناچار فنکاروں اور انشا پردازوں اور عام لوگوں نے اس اضطراب سے بھی
فرار کے راستے تلاش کرنے شروع کئے جو مغلوں کی غارت گری نے پیدا کردیا تھا ، ایک راستہ تصوف
کا تھا۔ چنانچہ شبلی ، نعانی ، شفق ، براؤن ، ملک الشعرا بہار اور متعدد دوسرے مورخوں
اور نقادوں نے بتصریح لکھا ہے کہ مغلوں کے عہد حکومت میں تصوف کے لطیف ترین پہلو حیطۂ
تحریر میں لائے گئے ، شفق کہتا ہے جہاں تک نظم کا تعلق ہے کہا جاسکتا ہے کہ دور مغول
میں شعر عرفانی کے بہترین نمونے وجود میں آئے اور سچ یہ ہے کہ تصوف کے بہترین اور لطیف
ترین معانی اسی زمانے میں عبارت موزوں کے سانچے میں ڈھالے گئے اور اس مسلک کے مشہور ترین
شعرا مثلاً حافظ ، جامی اور خاص طور پر جلال الدین رومی نے اس عہد میں ظہور کیا۔ اس
عہد میں مسلک تصوف کے فروغ کا ایک باعث یہ بھی ہے کہ مغلوں نے اتنے ظلم ڈھائے تھے اتنی
خونریزی کی تھی اور غارت گری کو اس حد تک پہنچا دیا تھا کہ صاحب دلان ایران اس دنیائے
خارجی کے حوادث دیکھ کر رنجیدہ اور دل شکستہ ہوگئے تھے ، اس طوفان حوادث کا مقابلہ

انھوں نے یوں کہا کہ اپنے نفس کی دنیائے باطنی میں داخل ہوگئے اور معنویات اور غور و فکر اور مطالعے اور ریاضت کے ذریعے سکون قلب حاصل کرنا چاہا ۔"

اس مقدمہ کے بعد عابد علی عابد نے متعدد شہادتیں پیش کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یورش تاتار سے پہلے متصوفانہ افکار و خیالات کی اشاعت اور مسلک طریقت کی تبلیغ کا کام ہوچکا تھا ۔ جامی کے متعلق وہ واضح طور پر لکھتے ہیں ۔ جامی یورش تاتار سے اس قدر دور ہے کہ اس کے متعلق جیساکہ پہلے لکھا جاچکا ہے یہ دعویٰ کرنا بالبداہت غلط ہے کہ اس کا تصوف حوادث سہل تاتار سے مربوط ہے ۔" اسی مقالہ میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں "اور مولانا روم تک [۱] تو یہ سیل بلا پہنچا ہی نہیں ۔"

اس بات کو عابد علی عابد بھی تسلیم کرتے ہیں کہ بعض شعرا کے شخصی حالات (مثلاً ابن یمین) کی بنا پر اور عام طور پر بعض خاص عناصر اکثر صوفی شعرا کے یہاں یورش تاتار کے بعد کچھ زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں ورنہ اصل تصوف سے ان کا کوئی تعلق نہیں آخر علامہ اقبال نے جن کی شاعری بڑے مثبت نظریہ حیات کی حامل ہے پیر رومی کو اپنا رہبر اور رہنما بتایا ہے اور یہ چار مصرعے جو اسرار خودی کے آغاز میں ہیں پیرومی کے مسلک کی وضاحت کیلئے کافی ہیں۔

دی شیخ باچراغ همی گشت گرد شہر + کز دام و دد ملولم وانسانم آرزوست

زین همرہان سست عناصر دلم گرفت + شیرخدا و رستم دستانم آرزوست

گفتم کہ یافت می نشود جستہ ایم ما + گفت آنکہ یافت می نشود آنم آرزوست

یہی صورت حال جو ہم نے اوپر فارسی شاعری اور فارسی کے صوفی شعرا کے بارے میں بیان کی ہے اردو کی صوفیانہ شاعری اور صوفی شعرا کے باب میں کہی جاسکتی ہے۔ بعض شعرا کے

---

[۱] عابد علی عابد ، یورش تاتار اور متصوفانہ افکار و اذکار ، مشمولہ ایران نامہ منتخبات از مجلہ ۳۲

[۲] اقبال مرتبہ گوہر نوشاہی ، بزم اقبال ، لاہور ، طبع اول اکتوبر سنہ ۱۹۷۱ء ص ۳۱۔

[۲] ایضاً ص ۳۳ ۔

ذاتی حالات نے بعض عناصر کو زیادہ نمایاں کردیا ہے ، مثلاً غم و اندوہ رنج و ملال اور درد دل کی کیفیت جو میرتقی میر کے یہاں کچھ زیادہ ہے وہ کچھ ان کے ماحول اور بڑی حد تک ان کے ذاتی حالات و حوادث کا نتیجہ ہے۔ یہی بات ایک حد تک خواجہ میر درد کے صوفیانہ مسلک کی ہے یہی صورت نیاز بریلوی اور دیگر صوفی شعرا کے بارے میں کہی جاسکتی ہے لیکن یہ امر پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ کسی شاعر کے یہاں صوفیانہ یا عارفانہ مضامین کا وجود اس بات کا ثبوت نہیں کہ شاعر فی الحقیقت صوفی تھا یا اس کی زندگی صوفیانہ تعلیمات کی حامل تھی اکثر و بیشتر حالات میں شعرا نے صوفیا کے افکار و خیالات میں بعض کو ذاتی تاثر کے تحت اور کہیں محض رسم اور تقلید کے طور پر اختیار کیا ہے۔ جس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ عوام ذہنی طور پر اس طرح سوچتے اور غور کرتے تھے اور شروع سے آخر تک ہر دور میں ایسے مضامین کا ایک اصلاحی اور اخلاقی پہلو ضرور ہے۔

اب ہم اردو شاعری کے مختلف ادوار اور مختلف شعرا کے کلام سے بطور نمونہ اس موضوع پر اشعار نقل کرتے ہیں۔

ولی

ولی کو عرصہ تک اردو شاعری کا باوا آدم کہا گیا ۔ تحقیق جدید نے اولیت کا یہ فخر ولی سے چھین لیا ہے اور ریختہ گوئی کی تاریخ ولی سے کئی صدی پہلے تک پہنچ گئی ہے لیکن یہ بات اب تک مسلم ہے کہ ولی کی شاعری کے اثر سے شمالی ہند میں فارسی کے مقابلہ میں ریختہ کا رواج ہوا ، ولی کی شاعری میں مختلف عناصر ہیں ان میں ان کا تصوف اور جمال پرستی دونوں شامل ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار لکھتے ہیں۔

" ولی کی شاعری میں صوفیانہ جمال پرستی کا سیدھا سادہ اظہار ملتا ہے اس دور کے دہلوی شعرا نے حسن و جمال کے اس رجحان میں اپنے پختہ تہذیبی عناصر اور حسن و لطافت کو سمو کر انفرادیت پیدا کرلی ہے اس اعتبار سے ولی کی متابعت کے باوجود ان شعرا کا کلام اپنا جداگانہ کیف و رنگ رکھتا ہے جسے ہم کلام ولی پر اضافہ کہہ سکتے ہیں ۔" ۲۳

۲۳ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ولی کے یہاں تصوف محض ایک شعری مسلک نہیں اور[نہ] ان کے صوفیانہ مضامین محض برائے شعر گفتن ، ہیں ۔ تصوف سے ان کا تعلق اس سے بہت زیادہ ہے وہ شیخ وجیہہ الدین احمد العلوی کے خاندان سے تھے جو اپنے زمانے کے اکابر علما اور صوفیامیں شمار ہوتے تھے[۲۴] ولی نے علوم عقلی و نقلی شیخ نورالدین سہروردی سے حاصل کئے ، شاہ سعداللہ گلشن سے انہوں کا حال کم و بیش تمام تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے ۔ " شاہ صاحب شاہ گل سرھندی متخلص بہ وحدت بن شیخ محمد سعید بن شیخ احمد مجدد سرھندی کے مرید تھے ، اس نسبت سے انھوں نے تخلص شاہ گلشن اختیار کیا تھا خود ولی نے ایک رسالہ لکھا ہے جو فارسی نثر میں ہے جسکا نام رسالہ نورالمعرفت ہے[۲۵] جس میں انھوں نے مولانا شیخ نورالدین صدیقی اور ان کے صاحبزادے شیخ محمد صالح کی مدح کی ہے ۔ اس مدح میں یہ عبارت دیکھئے[۲۶] جو فارسی سے ترجمہ ہے ۔

" ان کا دل نورالٰہی کا آئینہ ہے اور ان کا سینہ مخزن اسرار ہے ، طریقت کے موافق سے بخوبی آشنا ، اور حقیقت کے مقاصد کے شارح ہیں ، آل داؤد کی شکر گزاری ،حضرت ایوبؑ کا صبر و تحمل ، حضرت موسیٰؑ کا ذوق تکلم ، حضرت ابراہیمؑ کی مہمان نوازی عصائے موسیٰ اور جناب مسیح علیہ السلام کا فقر انھیں حاصل ہے وہ صبح صادق کی طرح روشن ہیں اور حضرت یوسفؑ کے مانند پاک دامانی کے لئے مشہور ارباب مراقبہ اور اصحاب مشاہدہ ان کے حضور میں حیران و شرمندہ ہیں ، ان کی توکل اور تحمل کا مجسمہ ہے ۔"

ان حالات میں تعجب نہیں کہ ولی کے کلیات میں صوفیانہ مضامین بکثرت ملتے ہیں مثلاً :۔

حاشیہ گزشتہ[۱] غلام حسین ذوالفقار مقالہ ایہام گو دیگر شعرا تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند ساتویں جلد اردو ادب (دوم) محولہ بالا ، ص ۷۰

[۲۴] سید ظہیرالدین مدنی ، ولی گجراتی ، سلسلہ مطبوعات انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹیٹیوٹ نمبر ۱ بمبئی سنہ ۱۹۵۰ء ص ۲۸ [۲۵] ایضاً ص ۷ ۔ ولی شاعر ہندی ، رسالہ نورالمعرفت مرتبہ ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی ، انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹیٹیوٹ بمبئی ، طبع ۱۹۵۰ ص ۲ [۲۶] ایضاً ص ۸

جن کو لب لاشین ہے بوجھ تیرے حسن پاک کی + تنکا مزیک تن کے مثال پہاڑ ہے

شغل بہتر ہے عشق بازی کا + کیا حقیقی و کیا مجازی کا

دل کو گر مرتبہ ہے درپن کا + مفت ہے دیکھنا سریجن کا

حکمت عشق بوعلی سون نہ پوچھ + وہ نہیں قانون امر شفاء نفس کا (کذا)

ہر ذرہ عالم میں ہے خورشید حقیقی + بوجھ کے بلبل ہوں ہر اک غنچۂ وہاں کا

رخ ترا ، آفتاب محشر ہے + شعلہ اس کا جہان میں گھر گھر ہے۔

سید عبدالولی عزلت :-

قدیم شعرا میں ولی کے بعد دکھنی اور گجراتی شعرا کے سلسلے کی ایک کڑی ہیں ان کی کئی خصوصیات کا ذکر ناقدین نے کیا ہے [۲۷] مثلاً "یہ کہ اردو شاعری کو ملکی رنگ دینے میں ان کا بڑا حصہ ہے وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے اردو دیوان کا دیباچہ اردو میں لکھا " تصوف اور انسان دوستی کی چاشنی بھی ان کے کلام میں موجود ہے [۲۸]

سید عبدالولی عزلت کا تعلق بھی ایک ایسے گھرانے سے تھا جہاں تصوف محض ایک شعری روایت نہ تھا ان کے اجداد میں شاہ پیر اشرف [۲۹] اور شاہ پیر محمد کے نام ملتے ہیں عزلت انہیں شاہ پیر محمد کے نواسے تھے ، ان کے والد سید سعداللہ کے بارے میں تذکرہ نویسوں کا قول ہے کہ [۳۰] عارف باللہ سید سعداللہ فاضل محقق و عالم موفق ، جامع معقول و منقول و حاوی فروع و اصول بودہ ،، عزلت خود شاہ عبدالشکور سے گجراتی کے طریقہ قادریہ میں مرید تھے اور اس مناسبت سے وحدت وجود کے قائل ،،

چنانچہ ان کے کلام میں تصوف کے مضامین کا رنگ بہت ہے اور دیگر مضامین میں بھی اسکا پر توہے۔

---

[۲۷] دیوان عزلت سید عبدالولی عزلت ، مرتبہ عبدالرزاق قریشی ، ناشر ادبی پبلشرز بمبئی ۲۷، طبع سنہ ۱۹۶۲ء ص (الف) [۲۸] ایضاً ص ۳ [۲۹] ایضاً ص ۲۳
[۳۰] ایضاً ص ۳۳

دونوں عالم سے مشرب مست وحدت کا ہے نرالا + مے اک ہاتھ میں تسبیح ہے ایک ہاتھ میں پیالا

ہو قلندر تو نہ چکھے شیخی وشی کا مزہ + لذت فقر کا بندہ ہے امیری کا مـــــزہ

گل توحید حسن و عشق اسالیلی کے رنگوں سے + چراغ قہر مجنوں بھی خود لالا ہے پروانا

جو توحید خدا کا ہووے منکر سو رزالا ہے جو دیکھے ایک کو دو اوس کو دو عالم کے ڈھیرا

دل ہوا روشن تو سجدے سو ہو کرنا پڑا + آب چشم تر سے جوں کو وضو کرنا پڑا

ہندو و مسلمین ہیں حرص و ہوا پرست + ہو آشنا پرست وہی ہے خدا پرست

ہے کبریائے فقیری میں زینت اس کو تکبر نہ بوجھو اے یارو

پیچ و خم فقیر ہے درویش خوبوں کی بھووں کی مروڑوں کی مانند

ہے موت کا رنگ میرا جھوٹا جیوں دھندلا چراغ ہوں میں

سکرات کی ظلمت ایک طرف ہستی کی تہمت ایک طـــرف

لاکھہ پردے میں نے ہٹائے پر کھلی نہیں چشم دل

غنچہ دل کی طرح اب پیرہن کرتا ہوں چاک

دیکھتے ہیں جگ کو باطن کی نظر سے اہل فقر + بھگیے پوشوں کو ہیں جوں داغ لالہ دل میں ہیں

جب تن نہ رہا میرا ہوں واصل جانانہ + دیوار کے گرنے سے ہمسایہ ہو ہم خانہ

بستر خاک میں آسودگی عالی دیکھی + ورنہ شطرنجی و قالی ونہالی دیکھی

یک قلم دفتر جہان ہے جھوٹ + سارے عالم میں سانچ ہے تو یہہ ہے

عزلت کے دیوان میں ایک مخمس بھی ہے جسکا پہلا بند یہہ ہے :-

معبود و خالق ایک دو عالم کا ہے الٰہ

کتنوں کے تئیں گدا کئے کتنوں کو پادشاہ

تم زاہد و غرور عبادت سے ہو تباہ

منظور ہے فقیروں کا حق کو کئی گناہ

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

یہہ پورا مخمس اسی قسم کے خیالات پر مشتمل ہے ، مثلاً

اے زاهدو قلندروں کے دل هیں پر صفا

جز رحمت حق ان کو نہیں اور آسرا

ان آنکھوں کے سامنے کرتے هو بددعا

تم پروہ بددعائیں سب الشاہی کا خدا

کل معرکہ میں هم بھی هیں اور تم بھی واہ واہ

اے زاهدو ، فقیروں کا صحف هے ان کا دل

هیں قل هواللہ اوس میں لکھا نہیں هے ایک تل

شیرازہ اوس کا رشتہ تسلیم سے سجل

پڑھتا صحف اوس کو هے قاری کے سات مل

کل معرکہ میں هم بھی هیں اور تم بھی واہ واہ

بعض رباعیات بھی ایسے هی خیالات کی ترجمان هیں :-

اول سے عشق ابھی سے بے هوش کیا + یاد ابھی دی پھر هم کو فراموش کیا

هم نے بھی جرس وار اے یار سفری + دم کو نالاں ، لبوں کو خاموش کیا

شعرائے دهلی

دکھنی دور کے بعد شمالی هند میں ریختہ گوئی کی طرف توجہ زیادہ هوئی لیکن مختلف اسباب کی بناء پر اس دور کے اکثر شعرا ایہام گوئی کے خار زار میں الجھ کر رہ گئے ، شاہ مبارک آبرو ، مضمون ، شاکر ناجی ، مصطفے خان یکرنگ وغیرہ سب اسی زمرہ میں شامل هیں اس دور کے دو شاعر مرزا مظہر جان جاناں اور سراج الدین علی خان آرزو بنیادی طور پر فارسی کے شاعر تھے اور جیساکہ اس عہد کے تذکرہ نگاروں نے لکھا هے وہ ریختہ کی طرف گاهے گاهے توجہ فرماتے تھے اور وہ بھی بطور تفنن طبع یا بقول ان تذکرہ نگاروں کے اس زبان کے اعتبار کو اعتبار بخشنے کی خاطر یہ کرم کرتے تھے ، لیکن ان حضرات نے ایہام گوئی کے ترک کرانے میں ایک نمایاں کردار ادا کیا اور اپنے عہد کے اکثر شعرا کی تربیت کی یہ اس کا اعتراف میر اور ان کے اکثر معاصرین نے کیا ہے

یہیں سے اردو شاعری کا وہ عہد زرین شروع ہوا جسے میر اور مرزا کا دور کہتے ہیں، دہلوی شاعری کے سلسلہ میں ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی کا بیان ہے [31]حوالہ نمبر

"دہلوی شاعری فقر و فاقے میں پروان چڑھی، اہل حال و قال درویش اور فقیر منشوں کی صحبت میں پلی، تصوف دہلی کے تمدن کا خاص طریقۂ فکر و نظر رہا اور اس میں کیا ہندو اور کیا مسلمان سب ہی شریک تھے۔ وحدت وجود، ہمہ اوست، ہمہ ازوست، فنافی اللہ فنافی الذات، تزکیۂ نفس، تجرید وغیرہ وغیرہ تمام موضوعات تصوف دہلی کو ایران کی تمدنی و ادبی تقلید میں حاصل ہوئے ہی تھے، یہاں کی سیاسی ابتری اور بدحالی نے اس میراث کو اور بھی تقویت دی، عبرت، دنیا کی ناپائداری، اور زندگی کا نقش برآب ہونا اس قسم کے جملہ مضامین وہاں کی شاعری میں راہ پاگئے، برخلاف اس کے لکھنو میں معاشی مرفہ حالی اور شیعیت دونوں کے باعث یہ چیز وہاں عام نہ ہوسکی ۔ ایک دو افراد میں (مثلاً آتش) مصحفی کی شاگردی آزاد منشی اور فقیری کے اثر سے جو بات ملتی ہے وہ عام نہیں ہے۔........دہلی میں ولی کے زمانے سے لیکر ذوق و غالب کے زمانے تک یہ مضمون عاشقانہ مضامین کے بعد دوسرا درجہ رکھتا ہے اور شاید ہی کسی شاعر کا کلام ایسا ہو جس میں یہ لے نہ پائی جاتی ہو بلکہ بعض نے تو صوفیانہ اور اخلاقی و مذہبی شاعری کو خاص اپنا مسلک ہی بنالیا تھا مثلاً مصحفی اپنے تذکرہ ہندی گویان میں خواجہ حسن حسن کے متعلق لکھتے ہیں۔

اکثر مسائل صوفیہ راکہ مراد از وحدت وجود باشد بہ دلائل و براہین چناں کہ شیوۂ صوفیان بافضل و کمال است از روئے ہمہ وحدیث بہ اثبات رسانیدہ در ریختہ موزوں ساختہ، -"

ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی کے اس بیان کے بعض حصوں سے اتفاق مشکل ہے، تصوف کو ایران کی تمدنی اور ادبی تقلید کہنا شاید درست نہ ہو اور نہ اسے محض دہلی کے خاص سیاسی اور معاشی حالات کا نتیجہ بتاسکتے ہیں۔ بات دراصل یہ تھی کہ دہلی صرف مسلمانوں کی

---

[31] ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی، دلی کا دبستان شاعری، انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی ۱۹۴۹
طبع اول، ص ۲۱۳

حکومت کا دارالخلافہ نہ تھا، اسے بائیس ولیوں کی چوکھٹ کہتے تھے " کیسے کیسے اکابر صوفی یہاں مقیم تھے اور ان کا فیض کہاں سے کہاں تک پھیلا تھا۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کعکی، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کے نام صرف بطور مثال ایک طویل سلسلے میں سے لئے جاسکتے ہیں، یہیں سے فیض پاکر حضرت خواجہ فرید الدین شکر گنج یہ منازل طے کرتے ہیں۔ دکن کے مشہور بزرگ حضرت خواجہ سید محمد بندہ نواز گیسو دراز بھی اسی خاک سے اٹھے، تصوف دہلی میں ایک تقلیدی مسلک نہ تھا اور نہ اسکا تعلق محض ایک ادبی روایت کی تقلید سے تھا، ہاں یہ بات درست ہے کہ بعض شعرا کے ذاتی حالات و حوادث نے اور بعض ادوار میں خاص سیاسی ابتری نے چند خاص مضامین کی لے کو زیادہ نمایاں کردیا ہے لیکن تصوف کے عام مضامین دہلی شاعری کے مزاج کا جزو لاینفک ہیں۔

حاتم [32]

جو کہ ہے غواص اس بحر عمیق عشق کا + سب شناور دیکھ کر کہتے ہیں اس کو مرحبا

کب ہے محتاج شراب ناقص انگور وہ + جس نے میخانے میں وحدت کے پیا آکر بھلا

چھوڑ کر سب خلق حاتم دل لگا خالق کیسا + جس نے تجھ کو صورت انساں کیا اور جی دیا

دو دم کی سیر بہم کرکے باغ دنیا میں + اسی طرح سے چلا جائیگا وہاں تنہا

اس کی نظروں میں دوئی ہے جو کہ ہے آشنا + ایک سے دونوں ہیں کیا بیگانہ و کیا آشنا

نہ پہنچا کنہہ ذات اس کی کو کوئی + جس نے دیکھا سو افسانے میں دیکھا

دینار اور درم کے نہ لا دل کو دام میں + قاروں سے ہے خبر کہ خزانے نے کیا کیا

انا الحق گر نہ کرتا راز حق فاش + تو اتنا خلق میں رسوا نہ ہوتا

اسرار حقیقت کے سرافرازوں کا منصور + سردار نہ ہوتا جو سردار نہ ہوتا

وہی ہوتا ہے حاتم سب میں نامی بعد مرنے کے + جو جیتے جی اڑادے آپ سے نام و نشان اپنا

حاتم خمار خانے میں ہستی کے آن کر + رکھتا تھا جو بساط دم نقد کھو گیا

---

[32] انتخاب ازقلمی نسخہ مکمل دیوان زادہ حاتم، مرتبہ و مملوکہ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

فنا کی ہوا جو بحر میں خود بحر ہوگیا + وہم حباب پردۂ چشم حباب تھا

مسافر اٹھ تجھے چلنا ہے منزل + بجے ہے کوچ کا ہردم نقارا

مثال بحر موجیں مار تا ہے + کیا ہے جس نے اس جگ سے کنارا

یہ چند اشعار محض بطور نمونہ حاتم کے دیوان زادہ کی صرف ایک ردیف الف سے پیش کئے گئے ہیں ، اس طرح کی اور مثالیں بکثرت مل سکتی ہیں ، مثلاً ہمہ اوست یا ہمہ ازوست کی آواز ان کے اس مخمس میں دیکھئے :-

کہیں وہ خالق بے چون و بے نشان ہوا + کہیں وہ مالک ملک و فلک عیاں ہوا

کہیں وہ صاحب مال و نام و نشان ہوا + کہیں وہ بادشہ تخت و لامکاں ہوا

کہیں وہ چشم ہوا اور کہیں وہ جاں ہوا

کہیں فقیر کی صورت ہوا سوال کیا + کہیں وہ شیخ و مشائخ بنا و حال کیا

کہیں مدرسے میں فاضل ہو قیل و قال کیا + کہیں جمال دکھایا کہیں جلال کیا

کہیں وہ جان ہوا اور کہیں انجان ہوا (کذا)

کہیں وہ صورت انسان ہو کلام کرے + کہیں وہ کعبے میں غریبوں کے آسلام کرے

کہیں وہ مہر سے عالم کے تئیں غلام کرے + کہیں وہ خلق کو اک دم میں قتل عام کرے

کہیں وہ قتل ہوا اور کہیں امان ہوا

کہیں وہ مہر ہوا ہے کہیں ہوا ہے بلبل + کہیں وہ شیشہ ہوا ہے کہیں ہوا ہے مل

کہیں وہ سرو ہوا ہے کہیں ہوا ہے گل + کہیں وہ قمری ہوا اور کہیں ہوا بلبل

کہیں وہ باغ ہوا اور کہیں باغبان ہوا (؟)

کہیں ہے درد کہیں وہ دوا کہیں وہ حکیم + کہیں ہے قصد مکس اور کہیں ہوا ہے مقیم

کہیں قہار کہیں جابر و کہیں ہے رحیم + کہیں ہے صلح کہیں جنگ ہے کہیں ہے نعیم

کہیں وہ زخم ہوا اور کہیں سکان ہوا

اردو اور فارسی دونوں میں اس قسم کے عارفانہ مضامین کے اظہار کے لئے رباعی کا پیمانہ بھی

بکثرت استعمال ہوا ہے چنانچہ حاتم کے یہان بھی اس موضوع پر رباعیات ملتی ہین چند

نمونے درج کئے جاتے ہین۔

حاتم دل کر مثال آئینہ صفا + چاہے کہ جو ہو صورت حق جلوہ نما

کرتا کیا ہے ہمیشہ غیر کے تئین + چاہے خدا تو رہ خدا کے تئین خود آ

حاتم زر و مال و ملک و اطلس کی + لازم ہے انہین جو ہینگے اہل دنیا

آزاد کے تئین میسر اسباب جہان + ہوگا تو کیا و گر نہ ہوگا تو کیا

تو عمر سو مین صرف کر چکا عمر تمام + ملا نہ کھلا تجھ پر عرفان کا مقام

جاہل ہون نہین مجھ کو نہین علم سے کام + کافی ہے مجھے بس ایک اللہ کا نام

اس تھوڑی سی عمر مین کہو کیا کیا کیجئے + دنیا یا تلاش دین کیا کیا کیجئے

کچھ بن نہین آتا ہے مگر کوئی دم + قدرت کا تماشا اس کی دیکھا کیجئے

یک عمر سے جیتا ہون نہ مین مرتا ہون + مین خانہ خراب اپنے دن بھرتا ہون

حیرت مین ہون اس جہان مین اللہ اللہ + آیا کیون تھا و کیا ہون کیا کرتا ہون

ہے ذکر خدا ہمیشہ کام فقرا + اور خون جگر ہے ہر صبح جام فقرا

اس کام مین آئے تو تجھے ہو معلوم + کیون کر گذرے ہے صبح و شام فقرا

مستی مین تو پاکہ آن ہشیاری مین + مت ڈھونڈ خدا کو چرخ زنگاری مین

پردے مین چھپا ہے صورت انسان کے + اربع عناصر کی چار دیواری مین

عاشق کا جہان مین مذہب و کیش نہین + جز اشک روان و سینہ ریش نہین

پہلو مارے ہے آتش عشق سے آج + انسان کہ مشت خاک سے بیش نہین

گذرے ہے یون ہی کہ اب کچھ ہو اب کچھ ہو + اس کی رضا کے کچھ نہ ہو کب

چاہا اپنا ہوا نہ کچھ اب تک کچھ + وہ چاہے تو اک آن مین سب کچھ ہو

سارا ہے حقیقت جہان کے غم سے + یہ بھید نہ بتایا کسی محرم نے

جہاں تک جب آئے آپ میں اپنے تئیں + سب کچھ دیکھا کچھ نہ دیکھا ہم نے

طریق فقر میں جس کو دیا خدا نے وقوف + نظر میں اس کی ہے یکساں حریر و جامۂ صوف

نہ پوچھ اے میر صاحب تو سرنوشت کی بات + پڑھے نہیں خط تقدیر کے کسی نے حروف

خدا سے کام رکھ اپنا اگر تجھے ہے وقوف + کسی کا کام کسی پر یہاں نہیں موقوف

ہے فرق وحدت و کثرت میں ایک نقطے کا + الف پہ ایک جو نقطہ کرو تو ہوئے الوف

ظاہر ہے حاتم کے یہاں ان مضامین میں جو خیالات ہیں اور جن کو عام طور پر صوفیانہ خیالات کہا جاتا ہے اور جسے زندگی سے فرار ، شریعت اسلامیہ سے الگ کوئی چیز سمجھا جاتا ہے وہی ہیں جو خود قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں ۔ اور چونکہ صوفیائے کرام کی زندگی بھی اور سادہ اسلامی زندگی کا ایک آئینہ تھی اس لئے یہ خیالات ان کے مسلک مزاج اور زندگی کی ترجمانی کرتے ہوئے ان کی شاعری میں دینی اور اسلامی پس منظر کے عنصر کو نمایاں کرتے ہیں۔

میر و سودا :-

حاتم کے بعد کا دور جو میر و سودا کا دور کہلاتا ہے اردو شاعری بالخصوص غزل کی معراج کمال ہے ۔ چنانچہ میر کے اپنے دور سے لیکر آج تک شاعروں اور نقادوں نے ان کے کمال فن کا اعتراف کیا ہے ۔ میر ان معنوں میں صوفی نہ تھے جن معنوں میں خواجہ میر درد صوفی تھے یعنی وہ نہ سجادہ نشین تھے اور نہ کسی خاص سلسلہ صوفیا سے منسلک تھے لیکن ان کی تربیت نے ان کے مزاج کو صوفیانہ بنادیا تھا اور پھر زندگی کے حوادث اور زمانہ کی ناسازگاری نے ان کو ایسے مضامین کی طرف زیادہ مائل کردیا جو عام طور پر صوفیوں سے منسوب کئے جاتے ہیں مثلاً دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری ، انسان کے عبرت انگیز انجام کے مضامین ، قناعت اور توکل کے موضوعات ، دروں بینی اور ادراک ذات کے مضامین ان کے یہاں بہت عام ہیں ، وحدت وجود اور وحدت شہود کے مضامین

بھی کم نہیں [۳۳] ۔ ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں [۳۴]

" میر کی خلاف دردمندی کے سرچشمے ان کے خاندانی ماحول سے پھوٹتے ہیں چچا کا جنون اور والد کی مجذوبانہ سیرت ، ان کا صوفیانہ طرز زندگی اور صبح و شام کی بیخودی و استغراق -- یہ موروثی تاثرات ہیں ، بے وقت یتیمی ، اعزہ کی بے مہری زمانے کی جفاکاری - بے روز گاری - فاقہ کشی دربدر خاک بسری اور دوسرے مصائب و آلام نے میر کے ذہن کو تقریباً ماؤف کردیا تھا زمانے نے میر کو قدم قدم پر ناقص ہونے ، بیکس ہونے ، غیر مکمل ہونے کا احساس دلایا ان کی فطرت تکمیل چاہتی تھی مگر ایک غنچہ ناشگفتہ کی طرح یہ کلی بند کی بند رہی --- "

میر کی صوفیانہ مسلک پر تفصیلی بحث کا یہ موقع نہیں ، ان کے کلام سے اس عنوان کے بعض اشعار یہاں درج کئے جاتے ہیں - -

عشق کا صوفیانہ اور حکیمانہ تصور

عشق ہی عشق ہے ، جہاں دیکھو + سارے عالم میں بھر رہا ہے عشق

عشق معشوق ، عشق عاشق ہے + یعنی اپنا ہی مبتلا ہے عشق

عشق ہے طرز و طور عشق کے تئیں + کہیں بندہ کہیں خدا ہے عشق

گر پرستش خدا کی ثابت کی + کسو صورت میں ہو بھلا ہے عشق

کون مقصد کو عشق بن پہنچا + آرزو عشق مدعا ہے عشق

عشق سے نظم کل ہے یعنی عشق کوئی ناظم ہے خوب

ہر شے جو یہاں پیدا ہوئی ہے موزوں کرلایا ہے عشق

دائر سائر ہے یہ جہاں میں جہاں تہاں متصرف ہے

عشق کہیں ہے دل میں پنہاں اور کہیں پیدا ہے عشق

---

[۳۳] میر کی حیات اور شاعری کے بارے میں منجملہ اور حوالوں کے دیکھئے

(۱) ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی ، میر تقی میر، حیات اور شاعری انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ مطبوعہ دہلی ، طبع اول جولائی سنہ ۱۹۵۴ء ، خاص طور پر عنوان میر اور تصوف ص ۳۰۱ و مابعد -

(۲) ڈاکٹر سید عبداللہ ، نقد میر مطبوعہ لاہور ، طبع ثانی سنہ ۱۹۶۳ء

[۳۴] نقد میر محولہ بالا ص ۸۷

محبت نے ظلمت سے کاڑھا ہے نور + نہ ہوتی محبت نہ ہوتا ظہور

محبت مسبب ، محبت سبب + محبت سے آتے ہیں کار عجب

دل عجب نسخۂ تصوف ہے + ہم نہ سمجھے بڑا تاسف ہے

طریق عشق میں ہے رہنما دل + پیمبر دل ہے قبلہ دل ، خدا دل

وحدت وجود اور وحدت شہود

تھا مستعار حسن سے اس کے جو نور تھا + خورشید میں بھی اس ہی کا ذرہ ظہور تھا

تھا وہ تو رشک حور بہشتی ہمیں میں میر + سمجھے نہ ہم تو فہم کا اپنی قصور تھا

کم ناز سے ہے کس کے بندے کی پرداز ی + قالب میں خاک کے ہاں پنہاں خدا ہے شاید

جلوہ ہے اسی کا سب گلشن میں زمانے کے + گل پھول کو ہے ان نے پردہ سا بنا رکھا

کوئی تو ماہ پارا اس بھی رواق میں ہے + چشمک کریں ہیں ہر شب اس کی طرف ستارے

ہے ماسوا کیا جو میر کہئے + آگاہ سارے اس سے ہیں آگاہ

جلوے ہیں اس کی شانیں سارے + کیا روز کیا خور کیا رات کیا ماہ

ظاہر کہ باطن ، اول کہ آخر + اللہ اللہ اللہ اللہ

جلوہ ہے اسی کا سب گلشن میں زمانے کے + گہہ گل ہے گاہے رنگ گہے باغ کی ہے بو

گل و آئینہ و خورشید و ماہ کیا + کہتے ہیں کہوتی صورت ہی معنی یاں ہیں ہے

گل پھول کو ہے ان نے پردہ سا بنا رکھا + آتا نہیں نظر وہ طرح دار اک طرح

جدھر تیرا ادھر ہی رو تھا + بہ وجہ ہے کہ عارف نہ دیکھتا ہے سب کا ؟ (دکھا؟)

غلط تھا آپ سے غافل گزرنا + نہ سمجھا میں کہ اس پردے میں تو تھا

پہنچا جو آپ کو تو میں پہنچا خدا کے تئیں + معلوم اب ہوا کہ بہت میں بھی دور تھا

اپنے خیال ہی میں گزرتی ہے اپنی عمر + پر کچھ نہ پوچھو سمجھے نہیں جاتے ہم سے ہم

اپنی ہی سیر کرنے ہم جلوہ گر ہوئے تھے + اس رمز کو و لیکن محدود جانتے ہیں

فنا میں بقا ، اور منزل فنا

هستی اپنی ہے بیچ میں پردہ + ہم نہ ہوویں تو پھر حجاب کہاں

لذت سے نہیں خالی جانوں کا کھپا جانا + کب خضر و مسیحا نے مرنے کا مزا جانا

مرگ کیا منزل مراد ہے میرؔ + یہ بھی اک راہ کا توقف ہے

عمر کا وقفہ اس رستہ میں کیا ہے میرؔ سمجھتے ہو + پائے باندھے راہ کے ہیں ہم لوگ کوئی دم سو لیتے

عظمت آدم

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں + تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

آدمی سے ملک کو کیا نسبت + شان ارفع ہے میرؔ انسان کی

آدم خاکی سے عالم کو جلا ہے ورنہ + آئینہ تھا تو مگر قابل دیدار نہ تھا

اب ایسے ہیں کہ صانع کے مزاج اوپر بہم پہنچے + جو خاطر خواہ اپنے ہم ہوئے ہوتے تو کیا ہوتا

خدا ساز تھا آذر بت تراش + ہم اپنے تئیں آدمی تو بنائیں

کہاں ہیں آدمی عالم میں پیدا + خدائی صدقے کی انسان پر سے

یہ صرف چند مضامین اور موضوعات ہیں جو ہم نے میرؔ کے کلام سے بطور نمونہ پیش کئے ورنہ صوفیانہ مزاج اور مسلک کے اور پہلوؤں پر بھی ان کے یہاں بکثرت اشعار نکل آئیں گے اور یہ مضامین محض رسمی یا تقلیدی نہیں ہیں بلکہ میرؔ کی زندگی اور ان کے مشرب کی حقیقی ترجمانی کرتے ہیں -

غلام ہمدانی مصحفی

مصحفی اپنے مزاج اور مسلک کے اعتبار سے اس قسم کے صوفی مشرب شاعر نہیں ہیں جس طرح اور انداز کے شاعر میرؔ ہیں لیکن زندگی کے بعض حوادث اور واقعات نے ان کی طبیعت کو بھی درد مند بنا دیا تھا اور چونکہ درد مندی اور سوز و گداز سے اکثر ایسے مضامین پیدا ہوتے ہیں جو صوفیانہ درد مندی کے تاثر سے پیدا ہونے والے اشعار سے ملتے جلتے ہوتے ہیں اس لئے اکثر ایسے اشعار کو

بھی اسی زمرہ میں شمار کرلیتے ہیں پھر ایک بات یہ ہے کہ مصحفی اپنے بعض معاصرین اور بعض حریفوں (مثلاً انشاء اللہ خان انشا وغیرہ) کے برعکس، فقیر مش اور مسکین نہاد ، کہے جاتے ہیں اس لئے اور بھی ان کے یہاں ایسے مضامین نسبتاً زیادہ ہیں اور ان کے وسیلہ سے یہ روایت بعض لکھنوی شعرا تک پہنچی ہے جہاں شاعری کا ایک مختلف اور الگ مزاج اور انداز پیدا ہورہا ہے ۔ مثلاً مصحفی کے ذریعے سے ایک طرف یہ روایت میر خلیق تک پہنچتی ہے جو ان کے شاگرد ہیں ، میر حسن کے بیٹے اور میر انیس کے والد ، دوسری طرف یہ روایت ان سے آتش تک پہنچتی ہے [۳۵] یہاں کچھ اشعار ان کے کلام سے پیش کئے جاتے ہیں۔

آیا جو عدم سے سو عدم ہی کو سدھارا + ہستی میں کوئی رہ نہ گیا ملک عدم کا

ہوتا ہے مسافر کو دوراہے میں تشو تق + رہ ایک ہے اٹھ جائے جو شک دیر و حرم کا

جس کی جس طرح کٹی غم کدۂ ہستی میں + عمر اپنی کے وہ اوقات بسر کر ہی گیا

سمجھے میں مجھے اپنی تجلی مظہر آتی + میں عشق میں موسیٰ تھا مرا طور یہی تھا

جاتے ہیں نہ کسی کے گھر ہم اور نہ کوئی کچھ دیتا ہے ہم کو مقطع کئے ہیں ہم دردولت پائے طلب اور دست تھا

دیکھ کر اک جلوے کو تیری گر ہی پڑا بیخود ہو موسیٰ + ان آنکھوں کے صدقے جاوں جو ہیں ہر دم محو تماشا

آیا جو یاں تو وہ بھی بہانے سے اٹھ گیا + آسودگی کا حرف زمانے سے اٹھ گیا

آیا جو عدم سے میں تو مجھ کو + منظور تھا بلاز دید تیرا

کہنے کو مسلمان ہیں سبھی کعبے میں لیکن + ڈھونڈوگے اگر ایک مسلمان نہ ملے گا

مصحفی منزل ہستی نہیں رہنے کی جگہ + اس خرابے میں مری جان نہ گھر کیجئے گا

تھی دنیا جس کی طبیعت اس نے کی دنیا کی طلب + اہل تقویٰ جو کہ تھا سو اہل دین کا ہو رہا

از بسکہ اس سفر میں منزل کو ہم نہ پہنچے + آوارگی نے ہم کو ریگ رواں بنایا

یہاں مصحفی گرویدۂ تحقیق سے دیکھیں + ہیں ہر طرف اس آئینہ خانے میں ہمیں ہم

---

[۳۵] مصحفی اور ان کے کلام کے بارے میں منجملہ اور حوالوں کے دیکھئے

(۱) ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ، لکھنو کا دبستان شاعری ، طبع سوم ، لاہور سنہ ۱۹۶۲ع
مصحفی ان کا عہد اور شاعری ، ناشر شیخ مبارک علی لاہور

(۲) ڈاکٹر نور الحسن نقوی ، کلیات مصحفی ، مجلس ترقی ادب لاہور طبع اول ۱۹۶۹

تو ہی تو ہے جو خوب غور کریں + ایک دھوکا سا درمیاں ہیں ہم

دریغ! یار سے چھٹئے تو ایسے ہم چھٹئے + کہ تا بروز قیامت جدا اکیلے ہی رہیں

دیکھیں ہیں ہم اس آئینہ خانے میں جس طرف + جز روئے دوست کچھ نہیں آتا نظر ہمیں

افلاک سے کچھ کم نہ سمجھ خاک کا رتبہ + مخلوق اسی خاک سے انسان ہوئے ہیں

کچھ ڈر نہیں منزل کو پہنچ جائیں گے ہم بھی + گو راہ ابھی دور ہے، جی کا ہے کو ہاریں

کر دل کی ذرا سیر کہ ہے سیر اسی میں + عاشق کا بنا ہے حرم و دیر اسی میں

فسق کو کہتے نہیں ہم لوگ عشق + یعنی عشق با صفا ہوتا ہے عشق

یہ سب چہلیں ہیں اس کی ہی طرف + تکلیف ہر طرف کیا حسن کیا عشق ؟

کہتی ہے نماز صبح کی بانگ + اٹھ صبح ہوئی ہے کچھ دعا مانگ

دیکھا میں چہار دانگ عالم + پر ہاتھ لگا نہ کچھ بھی اک دانگ

بہروپ ہے یہ جہاں کہ جس میں + ہر روز نیا بنے ہے اک سانگ

ہے عشق و بحر بے سر و بن + آخر ہے جس کا کچھ نہ اول

بے نام و نشاں بہت رہے ہم + پردے میں نہاں بہت رہے ہم

وہ دن گئے کہ ہم کو کبھی تھا ریا سے کام + کیا کیجیے کہ اب تو پڑا ہے خدا سے کام

جانتے آپ سے جدا تجھ کو + کرتے گر فرق جسم و جاں میں ہم

ہیں تجلی ذات کے تیرے + ایک پردہ سا درمیاں ہیں ہم

کچھ اس قدر نہیں سفر ہستی و عدم + گر پاؤں اٹھائیے تو یہ عرصہ ہے دو قدم

ہم لوگ صفات اس کی بیان کرتے ہیں ورنہ + ہے وہم و خرد سے بھی پرے ذات کا عالم

عشق ہے آفت و بلا تو نہیں + اس کا مارا کوئی جیا تو نہیں

دنیائے دوں کی اپنے تئیں چاہ ہی نہیں + شکر خدا کہ آرزوئے جاہ ہی نہیں

اگرچہ عملاً* مصحفیؔ کا عشق عشق حقیقی نہ تھا اور انھوں نے اپنے فسق و فجور کی داستان بلا تکلف اپنی خود نوشت سوانح عمری میں صاف صاف لکھ دی ہے[۳۶] لیکن جو اشعار ہم نے پیش

---

۳۶ تفصیل کے لئے دیکھئے ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، مصحفی، اس کا عہد اور شاعری
ناشر شیخ مبارک علی لاہور، سنہ ۱۹۵۲ء

کئے ہیں وہ وہی مضامین ہیں جو صوفیا کے یہاں عشق کے بیان میں ملتے ہیں، اور اس کا سبب یہی ہے کہ وہ شعرا بھی جو واقعی صوفی نہ تھے ان مضامین کو ایک روایت کے طور پر نظم کرتے تھے اور یہی صورت حال مصحفی کی ہے کہ وہ ایک دنیا دار آدمی تھے اور یہ مضامین ان کے اصلی اور حقیقی مسلک کی بجائے ایک روایت کا حصہ ہیں۔

ان کے برعکس خواجہ میر درد ہیں جو صوفیا کے ایک نامور خاندان سے تعلق رکھتے تھے [۳۷] ان کے والد خواجہ محمد ناصر تھے جن کا تخلص عندلیب تھا۔ ان کے "پیر صحبت،، شاہ سعد اللہ گلشن تھے اور ان کے مرشد عبدالاحد گل ، اگرچہ خواجہ محمد ناصر کا خاندان اپنے عہد کے امرا کے خاندان میں شمار ہوتا تھا لیکن خواجہ محمد ناصر کی طبیعت میں قلندری اور درویشی تھی اور انہوں نے خاندانی امارت و دولت اور اس کے طور طریقوں کو ترک کرکے درویشی اختیار کرلی تھی اور اپنے دور کے ایک مشہور بزرگ خواجہ محمد زبیر نقشبندی کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے تھے یہ بزرگ " قطب ارشاد ،، اور قیوم زمانہ کہلاتے تھے ان کے فیض تربیت نے خواجہ محمد ناصر کو بھی جوہر کامل بنادیا اور مسلک تصوف میں وہ خود ایک سلسلے کے بانی ہوئے جسے سلسلہ محمدیہ کہتے ہیں اور اسی سلسلہ کے تعلق سے انہیں " امیر المحمدین کہا جاتا ہے اور ان کے صاحبزادے خواجہ میر درد کو " اول المحمدین کہتے ہیں ایک قول کے [۳۸] مطابق خواجہ محمد ناصر کو اٹھارہویں صدی عیسوی یعنی بارہویں صدی ہجری کے اولیائے عظام میں شمار کیا جاتا ہے یہ صاحب تصنیف بھی تھے رسالہ ہوش افزا اور نالہ عندلیب تصوف کے موضوع پر ان کی دو نہایت اہم تصانیف ہیں ، اور مشہور جرمن مستشرق مس اینی مری شمل ان تصانیف کے بارے میں تحقیق و تجزیہ کررہی ہیں اس کا اظہار انہوں نے کچھ عرصہ پہلے کراچی یونیورسٹی کی ایک تقریب میں کیا تھا لیکن ابھی تک یہ تحریر سامنے نہیں آئی ہے خواجہ میر درد اپنے علم کو " فیض لدنی ،، کہتے ہیں لیکن ان کی تعلیم بڑی حد تک ان کے

---

[۳۷] تفصیل کے لئے مجملہ اور ماخذ کے دیکھئے ، خلیل الرحمان داؤدی ، مرتب دیوان درد ناشر مجلس ترقی ادب لاہور طبع اول فروری سنہ ۱۹۶۲ء

[۳۸] ا۔ د۔ نسیم ۔ خواجہ میر درد ، مقالہ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند محولہ بالا ساتویں جلد اردو ادب دوم ، ص ۱۵۰

والد کا فیض ہے اور پندرہ برس کی عمر سے ہی وہ سلوک کی منازل طے کر رہے تھے اور اسی زمانہ میں اعتکاف کی حالت میں ایک رسالہ اسرار الصلوٰۃ لکھا۔ ان کی زندگی اور معمولات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نے رہبانیت کو پسند نہیں کیا ہے اور ترک دنیا کی تعلیم نہیں دی ہے اور اکابر مسلمان صوفیا کا عمل بھی یہی رہا ہے ۔ خواجہ میر درد نے شادی بھی کی، آل اولاد بھی ہوئی ، شعر و شاعری سے دلچسپی تھی اور اپنے گھر پر ہر مہینہ محفل مشاعرہ بھی منعقد کرتے تھے جس میں شعرا میں خود بادشاہ وقت بھی آتے تھے ، ہاں توکل اور استغنا کی دولت سے مالا مال تھے ، جب دلی تباہ ہوئی اور ارباب فضل و کمال امن و امان اور معاش کی تلاش میں دلی کو چھوڑکر نکلے تو بھی خواجہ میر درد کے پائے ثبات کو لغزش نہ ہوئی اور وہ اپنی خانقاہ میں صبر و توکل سے بیٹھے رہے سراج الدین علی خان آرزو نے خواجہ میر درد کو اوائل جوانی میں دیکھ کر کہا تھا " وہ ایک صاحب فہم و ذکا جوان ہیں ، جو کچھ میں ان میں دیکھتا ہوں اگر فعل میں آگیا تو انشاء اللّٰہ فن تصوف میں نام پائیں گے ، تذکرہ نگاروں نے ان کی صفائے باطن اور آگاہی اسرار الٰہی و رموز باطنی کا بار بار ذکر کیا ہے میر تقی میر نے جوان کے ہم عصر تھے اپنے تذکرہ میں ان کو " خضر قافلہ اہل عرفان بتایا ہے ۔

خواجہ میر درد کا صوفیانہ مشرب نقشبندی تھا اور اپنے والد سے سلسلہ محمدیہ کی نسبت میں محمدی تھے ، دو دیوان ان کی تصنیف ہیں ایک اردو اور ایک فارسی اس کے علاوہ رسالہ اسرار الصلوٰۃ، واردات ، علم الکتاب، آہ سرد ، درد دل ، نالہ درد، شمع محفل ہیں علم الکتاب ایک ضخیم تصنیف ہے جس میں تصوف کے مسائل و موضوعات پر عالمانہ بحث کی گئی ہے اور ان کی یہ تصنیف تصوف کے موضوع پر چند اہم کتابوں میں شمار ہوتی ہے[۳۹] خواجہ میر درد کے کلام سے یہ منتخب اشعار ان کے صوفیانہ مزاج و مسلک اور ان کے انداز شاعری کی ترجمانی کرتے ہیں۔

---

[۳۹] ان کی تفصیلات کے لئے دیکھئے مجملہ اور حوالوں کے دیوان درد ، مقدمہ خلیل الرحمن داؤدی محولہ بالا ۔

مقدور کب ہمیں ترے وصفوں کی رقم کا + حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

جس مسند عزت پہ کہ تو جلوہ نما ہے + کیا تاب گزر ہووے تعقل کے قدم کا

بستے ہیں ترے سایہ میں سب شیخ و برہمن + آباد ہے تجھ سے ہی تو گھر دیر و حرم کا

ہے خوف اگرچہ جی میں تو ہے تیرے غضب کا + اور دل میں بھروسا ہے تو ہے تیرے کرم کا

مانند حباب آنکھ تو اے درد کھلی تھی + کھینچا نہ پر اس بحر میں عرصہ کوئی دم کا

دونوں جہان کو روشن کرتا ہے نور تیرا + اعیان ہیں مظاہر، ظاہر ظہور تیرا

یاں افتقار کا تو امکان سبب ہوا ہے + ہم ہوں نہ ہوں ولے ہے ہونا ضرور تیرا

باہر نہ آسکی تو قید خودی سے اپنی + اے عقل بے حقیقت دیکھا شعور تیرا

ہے جلوہ گاہ تیرا کیا غیب کیا شہادت + یاں بھی شہود تیرا واں بھی حضور تیرا

جھکتا نہیں ہمارا دل تو کسی طرف یاں + جی میں بھرا ہوا ہے از بس غرور تیرا

اے درد منبسط ہے ہر سو کمال اس کا + نقصان گر تو دیکھے تو ہے قصور تیرا

مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بت خانہ تھا + ہم سبھی مہمان تھے واں تو ہی صاحب خانہ تھا

وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا + خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

ہوگیا مہمان سرائے کثرت موہوم آہ + وہ دل خالی کہ تیرا خاص خلوت خانہ تھا

شرار و برق کی سی بھی نہیں یاں فرصت ہستی + فلک نے ہم کو سونپا کام جو کچھ تھا شتابی کا

مثل شرر تنگ چشم ہستی بود ہے + دیکھ نہ سکتا اسے تک بھی جدھر دیکھتا

اگر یوں ہی اتنا نہ ساز کرنا + بہتر ہے کیا سے دل کا گداز کرنا

جگ میں آکر ادھر ادھر دیکھا + تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

شیخ کعبے ہو کے پہنچا ہم کنشت دل میں ہو + درد منزل ایک تھی ٹک راہ ہی کا پھیر تھا

جگ میں کوئی نہ ٹک ہنسا ہوگا + کہ نہ ہنستے میں رو دیا ہوگا

لے کر ازل سے تا بہ ابد ایک آن ہے + گر درمیان حساب نہ ہو سال و ماہ کا

شاہ و گدا سے اپنے نہیں کام کچھ + نے تاج کی ہوس نہ ارادہ کلاہ کا

لے نہ جاوے حرص اہل فقر کو + بہہ سکے کب موج نقش بوریا

کھل گیا جو کچھ کہ تھا اے ہستی + ہستی موہوم کا یہاں افترا

نہیں مذکور شاہاں نبرد ہرگز اپنی محفل میں + کبھی کچھ ذکر آیا بھی تو ابراہیم ادہم

آگاہ اس جہاں سے نہیں غیر بے خودان + جاتا وہی ادھر سے جو موند آنکھ سو گیا

بھولیں گے اس زمان میں بھی گلزار معرفت + یہاں میں زمین شعر میں یہ تخم بو گیا

تجھی کو جو یہاں جلوہ فرما نہ دیکھا + برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

حجاب رخ یار تھے آپ ہی ہم + کھلی آنکھ جب، کوئی پردا نہ دیکھا

جب تک ہے دل کے شیشے میں رنگ امتیاز کا + ہے اے ہوس تجھی تئیں آئینہ ساز کا

باور نہیں ابھی تجھے غافل پہ عنقریب + معلوم ہووے گا کہ یہ عالم فسانہ تھا

موت ہے آسائش افتادگان + چشم نقش پا کا مٹ جانا ہے خواب

آئینے کی طرح غافل کھول چھاتی کے کواڑ + دیکھ تو ہے کون بسا تیرے کاشانے کے بیچ

جو مزے ہیں مرگ میں سو ہم سے پوچھا چاہئے + کون جانے آہ کیا لذت ہے مر جانے کے بیچ

جمع ہیں افراد عالم ایک ہیں + گل کے سب اوراق برہم ایک ہیں

بیگانہ گر نظر پڑے تو آشنا کو دیکھ + بندہ گر آئے سامنے تو بھی خدا کو دیکھ

کچھ مرتبہ ہے اور وہ فہمید سے بری + سمجھے ہیں جس کو یار وہ اللہ ہی نہیں

انسان کی ذات ہی سے خدائی کے کھیل ہیں + بازی کہاں بساط پہ گر شاہ ہی نہیں

ہے مظہر انوار صفا میری کدورت + ہر چند کہ آہن ہوں پہ آئینہ بنا ہوں

غیر سے کیا معاملہ آپ ہیں اپنے دام میں + قید خودی اگر نہ ہو پھر تو عجب فراغ ہے

? مٹ جائیں اک آن میں کثرت نمایاں + ہم آئینے کے سامنے جب آکے ہو کریں

ایک آخری غزل دیکھئے جو پوری اسی رنگ کی ہے۔

باغ جہاں کے گل ہیں یا خار ہیں تو ہم ہیں + گر یار ہیں تو ہم ہیں اغیار ہیں تو ہم ہیں

دریائے معرفت کے دیکھا تو ہم ہیں ساحل + گرداب ہیں تو ہم ہیں اور پار ہیں تو ہم ہیں

وابستہ ہے ہمیں سے گر جبر ہے وگر قدر + مجبور ہیں تو ہم ہیں مختار ہیں تو ہم ہیں

تیرا ہی حسن جگ میں ہر چند موج زن ہے + تس پر بھی تشنہ کام دیدار ہیں تو ہم ہیں

الفاظ خلق ہم بن سب مہملات سے تھے + معنی کی طرح ربط گفتار ہیں تو ہم ہیں

اوروں سے گو گرانی اک لخت اٹھ گئی ہے + اے دردؔ اپنے دل کے گر بار ہیں تو ہم ہیں

خواجہ میر دردؔ کے ان اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مضامین محض رسمی اور تقلیدی نہیں ہیں بلکہ ایک مربوط نظام فکر کا حصہ ہیں ۔ وہ وحدت وجود کے قائل نظر آتے ہیں ، اقبال کی طرح ان کے یہاں بھی زمانہ اک آن ہے جس میں ماہ و سال کی تفریق نہ کرو جو ازل سے ابد تک ایک سلسلہ ہے ۔ اس نظام میں انسان کی عظمت مظہر ذات الٰہی ہے کہ اسی سے خدائی کے کھیل ہمارے سامنے آتے ہیں یہ انسان جو باوجود کدورت مظہر انوار صفا ہے لوہا ہے لیکن آئینہ بنا ہے ، آخری غزل میں بعض نہایت اہم فلسفیانہ مباحث کی طرف اشارہ ہے مثلاً "الفاظ خلق" ، انسان کے بغیر مہملات ہیں اور معنی کی طرح ربط گفتار انسان ہی کی ذات ہے انسان کی فرشتوں پر ترجیح کا ایک عنوان آدم کا " علم الاسما ، تھا کوئی چیز عدم محض سے وجود میں نہیں آتی اسماء یعنی الفاظ ، عدم میں موجود تھے ، انسان کے بغیر یہ مہملات تھے آدم نے ان کو ربط معنی دیا ، یہ اور اسی قسم کے بکثرت مسائل دردؔ کے کلام میں موجود ہیں طوالت کے خوف سے ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے اور درد کی دو رباعیاں نقل کی جاتی ہیں۔

یارب مقصود خلق کیا میں ہی تھا + ایسا تحفہ جہان میں یا میں ہی تھا

کچھ کام ظہور میں نہ آیا مجھ سے + پس تجھ کو یہ مجھ سے مدعا میں ہی تھا

جب سے توحید کا سبق پڑھتا ہوں + ہر حرف میں کتنے ہی ورق پڑھتا ہوں

اس علم کی انتہا سمجھنا آگے + اے دردؔ ابھی تو نام حق پڑھتا ہوں

ان کے دیوان میں ایک ترکیب بند ہے ۔

ع شاہنشہ ملک کفر و دین تو

اس کے بعض اشعار پر یہ بحث تمام کی جاتی ہے۔

ہوں لفظ بے معنی آشنا میں + ہے معنی لفظ آفرین تو

ویرانی وادی گمان تو + آبادی خانہ یقین تو

ھیہات جہان نہہ کسو ر چشمان + ڈھونڈے ھین تجھے تو ھے دھین تو

کرتا ھے نہہ کون دیدہ بازی + گر روشنی نظر/ تو

شوخی تو ھے دل کی بے حجابی + ھے پردۂ چشم شرمگین تو

معشوق ھے شوخی تو ھی عاشق + عذرا ھے کدھر کہان ھے وامق

عاشق ھے اور اضطراب کرنا + اک جا نہ کبھی قرار کرنا

ھم بھی ھین امیدوار ہو کے + ادھر بھی صبا گذار کرنا

اے درد جہان کبھی مین دیکھا + وہ یار مرا ھی جلوہ گر تھا

خاموش ھو مت جتا کسو کو + آتا ھے نظر خدا کسو کو

اور ان ھی دو اشعار پر دیوان درد کا خاتمہ ھوتا ھے [80]

سلطنت دھلی کے سیاسی زوال اور انحطاط کے نتیجہ مین جو انتشار پیدا ھوا اس مین اصحاب علم و فن نے مجبور ھوکر مختلف شہرون اور ریاستون مین پناہ لی ۔ ان مین سب سے اھم اودھ کی ریاست تھی جو پہلے سلطنت دھلی کا ھی ایک صوبہ تھی لیکن بالآخر اسے ایک الگ سلطنت اور اس کے وزیر کو سلطان بنادیا گیا [81] اور پھر یہان شعرو شاعری کی وہ بزم قائم ھوئی جس نے اپنا ایک مخصوص رنگ و آھنگ پیدا کرلیا ۔ اسے لکھنو کے دبستان شاعری کے نام سے پکارتے ھین اور اس کی نمایان خصوصیات مین ایک طرف زبان کی تراش خراش شامل ھے تو دوسری طرف صنائع و بدائع شعری کا کثرت سے استعمال اور مضامین مین جذبات احساسات اور کیفیات سے زیادہ خارجی متعلقات ولوازمات حسن کا بیان اولی ملبوسات ، زیورات وسامان آرائش کا ذکر زیادہ ھے ۔ اسی بناء پر بعض حضرات دھلوی شاعری کو داخلی اور لکھنوی شاعری کو خارجی شاعری کہتے ھین لیکن دونون دبستانون مین ایک چیز مابہ الامتیاز یہ بھی ھے کہ ادنی درجے کے جذبات اور اسفل خیالات و مضامین لکھنو کی شاعری مین کچھ زیادہ ھی ھین ۔ اس کا مطلب یہ ھر گز نہین

---

[80] دیوان درد ، مجلس ترقی ادب لاھور اڈیشن محولہ بالا ، ص ۱۵۸

[81] تفصیلات کے مطالعہ اور حوالون کے دیکھئے ، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی لکھنو کا دبستان شاعری ، طبع سوم ، لاھور ۔

که دهلوی شعرا کا کلام اس عیب سے یکسر پاک هے کیونکه میر درد ، غالب اور داغ کے یہاں اکثر اشعار ایسے نکل آتے هیں جو اعلی درجے کے اخلاقی اشعار نهیں کہے جاسکتے - بات صرف پہه هے که عام میلان دهلوی شاعری کا نسبتاً زیادہ سنجیدہ اور متوازن هے اور اس کے مقابله میں لکھنوی شعرا ذرا زیادہ هی کھل گئے هیں - مرزا غالب کا پہه بیان مشهور هی هے که انهوں نے کسی لکھنوی شاعر کا پہه مصرعه سنکر-

ع پھناتا هے وہ سه دریا پہ کھٹے حسور دھوتی هے-

کہاتھا که پہه محبوب کی کیا تعریف هوئی که کھٹے گھاٹ کپڑے دهلاتا هے اور فرمایا تھا که مضمون دلی والوں کا اور زبان لکھنو والوں کی خوب هے دهلوی شاعری کے لب و لہجه میں توازن ، متانت ، سوز و گداز اور اثر انگیزی پیدا کرنے میں منجمله اور عناصر کے تصوف کا بھی بڑا دخل رہا هے وہ عنصر لکھنو میں بہت کمزور تھا اور اسی وجهه سے ایسے مضامین جن کا تعلق هوا و هوس ، عیاشی اور اخلاقی پستی کے مظاهروں سے هے یہاں زیادہ نمایاں هوگئے هیں تا هم بعض شعرا کے یہاں اس دبستان میں بھی تصوف کے اثرات اور اس کے مضامین موجود هیں جیساکه هم مصحفی کے سلسلے میں سطور بالا میں لکھ چکے هیں پہه روایت مصحفی کے واسطے سے آتش کے کلام میں ملتی هے-

آتش کے دیوان سے بعض اشعار نقل کئے جاتے هیں [۴۲]

حباب آسا میں دم بھرتا هوں تیری آشنائی کا + نہایت غم هے اس قطرے کو دریا کی جدائی کا

اسیر اے دوست تیسی عاشق و معشوق دونوں هیں + گرفتار آهنی زنجیر کا پہه وہ طلائی کا

نظر آتی هیں هر سو صورتیں هی صورتیں مجھکو + کوئی آئینه خانه کارخانه هے خدائی کا

نکل اے جان تن سے تا وصال یار حاصل هو + چمن کی سیر هے انجام بلبل کی رهائی کا

دل اپنا آئینه سا صاف عشق پاک رکھتا هے + تماشا دیکھتا هے حسن اس میں خودنمائی کا

---

[۴۲] کلیات آتش ، ناشر اردو مرکز لاهور طبع لاهور سنه ۱۹۶۳ع

حسن بھی اک جلوہ مستانہ ہے اس کا + ہشیار وحشی ہے کہ جو دیوانہ ہے اس کا

گریباں ہے اگر شمع تو سر دھنتا ہے شعلہ + معلوم ہوا سوختہ پروانہ ہے اس کا

وہ شوخ نہاں گنج کے مانند ہے اس میں + معمورۂ عالم جو ہے ویرانہ ہے اس کا

جو چشم کہ حیران ہوئی آئینہ ہے اس کا + جو سینہ کہ صد چاک ہوا شانہ ہے اس کا

دل قصر شہنشہ ہے وہ شوخ اس میں شہنشاہ + عرصہ یہ دو عالم کا جلو خانہ ہے اس کا

یہ حال ہوا اس کے فقیروں سے ہویدا + آلودۂ دنیا جو ہے بیگانہ ہے اس کا

شکرانۂ ساقی ازل کرتا ہے آتش + لبریز مے شوق سے پیمانہ ہے اس کا

پروانہ شمع جس نے دل جلایا تیری دوری میں + تو اس نے منزل مقصود کو زیر قدم پایا

نظر آیا تماشائے جہاں جب بند کیں آنکھیں + صفائے قلب سے پہلو میں ہم نے جام جم پایا

آئینہ سینۂ صاحب نظراں ہے کہ جو تھا + چہرۂ شاہد مقصود عیاں ہے کہ جو تھا

اثر منزل مقصود نہیں دنیا میں + راہ میں قافلۂ ریگ رواں ہے کہ جو تھا

غبار راہ ہو کر چشم مردم میں محل پایا + نہال خاکساری کو لگا کر ہم نے پھل پایا

غضب ہے منزل ہستی میں آسائش طلب ہونا + ہجوم خواب سے رہرو نے ہے آخر خلل پایا

پار اترا جو کہ غرق ہوا بحر عشق میں + وہ داغ ہے جو دامن ساحل میں رہ گیا

کافر ہے منکر اس کی کریمی کی شان کا + خالی پیالہ کب کف سائل میں رہ گیا

چاروں طرف سے صورت جاناں ہو جلوہ گر + دل صاف ہو ترا تو ہے آئینہ خانہ کیا

آشنا گوش سے اس گل کے سخن ہے کس کا + کہہ زباں سے کہے کوئی یہ دہن ہے کس کا

باغ عالم کا ہر اک گل ہے خدا کی قدرت + باغباں کون ہے اس کا یہ چمن ہے کس کا

دولت دنیا سے مستغنی طبیعت ہو گئی + خاکساری نے اثر پیدا کیا اکسیر کا

بٹھایا جادۂ رہ مجھ کو خاکساری نے + پھرا جو مجھ سے زمانے میں وہ خراب ہوا

زیادہ زخم سے انسان کو احساں اٹھانا ہے + نہ ہونا خوب ہے ظل ہمائے بادشاہی کا

حسن و جمال سے ہے زمانے میں روشنی + شب ماہتاب کی ہے تو روز آفتاب کا[۴۳]

منکر ہیں ذات صانع عالم کے دہریے + عالمیوں کا عمل ہے فقط لا الہ پر

عالم حجاب یار کا تھا حال ہے وہی + خلوت نشین ہے روشنی انجمن ہنوز

نہ کعبے میں نظر آیا نہ بت خانے میں تو + اٹھا میں … کے اک دم ادھر ادھر خاموش

عشق صورت سے خیال آیا ہے معنی کی طرف + جب صدف سے مدعا تھا اب ہے گوہر سے غرض

لایا ہے عشق حسن کا تیرے کشاں کشاں + آتا تھا کون عالم ایجاد کی طرف

رجوع بندہ کی ہے اس طرح خدا کی طرف + نگاہ لطف سے دیکھے جو تو گدا کی طرف

حق یہی مذہب ہے باطل ہے جو ہے اس کے خلاف + مرد مومن ہے وہی لایا ہے جو ایمان عشق

وحشی تھے بوئے گل کی طرح سے جہاں میں ہم + نکلے تو پھر کے آئے نہ اپنے مکان میں ہم

دنیا و آخرت میں طلبگار ہیں تیرے + حاصل تجھے سمجھتے ہیں دونوں جہاں میں ہم

قریب کو دل اہل صفا میں راہ نہیں + وہ دشت ہے یہ جہاں آب زیرکاہ نہیں

فقیریں کے قدم مار اس میں اے آتش + طریق احمد مرسل سی شاہراہ نہیں

پردے یہ غفلتوں کے اگر دل سے دور ہوں + سائل سوئے سجود سپہر غرور ہوں

آشنا معنی سے صورت آشنا ہوتا نہیں + آئینہ دل کی طرح سے حق نما ہوتا نہیں

اک قلندر کی پسند آئی مجھے کتنی یہ بات + چار ابرو کی صفا سے دل صفا ہوتا نہیں[۴۴]

بادشاہی سے فقیری کا ہے پایہ بالا + بوریا چھوڑیے کیا تخت سلیمان مگوں

مگر جانا نہیں شاید کہ یاں سے اہل عالم کو + یہ دو دن کے لئے کیسا قصر و ایوان بنواتے ہیں

نہ تو … کو دماغ نگاہ ہے نہ کسی کو تاب جمال ہے + انہیں کس طرح سے دکھاؤں میں جو کہتے ہیں کہ خدا نہیں

دل کی کدورتیں اگر انساں سے دور ہوں + سارے نفاق گبر و مسلماں سے دور ہوں

---

[۴۳] الله نور السموات والارض

[۴۴] نکتہ نہ ہر کہ مو تراشد قلندری داند

اس شش جہت میں خوب تری جستجو کریں + کعبے میں چل کے سجدے تجھے چارسو کریں

موجود گو کہ تو ہے مگر پابستہ ہے شوق + آوارہ ہوں ، تلاش تری چارسو کریں

نہیں تیرے کرم کو قید کچھ اعلیٰ و ادنیٰ کی + سکندر تشنہ رہ جائے پیئے خضر آب حیواں کو

تری درگاہ کے ذروں سے ہے جب سامنا ہوتا + حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں مہرتاباں کو

رسائی عرش تک اس کی تو اس کی حد ہے + مہ کنعاں کو کیا نسبت ہے خورشید حجازی سے

صورتیں سدرۃ منتہی ہیں بارہا ان سے + پھر کہا کھا کے نہ کر پاؤں سے منزل بھاری

پڑھا ہے ہم نے بھی قرآں، قسم ہے قرآں کی + جواب ہی نہیں رکھتی ہے گفتگو تیری

اس خرابے میں ترے واسطے پھرتے ہیں خراب + جستجو ہم کو ہے اے گنج نہانی تیری

منزل فقر و فنا جائے ادب ہے غافل + بادشہ تخت سے یاں اپنے اتر لیتا ہے

بے اعتبار نقش و نگار زمانہ ہے + اک رنگ پر ہوا نہیں رہتی ہے باغ کی

منتظر ہے چشم روز وعدۂ دیدار کی + گوش مشتاق صدائے صور اسرافیل ہے

خدا پنہاں ہے عالم آشکارا + نہاں ہے گنج ویرانہ عیاں ہے

ہر چشم کو دیدار ترا مدنظر ہے + جو گوش ہے مقصود اسے تیری خبر ہے

کبھی نظر آیا نہ پھر جب تو نظر آیا مجھے + جس طرف دیکھا مقام ہو نظر آیا مجھے

آتش کے کلام سے یہ مختصر اقتباس صرف ایک نمونہ ہے ، ان مضامین اور موضوعات پر ان کے دیوان میں اور بھی بکثرت اشعار موجود ہیں ، اس اقتباس سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ لکھنوی شاعری بالخصوص غزل کے لب ولہجہ میں پستی کے باوجود لکھنوی شعرا کے کلام میں ایسے اشعار بھی بکثرت ملتے ہیں جن میں اعلیٰ اخلاقی اقدار اور صوفیانہ و عارفانہ خیالات موجود ہیں ۔ اس کا ایک سبب یہ ہے کہ سوسائٹی کے زوال اور پستی کے باوجود اگر یہ لوگوں کا عمل اور ان کے

مشاغل کچھ بدل گئے تھے لیکن بنیادی اخلاقی اقدار اور تصورات چاہے بے روح ہو کر رہ گئے تھے لیکن تھے ضرور اور آتش جیسا شاعر بھی جوشاعری کو الفاظ کی نگینہ سازی اور مرصع کاری سمجھتا تھا اور جس کے یہاں لکھنوی شعرا کے عام مضامین کی کثرت ہے اس کی یہاں بھی یہ عنصر بالکل مفقود نہیں ہوسکا کیونکہ اس کا تعلق اس مسلم معاشرہ کی اساس سے تھا جو اپنے دور زوال میں بھی اپنا اسلامی مزاج بالکل ترک نہیں کرسکتا ۔

لکھنؤ کے بعض شعرا ایسے بھی ملتے ہیں جو خواجہ میر درد کی طرح صوفی مزاج اور صوفی مسلک رکھتے تھے، مثلاً ان میں امیر مینائی بھی شامل ہیں جو لکھنؤ میں آباد ہونے والے مشہور بزرگ حضرت شاہ مینا کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور درویشی وفقیری ان کا مسلک تھا باوجود اس تعلق کے جو امیر مینائی کو بعض رئیسوں اور امیروں بالخصوص دربار رامپور سے تھا ان کے یہاں تصوف محض ایک مسلک شعری نہیں بلکہ زندگی کی ایک حقیقت ہے۔ ان کے کلام سے بعض اشعار اس سلسلے میں پیش کئے جاسکتے ہیں [۲۵]

کیسی نظر حجاب جو مانع ہو نور کا + دریا سے قطرہ قصد کرے کیا عبور کا
محروم اس کے خوان تجلی سے کون ہے + حصہ ہر ایک آنکھ کو پیمانہ ہے نور کا
دیکھیں کہ کیا دکھائے قیامت میں شوق دید + درپیش مرحلہ ہے شہود و ظہور کا
دیکھا نہیں ہے تجھکو مگر شوق دید ہے + مشتاق غائبانہ ہوں تیرے حضور کا
دریائے معرفت سے جو دل آشنا ہوا + ترک خودی سفینہ اہل فنا ہوا
پھولتا تھا نہ بہار چمن ہستی پر + رنگ سے بوکی طرح گل کو جدا رکھتا تھا
مل کے عالم سے ہوا اور ہی اپنا عالم + اپنے عالم میں ہمیں سب سے جدا رکھتا تھا
سرمہاز کو تیراہی آستانہ ہوا + شراب خانہ ہوا یا قمار خانہ ہوا
جلوۂ معشوق ہر جا ہے بصیرت ہو اگر + کس کے شب تاب میں عالم ہے شمع طور کا

---

[۲۵] امیر مینائی دیوان امیر معروف بہ رسم تاریخی مراۃ الغیب ، مطبوعہ نولکشور پریس لاہور طبع ششم مارچ سنہ ۱۹۱۳ ع

دنیا کی سیر تھی کہ تماشا طلسم کا + جھپکی پلک کہ آنکھ سے غائب وطن ہوا

کھل گیا جب یہ کہ دل بھی جلوہ گاہ یار ہے + کون چکر کھائے پھر دیر و حرم کی راہ کا

شیخ کعبے سے گیا اس تک برہمن دیر سے + ایک تھی دونوں کی منزل پھیر تھا کچھ راہ کا

نور وحدت سے یہ عالم ہے دل آگاہ کا + مہر ہے ایک ایک ذرہ میری گرد راہ کا

فی الحقیقت غوطۂ بحر فنا ہے لا الٰہ + ہے ابھرنا اس بھنور سے ذکر اِلاّ اللّٰہ کا

جب تلک ہست تھی دشوار تھا پانا تیرا + مٹ گئے ہم تو ملا ہم کو ٹھکانا تیرا

نہ جہت تیرے لئے ہے نہ کوئی جسم ہے تو + چشم ظاہر کو ہے مشکل نظر آنا تیرا

شش جہت چھان چکے ہم تو کھلا ہم پہ یہ حال + رگ گردن سے ہے نزدیک ٹھکانا تیرا

پکارتا ہے یہ ناز اس کی کبریائی کا + کہ لے اڑا ہے مجھے شوق خود نمائی کا

کہاں دہن ہے تماشائی خدائی کا + مگر جو دیکھتے دے رعب کبریائی کا

اس کو کہاں دماغ تجلی تھا طور پر + سارا ظہور جلوۂ شوق کلیم تھا

آنکھ اگر آئینہ وحدت نما سے ہو دوچار + ہے ہر طوطی کا عالم سبزۂ زنگار پر

حسب ارشاد نبی فقر حقیقت میں ہے فخر + ابر رحمت کہ گلیم فقرا ہے سر پر

یہ چند اشعار اس اندازہ کے لئے کافی ہیں کہ امیر مینائی کے یہاں صوفیانہ رنگ کس طرح نمایاں ہوا ہے اور یہ بات صرف امیر مینائی یا ان سے پہلے آتش تک محدود نہیں یہ سلسلہ تو دور آخر کے لکھنوی شعرا جلیل، صفی اور عزیز لکھنوی تک پہنچا ہے لیکن ان سب کی تفصیل یہاں طوالت کا باعث ہوگی اس لئے اسے نظر انداز کیا جاتا ہے۔

عصر حاضر میں بھی صوفیانہ مضامین اور افکار و خیالات نے اردو شاعری میں اپنی روایت باقی رکھی ہے، مثلاً غزل کے دور احیاء میں حسرت موہانی، اصغر گونڈوی، فانی بدایونی اور جگر مرادآبادی کا نام خاص طور پر لیا جاتا ہے ۔ حسرت موہانی کے باب میں تو کسی شبہہ کی گنجائش ہی نہیں کہ ان کے یہاں صوفیانہ مسلک محض ایک شعری روایت نہیں فقیری اور درویشی، قلندری، صبر و رضا، استغنا اور توکل ایثار اور خلوص رجوع الی اللّٰہ، عشق رسولؐ بزرگان دین اور صوفیائے کرام سے نسبت ان کی زندگی کے عناصر ہیں کہ ان ہی کے ترکیب و

ترتیب کا نام حسرت موہانی ہے - ان اشعار میں حسرت کو دیکھئے [۲۶]

لاؤں کہاں سے حوصلہ آرزوئے سپاس کا + جب کہ صفات یار میں دخل نہ ہو قیاس کا

عشق میں تیرے دل ہوا ایک جہان بے خودی + جان غزیدہ بن گئی حیرت بے قیاس کا

لطف و عطائے یار کی عام ہیں بسکہ شہرتیں + قلب گناہگار میں نام نہیں ہراس کا

اہل نظر کو بھی نظر آسکا نہ روئے یار + یاں تک حجاب نور نے مستور کردیا

کسے فرصت تمہاری جستجو کی شوق بیحد سے + ابھی ہم نے کہاں ڈھونڈا ابھی ہم نے کہاں پایا

نہ پاسکتے کبھی پابند رہ کر قید ہستی میں + سو ہم نے بے نشاں ہوکر تجھے اور بے نشاں پایا

روشن جمال یار سے ہے انجمن تمام + دہکا ہوا ہے آتش گل سے چمن تمام

تھی راحت حیرت کی کس درجہ فراوانی + میں نے غم ہستی کی صورت بھی نہ پہچانی

نگاہ یار جسے آشنائے راز کرے + وہ اپنی خوبی قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

دلوں کو فکر دو عالم سے کردیا آزاد + ترے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے

ترے کرم کا سزاوار تو نہیں حسرت + اب آگے تیری خوشی ہے جو سرفراز کرے

ارباب اشتیاق سے پیشتر پردا چاہیے + اے حسن خود نما تجھے ایسا نہ چاہیے

حسن کو ہے سزا خود آرائی + مژدہ اے آرزوئے شیدائی

نظر افروز اہل بینش ہے + تیری بیچارگیوں میں پیدائی

متحقق ہے جلوۂ رخ یار + منحصر ہے شکست بینائی

ہے وہ رنگین ادا نشان وفا + جان محبوبی و دلآرائی

مذہب عاشقی میں ہے اے عقل + بے خودی انتہائے دانائی

بندۂ بندگان حضرت عشق + حسرت سرفراز رسوائی

حسن ہو جس میں وہ ہر شے جلوہ گر اس دل میں ہے۔

جلوہ صورت پرستی میں آب و گل میں ہے

---

[۲۶] حسرت موہانی ، دیوان اول ، حصہ اول سنہ ۱۹۰۳ تا ۱۹۱۲ء

بے خودی سے بڑھ کے آگے ہے فنا کا مرتبہ + رہرو راہ محبت آخری منزل میں ہے

غافل عشق مجازی کیوں نہ ہوں اہل نظر + جلوہ حق آشکارا صورت باطل میں ہے

اور بعد کے کلام میں یہ اشعار دیکھئے [۴۷]

تجھ پہ گرویدہ اک زمانہ رہا +	کچھ فقط میں ہی مبتلا نہ رہا
جب سے تو مدعائے شوق ہوا +	پھر کوئی اور مدعا نہ رہا
واقف نہیں دشواری تعلیم فنا سے +	دل ہے ابھی اک طفل دبستاں تنہا
لائق حزب اولیا نہ ہوا +	وہ جو بے خوف ماسوا نہ ہوا
ہوگیا راہ عشق میں جو شہید +	وہ فنا ہوکے بھی فنا نہ ہوا
قدر حسرت اس کو کیا معلوم +	جو کبھی تیرا مبتلا نہ ہوا
جو راہ غم میں ترا پائمال ہو نہ سکا +	وہ بار یاب مقام کمال ہو نہ سکا
پیرو مسلک تسلیم و رضا ہوتے ہیں +	ہم تری راہ محبت میں فنا ہوتے ہیں

حسرت پر یہ رنگ ان کی زندگی کے آخری دور میں اور گہرا ہوگیا تھا اور بالخصوص حج اور زیارت روضۂ پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کلام میں پاکیزگی اور روحانی لطافت کا عنصر اور نمایاں ہو گیا تھا ۔ جو اشعار اوپر نقل ہوئے ہیں وہ محض ان کی افتاد طبع اور مسلک کی طرف ایک اشارہ ہیں [۴۸]

---

[۴۷] دیوان دوم مرتبہ بیگم حسرت موہانی

[۴۸] یہ بات نہایت دلچسپ ہے کہ حسرت موہانی کے دیوان حسرت موہانی حصہ ششم کے دیباچہ طبع اول میں جسے بیگم حسرت موہانی نے کانپور سے شائع کیا تھا ، پہلے صفحہ پر یہ عبارت لکھی تھی " ہدیہ شوق و عقیدت از فقیر حسرت موہانی ، اس میں پہلا میر عثمان علیخاں نظام دکن کا نام تھا ۔ دوسرا عنوان تھا بہ ارباب ذوق و تصوف اور اس فہرست میں یہ حضرات شامل تھے (حسرت کے اپنے الفاظ ہیں)
(۱) حضرت مولانا مولوی عبدالباری لکھنوی فرنگی محلی (۲) حضرت مولانا مولوی ابوالکلام آزاد دہلوی (۳) حضرت مولانا مولوی عبدالماجد بدایونی (۴) حضرت مولانا مولوی مجدد پیر سرہندی (۵) حضرت مولانا مولوی عبدالقدیر بدایونی (۶) حضرت مولانا حسین احمد مدنی دیوبندی (۷) حضرت مولانا آزاد سبحانی قاضی پوری (۸) حضرت مولانا شاہ محمد فاخر بے خود الہ آبادی (۹) حضرت مولانا سید ابوالہاشم کانپوری

چونکہ ہمارا موضوع اردو شاعری کی تاریخ میں تصوف کا دخل نہیں ہے اس لئے اس بحث کومزید طوالت سے بچنے کے لئے علامہ اقبال کے ذکر پر ختم کیا جاتا ہے ۔ علامہ اقبال کے متعلق ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ وہ تصوف اور صوفیوں کے خلاف تھے ، اس کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ بعض صوفیا کے افکار و خیالات اور بعض نظریات سے انہیں اختلاف تھا بالخصوص جن افکار و نظریات میں انہیں زندگی سے فرار ، ترک دنیا ، رہبانیت ، اور نفی خودی کی دعوت نظر آتی ہے وہ اسے قومی زندگی کے لئے مفید اور مناسب نہیں سمجھتے ورنہ بعض صوفیا سے ان کی عقیدت کا اظہار ان کی نظموں اورمکاتیب میں جا بجا ہوا ہے [۴۹] مثلاً اپنے اور اپنے گھرانے کے صوفیانہ ماحول کے بارے میں ضرب کلیم میں [۵۰] میں جاوید اقبال سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں۔

غارت گر دیں ہے یہ زمانہ + ہے اس کی نہاد کافرانہ

دربار شہنشہی سے خوشتر + مردان خدا کا آستانہ

لیکن یہ دور ساحری ہے + انداز ہیں سب کے جادوانہ

سرچشمۂ زندگی ہوا خشک + باقی ہے کہاں مئے شبانہ

خالی ان سے ہوا دبستاں + تھی جن کی نگاہ تازیانہ

جس گھر کا مگر چراغ ہے تو + ہے اس کا مذاق عارفانہ

صوفیائے کرام میں حضرت نظام الدین اولیاء سے عقیدت کا اظہار بانگ درا میں التجائے مسافر کے عنوان سے موجود ہے ، لاہور میں علامہ اکثر شیخ علی ہجویری رح داتا گنج بخش اورحضرت شاہ محمد غوث کے مزارات پر حاضر ہوتے تھے اوراپنی عقیدت کا اظہار فرماتے تھے ان کے دل میں حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رح کے لئے بڑا احترام اور عقیدت تھی اور اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے تھے ۔

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند + اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی

حاشیہ مسلسل [۲] نمبر (۳) میں ارکان علم و فن کے نام ہیں اور نمبر (۴) میں اساتذہ سخن ، آخرالذکر فہرست میں علامہ اقبال کا نام بھی شامل ہے ۔

[۴۹] اس موضوع کی تفصیل کے لئے دیکھئے ، ڈاکٹر ابوسعید نورالدین اسلامی تصوف اور اقبال مقالہ پی ایچ ڈی کراچی یونیورسٹی ، شائع کردہ اقبال اکیڈیمی

[۵۰] بحوالہ مقالہ مذکورہ بالا ۔

آپ کے مزار پر حاضر ہوئے تو فرمایا ۔

کی عرض یہ میں نے کہا عطا فقر ہو مجھکو + آنکھیں میری بینا ہیں ولیکن نہیں بیدار

اور جواب یہ ملا ۔

آتی یہ صدا سلسلۂ فقر ہوا بند + ہیں اہل نظر کشور پنجاب سے بیزار

عارف کا ٹھکانہ نہیں وہ خطہ کہ جس میں + پیدا کُلہِ فقر سے ہو طرۂ دستار

وہ خود سلسلہ قادریہ میں بیعت بھی تھے چنانچہ مولانا سید سلیمان ندوی کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں ۔

" یہی حال سلسلہ قادریہ کا ہے جس میں میں خود بیعت رکھتا ہوں "[1]

اس کے علاوہ مولانا جلال الدین رومی کو وہ اپنا پیرو مرشد اور رہبر و رہنما جانتے ہیں اور انھوں نے اپنی فارسی اور اردو شاعری میں بار بار اس کا اعتراف کیا ہے کہ انھوں نے مولانائے روم سے فیض روحانی حاصل کیا ہے ، علاوہ ان صوفیائے کرام کے جن کا ذکر ہوا حضرت بوعلی شاہ قلندر رح اور حضرت شیخ میاں میر رح سے بھی ان کو بڑی عقیدت تھی اور اسکا اعتراف کیا ہے ۔

بات دراصل یہ ہے کہ علامہ اقبال تصوف میں ان عناصر کے مخالف تھے جو فلسفہ افلاطون اور نو افلاطونیت کے علاوہ ایران اور ہندوستان کے افکار و خیالات سے ماخوذ اور روح اسلام کے منافی تھے ، مثلاً " مسئلہ وحدت الوجود کو جس انداز میں بعض صوفیا نے پیش کیا تھا اور جسے شاعری نے اور بھی دلفریب رنگ میں پیش کیا تھا علامہ اسے اسلامی تصوف کا عنصر نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کے یہاں ایک مثبت فکری نظریہ خودی کا تھا ۔ اس کا اظہار بعض صوفیا مثلاً " جنید بغدادی رح ، مولانا روم اور حضرت مجدد الف ثانی رح کے یہاں بھی ملتا ہے اقبال نے اس کو تفصیل اور تشریح سے پیش کیا اور یہ ان کے افکار و خیالات کا مرکز قرار پایا جیساکہ اس باب کے آغاز میں بیان ہوا ہے اسلامی تصوف کی بنیاد بھی قرآن اور حدیث پر ہے اور اقبال کے فکری نظام میں بھی ان کی بنیادی حیثیت اور اہمیت مسلم ہے ۔ تزکیۂ نفس مجاہدہ (جس کے معنی صرف ترک دنیا نہیں بلکہ اعلیٰ اور ارفع قوتوں اور صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لئے ادنیٰ اور اسفل سے گریز ہے) جہاد فی سبیل اللّٰہ " توکل ، ایثار ، قلندری اور

---

[1] علامہ اقبال ، مکاتیب حصہ اول ص ۷۹ بحوالہ ڈاکٹر ابوسعید نورالدین محولہ بالا

درویشی کے عناصر ان کی شاعری میں جس حد تک نمایاں ہیں ان سے اسلامی تصوف اور مرد قلندر
کا مسلک واضح ہوتا ہے۔ عشق رسول ان کے افکار و خیالات میں ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے
اور ان کا نہتہ تصور بھی صوفیانہ مزاج اور مسلک کے عین مطابق ہے ۔ اسی طرح وہ صرف انسان
کی مادی ترقی کو زندگی کی معراج نہیں سمجھتے بلکہ دل اور روح کی ترقی کے بغیر ان کے
انسان کامل کا تصور مکمل نہیں ہوتا ۔ خود انسان کامل کا تصور بھی صوفیا کے ہی مسلک
کے مطابق ہے ۔ اسرار خودی کے آغاز میں مولانا روم کی زبان سے اقبال نے اس حقیقت کا اعتراف
کیا ہے۔ کہ انسان کامل کی تلاش ہی تلاش کا اصل مقصد اور غایت ہے اور اسی تلاش میں
مولانا روم نے ان کی رہبری اور رہنمائی کی ہے ۔ غرض علامہ اقبال اگرچہ ان معنوں میں صوفی
شاعر نہیں ہیں جن میں اردو کے بعض اور شعرا ولی کے دور سے ہمارے دور تک شامل ہیں۔
لیکن یہ بھی کہنا درست نہیں کہ علامہ اقبال تصوف کے یکسر مخالف ہیں اور ان کی تعلیمات
صوفیانہ خیالات اور افکار کی تردید کرتی ہیں ۔

خاتمہ کلام

اس مقالے کا موضوع اردو شاعری کا دینی پس منظر تھا۔ چنانچہ تمہید اور ابتدائی ابواب میں دین اور دینی پس منظر کے مباحث کو اختصار سے پیش کرنے کے بعد اردو زبان و ادب میں اسلام اور مسلمانوں کے افکار و خیالات کے اثرات و نفوذ کا جائزہ لیا گیا، اس جائزہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اسلام ایک ایسا دین ہے جو زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے اور انفرادی یا اجتماعی زندگی کا کوئی مرحلہ ایسا نہیں جو اس کے دائرہ سے خارج ہو، اس لئے قدرتی طور پر برصغیر پاک و ہند کے اسلامی معاشرہ میں بھی اس کے اثرات نمایاں ہیں۔ زبان اور شاعری کسی بھی معاشرہ کی نبض ہوتی ہے۔ چنانچہ اردو زبان جو برصغیر میں مسلمانوں کی آمد کے بعد یہاں کی دیسی بولیوں اور مسلمانوں کی عربی، فارسی ، ترکی کی آمیزش و آویزش کے نتیجہ کے طور پر پیدا ہوئی اپنے مزاج کے اعتبار سے مسلمانوں کے معاشرہ کی ترجمان تھی، یہی سبب ہے کہ اس کا رسم الخط دیسی بولیوں کے اس رسم الخط سے جو برھمی رسم الخط سے ماخوذ ہیں مختلف اور اس رسم الخط کے مطابق ہے جو مسلمانوں نے عربی و فارسی کیلئے اختیار کیا تھا اور جو ان کے ساتھ برصغیر میں آیا۔ اور اسی بناء پر مسٹر گاندھی کہتے تھے کہ اردو قرآنی حروف میں لکھی جاتی ہے اور ایک حد تک یہ حقیقت بھی ہے۔ مسلمانوں کی وجہ سے محض اردو کا رسم الخط ہی مسلمانی نہیں اس زبان کا مزاج اور اس کے شعر و ادب کا رنگ و آہنگ بھی مسلمانوں کے تہذیبی اثرات کا آئینہ دار ہے اور ان اثرات میں دین اسلام کے اثرات اردو شاعری اور ادب کی مختلف اصناف پر مختلف ادوار میں مسلسل روایت کے طور پر ملتے ہیں۔

یہ موضوع کئی سو سال کے ادبی تاریخ پر محیط ہے اس لئے بعض اوقات تفصیلات کی بجائے اختصار سے کام لینا پڑا ہے۔ اردو شاعری کی مختلف اصناف میں دینی پس منظر کا اظہار جس طرح ہوا ہے وہ ایک مستقل باب کا موضوع ہے اسی طرح اسلامی تاریخ کے اہم واقعات اور

شخصیات کا ذکر جس طرح اردو شاعری میں ملتا ھے اس کا جائزہ ایک الگ باب میں لیا گیاھے
شاعری کے اسالیب اور مختلف شعری صنائع و بدائع مثلاً تشبیہ ، استعارہ ، تلمیح وغیرہ میں اسلامی
تاریخ تہذیب و تمدن ، قران و حدیث وغیرہ کے جو آثار ملتے ھیں ان پر ایک الگ باب میں بحث
کی گئی ھے۔

مسلمانوں کے کردار اور ان کے افکار و خیالات ، ان کی تہذیب و معاشرت اور اقدار
کے بارے میں ان کے تصورات کو ایک مستقل باب کا موضوع بنایا گیا ھے اور اسی باب میں تصوف
اور اردو شاعری کی بحث کو بھی شامل کرلیا گیا ھے۔

امید ھے کہ اس مقالہ سے اندازہ ھوگا کہ اردو زبان اور اس کے شعر و ادب کا
برصغیر پاک و ھند کے مسلمانوں سے کس نوعیت اور کس شدت کا تعلق ھے۔ برصغیر کی کسی دوسری
زبان میں اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں اردو سے زیادہ علمی اور ادبی سرمایہ نہیں اور نہ کسی
دوسری زبان یا بولی کی شاعری میں اسلامی دینی پس منظر کی اس قدر تفصیلات، مقدار، نوعیت اور
معیار کے اعتبار سے اس کے برابر یا اس سے زیادہ ھے اس لئے برصغیر کے مسلمانوں کی تاریخ ، تہذیب
معاشرت اور ان کے علم و ادب کی تاریخ کا مطالعہ اردو زبان اور اس کے شعر و ادب کے تفصیلی
اور تحقیقی مطالعہ کے بغیر مکمل نہیں ھوسکتا اور یہ ناچیز کوشش اسی مطالعے کے سلسلے کی
ایک کڑی ھے ۔ اس مقالہ کے آخر میں ایک نکتہ قابل غور ھے ۔ یہ اگرچہ درست ھے کہ فارسی اور
اردو شاعری کا بڑا حصہ اسلامی تصورات ، دینی اشارات ، اصطلاحات ، تلمیحات وغیرہ کاترجمان
ھے اور بلا شبہ بعض شعرا دیندار مسلمان بھی تھے لیکن ایک بات اکثر نقادوں کو کھٹکتی ھے
اور وہ یہ کہ ان اشعار میں جو پیشہ ور اور روایتی شعرا کے یہاں ملتے ھیں جابجا ایسے مضامین
ملتے ھیں جو صریحاً شعار اسلامی کے خلاف ھیں بلکہ ان میں بعض اوقات تو صریحاً ایسی باتیں
ملتی ھیں جن سے دین و مذھب کی تضحیک کا پہلو نکلتا ھے مثلاً شعرا اپنے بے دین اور
مرتد ھو جانے پر شاعرانہ انداز میں سہی شرمندہ ھو جانے کی بجائے اس پر فخر کرتے ھیں مثلاً

میرصاحب جو سرامد شعرائے اردو ھیں فرماتے ھیں۔۔

میر کے دین و مذہب کو کیا پوچھتے ہو یارو ان نے تو
قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا، کب کا ترک اسلام کیا

ترک اسلام ارتداد ہے اور مرتد واجب القتل ، لیکن ہم میر کو شاعر کہہ کر معاف کردیتے ہیں۔ کوچہ دلدار کو جنت پر ترجیح دیتے ہیں ، حوروں کو محبوبہ کی ایک چوٹی پر قربان کرتے ہیں دیدار الٰہی کی بجائے معشوق کے دیدار کے انتظار میں مرتے ہیں۔ کعبہ جانے اور حج کرنے کی بجائے سگ کوچۂ جاناں بن کر طواف کوئے ملامت کو جاتے ہیں ، زاہدوں اورعابدوں پر ہزاروں پھبتیاں کستے ہیں ، زہد و ورع پر طعن کرتے ہیں۔ بے حیائی اور بے شرمی پر نازاں ہوتے ہیں، شراب جسے ام الخبائث کہا گیا ہے اسے شراب طہور پر ترجیح دیتے ہیں اور جو نہیں بھی پیتے وہ بھی جھوٹ موٹ اپنے کو سب سے بڑا شرابی کبابی بتاتے ہیں۔ پیر مغاں کے ہاتھ دین و ایمان سب بیچ ڈالتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ان مضامین کے ادا کرنے والے تمام شعراء فی الحقیقت ایسے نہیں ہوتے جیسے وہ اپنے کلام میں نظر آتے ہیں بلکہ بعض ان میں سے پاکباز ہوتے ہیں اور اگرچہ مضامین ان کے یہاں بھی ایسے ہی ہوتے ہیں اور ان کی تشریح اور توضیح یوں کی جاتی ہے کہ یہ محض استعارے اور محض برائے شعر گفتن ہیں اس لئے ان کو حقیقت پر مبنی نہیں سمجھنا چاہیے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان زبانوں میں بھی جن پر مسلمانوں کی تہذیب و معاشرت اور ان کے عقائد ، خیالات اور افکار کا گہرا اثر پڑا ہے اس منفی رجحان کا کیا سبب ہے ۔ یہ مسئلہ تحقیق طلب ہے اور فارسی اور اردو شاعری کے مختلف ادوار کے سماجی اور تہذیبی پس منظر کو سامنے رکھکر اس کے جائزہ کی ضرورت ہے ، یہ ایک مستقل موضوع ہے جس کا ہمارا مقالہ متحمل نہیں ہوسکتا صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ غالباً اس کا ایک سبب یہ ہے کہ شروع میں اسلام میں شاعری کسو کوئی بہت پسندیدہ فن نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ قرآن حکیم میں شاعروں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ جو کہتے ہیں کرتے نہیں ظاہر ہے اسلام ایک ایسے فعل کو جس کے ظاہر و باطن ، اصل اور بیان میں تضاد ہو قبول نہیں کرتا سورۂ الشعراء میں ارشاد ہے :-

"اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دیجئے کہ کیا میں تم کو بتلاؤں کس پر شیاطین اترا کرتے

ھیں جو پہلے سے دروغ گفتار بڑے بد کردار ھوں اور جو شیاطین کی خبریں سننے کے لئے کان لگا دیتے ھیں اور وہ بکثرت جھوٹ بولتے ھیں ، شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ھیں کیا تم کو معلوم نہیں کہ وہ لوگ ھر میدان میں حیران پھرا کرتے ھیں اور زبان سے وہ باتیں کہتے ھیں جو کرتے نہیں ــ"

قرآن حکیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد ھے ـ

اور ھم نے آپ کو شاعری کا علم نہیں دیا اور وہ آپ کے شایان شان بھی نہیں ہے)

اس کا نتیجہ یہ ھوا کہ جن زمانوں میں مسلمانوں نے شعرو شاعری کی طرف توجہ کی اس لئے ایسے ماحول اور تہذیبی پس منظر میں اس فن کو اختیار کیا جس میں غیر اسلامی افکار و خیالات جو اسلام میں اور کسی طرح راہ نہیں پاسکتے تھے اس چور دروازے سے داخل ھوئے۔ محبوب کو بت کہنا اور اس کی محبت کو بت پرستی بتانا ، اس کے عارض کو مصحف ، اس کے تل کو حجر اسود کہنا سب اسی ذھنیت کا نتیجہ ھے ـ اس اسلوب شاعری کو فروغ اس لئے ھوا کہ فارسی اور اردو شاعری کے جس دور سے ھم بحث کررھے ھیں اور جس میں اس قسم کے موضوعات اور مضامین زیادہ آئے تاریخی اعتبار سے بھی ایک ایسا دور ھے جب اسلام کے خلاف تحریکیں مختلف صورتوں میں ظاھر ھورھی تھیں اور ایران و ھندوستان کے قدیم مذاھب فلسفے ، افکار و خیالات رسم و رواج ، تہذیب و معاشرت کے رد عمل سے ان کو ایک طرح کی تقویت پہنچ رھی تھی خاص طور پر اردو شاعری کے فروغ کا زمانہ جو سولھویں صدی عیسوی سے شروع ھوتا ھے وھی زمانہ ھے جب کفر و الحاد کی یورش شروع ھوچکی تھی جسکا ایک مظہر اکبر کے دین الٰہی کا شوشہ تھا ، ان ھی حالات میں حضرت مجدد الف ثانی کی تحریک شروع ھوئی اور یہ تحریک خود اس بات کا ثبوت ھے کہ تہذیبی اعتبار سے غیر اسلامی عوامل اورعناصر نے کیا نوعیت اختیار کرلی تھی ، جیسے جیسے مسلمانوں کا سیاسی اقتدار کم ھوتا گیا اس طرح کی ذھنیت اور ایسی تحریکات کہیں علانیہ اور کہیں درپردہ اپنا کام کرتی رھیں اور آج بھی کررھی ھیں اور یہ خیالات و مضامین جن کی طرف ھم نے سطور بالا میں اشارہ کیا اسی ذھنیت کی پیداوار ھیں بہر حال جیسا کہ ھم لکھ چکے ھیں یہ مسئلہ ایک مستقل تحقیقی مقالہ کا مستحق ھے توفیق الٰہی شامل حال رھی تو انشاءاللہ اس پر بھی توجہ دی جائے گی۔

کتابیات
=======

موضوع کی مناسبت سے قرآن حکیم اور احادیث نبوی کے حوالے اس مقالے میں کثرت سے آئے ہیں جن کا حوالہ متن میں ساتھ ساتھ دے دیا گیا ہے اور ان بنیادی مآخذ کو کتابیات میں شامل نہیں کیا گیا ہے ۔ قرآن حکیم کے اردو ترجمہ کے لئے تاج کمپنی کا مطبوعہ مولانا اشرف علی تھانوی کا ترجمہ پیش نظر رکھا گیا ۔ کتابیات میں حوالے اسی ترتیب سے درج نہیں جس طرح متن میں آئے ہیں ۔ تکرار کا اعادہ نہیں کیا گیا ہے ۔

شازی ۔ بنجمن ۔ قواعد ہندوستانی، ترجمہ و تعلیقات ۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۷۶ء ۔

قریشی، ڈاکٹر اشتیاق حسین

برصغیر پاک و ہند کی ملت اسلامیہ ۔ ادارہ تالیف و تصنیف ۔ جامعہ کراچی ۔ کراچی، ۱۹۶۲ء

قادری محمد ایوب و بہلوی، سید الطاف علی

علی گڑھ تحریک اور قومی نظمیں، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی، ۱۹۷۰ء ۔

صدیقی شمس الدین ۔ ڈاکٹر

مقالہ مشمولہ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند ۔ چھٹی جلد اردو ادب ۔ حصہ اولہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۔ ۱۹۷۱ء ۔

صدیقی ۔ ابو اللیث صدیقی ڈاکٹر ۔

جامع القواعد ۔ حصہ صرف ، مرکزی ترقی اردو بورڈ ۔ لاہور ۱۹۷۱ء

عبداللہ ۔ سید محمد ۔ ڈاکٹر

ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ، مجلس ترقی ادب لاہور ۔

شبلی نعمانی

شعر العجم ۔ جلد اول ، طبع شیخ مبارک علی ۔ لاہور ۔ ۱۹۳۹ء ۔

مقالات شبلی ۔ طبع دار المصنفین اعظم گڑھ ۔ ۱۹۳۲ء

معین الحق ۔ ڈاکٹر سید

معاشرتی و علمی تاریخ ۔ سلمان اکیڈیمی ۔ کراچی ۔ ۱۹۶۵ء

ندوی ، سید سلیمان

نقوش سلیمانی ۔ طبع اردو اکیڈیمی سندھ ۔ کراچی

عبد الحق ۔ ڈاکٹر مولوی

اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام

طبع انجمن ترقی اردو ۔ کراچی ۔ ۱۹۵۲ء

شیرانی ، حافظ محمود

مقالات ۔ جلد اول ۔ طبع مجلس ترقی ادب لاہور

خورشید احمد

اسلامی نظریۂ حیات ۔ طبع دوم ۔ ۱۹۶۸ء ۔

دار الترجمہ و تصنیف جامعہ کراچی

جیراجپوری ۔ اسلم

تعلیمات قرآن ۔ طبع اول ۔ دہلی ۔ ۱۹۳۲ء

ہاشمی ، نصیر الدین

دکن میں اردو ۔ طبع اردو اکیڈیمی سندھ ۔ کراچی

جالبی، ڈاکٹر جمیل

مرتبہ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ـ انجمن ترقی اردو ـ کراچی ۱۹۷۳ء

مومن، حکیم مومن خان

کلیات ـ مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی ـ طبع کراچی

حالی، الطاف حسین

مسدس مد و جزر اسلام ـ صدی ایڈیشن ـ دہلی

میر ـ میر محمد تقی

کلیات ـ مرتبہ آسی ـ طبع نولکشور ـ ۱۹۳۱ء

بیخود ـ وحید الدین

دیوان بیخود ـ طبع دوم ـ دہلی ـ ۱۹۳۲

آتش ـ حیدر علی

کلیات جلد اول ـ مرتبہ حسن فاضل لکھنوی ـ

مجلس ترقی ادب لاہور ـ ۱۹۷۳ء

خالد ـ عبد العزیز

فارقلیط ـ طبع کراچی ـ ۱۹۶۳ء

امیر علی

تاریخ اسلام ـ اردو ترجمہ ـ طبع کراچی ـ ۱۹۶۵ء

صدیقی ـ ابو اللیث ـ ڈاکٹر

تاریخ شرق کا ایرانی پس منظر ـ مقالہ مشمولہ ایران نامہ ـ طبع

بزم اقبال لاہور ـ ۱۹۷۱ء

میکش ـ مرتضیٰ احمد خان

تاریخ اقوام عالم حصہ اول و دوم ـ مجلس ترقی ادب لاہور

صدیقی ۔ ابو اللیث ۔ ڈاکٹر

آج کا اردو ادب ۔ طبع فیروز سنز لاہور ۔ ۱۹۷۲ء

کشفی، ڈاکٹر سید ابو الخیر

اردو شاعری کا سیاسی اور تاریخی پس منظر ۔ طبع کراچی ۔ ۱۹۷۵ء

مہر ۔ غلام رسول

سید احمد شہید ۔ طبع لاہور

معین ۔ ڈاکٹر سید معین الدین

تحریک آزادی میں اردو کا حصہ ۔ طبع انجمن ترقی اردو ۔ کراچی ۔ ۱۹۷۷ء

ظفر علی خان

چمنستان ۔ طبع اول ۔ لاہور ۔ ۱۹۳۳ء

جالندھری ۔ حفیظ

شاھنامہ اسلام ۔ جلد دوم ، طبع دوم ۔ ۱۹۳۷ء لاہور

زور ۔ سید محی الدین قادری ، ڈاکٹر

اردو مخطوطات ۔ جلد اول ۔ طبع حیدرآباد ۔ ۱۹۳۲ء

یوسف علی خان

کلیات ھمدی ، قلمی نسخہ ملوکہ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی

مکتوبہ ۱۲۰۰ھ

ندوی ، جلیل احسن

راہ عمل ، انتخاب ندوی ، طبع سوم

درد ۔ خواجہ میر

دیوان ، مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی ، مجلس ترقی ادب ۔ لاہور ۔ ۱۹۶۲ء

مصحفی ، غلام ھمدانی

کلیات دیوان اول ۔ مرتبہ نور الحسن نقوی ۔ مجلس ترقی ادب لاہور ۔ ۱۹۶۸ء

عابد ۔ عابد علی

انتخاب و مقدمہ مہتاب داغ ۔ مرتبہ سبط حسن ۔ مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۲ء

لطافت، سید حسن

دیوان بیاض لطافت ۔ طبع لکھنؤ ۔ ۱۳۰۵ھ

وجہی، ملا

قطب مشتری، مرتبہ ڈاکٹر مولوی عبد الحق، طبع انجمن ترقی اردو ۔ کراچی

شوق، نواب مرزا

مثنوی زہر عشق مرتبہ عشرت رحمانی، لاہور ۔ ۱۹۵۳ء

چاند ۔ شیخ

مرتبہ خاور نامہ ۔ طبع ترقی اردو بورڈ ۔ کراچی

حسن، میر حسن

کلیات ۔ جلد اول ۔ مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی ۔

مجلس ترقی ادب لاہور ۔ ۱۹۶۶ء

ندوی، حسن مثنی

خالد اور نعت سرورکونین ۔ سیارہ لاہور ۔ مئی ۱۹۶۹ء ۔

ذوق، محمد ابراہیم

کلیات جلد دوم، مجلس ترقی ادب لاہور ۔ ۱۹۶۷ء

محسن کاکوروی

کلیات محسن، طبع لکھنؤ

انیس، میر

مراثی جلد اول، طبع پنجم بہ نولکشور، لکھنؤ ۱۹۰۶ء

حالی، الطاف حسین

کلیات نظم حالی ۔ جلد دوم ۔ مجلس ترقی ادب لاہور ۔ ۱۹۷۲ء

مذاق، دلدار علی، بدایونی

آئینۂ دلدار، طبع کراچی - ۱۹۵۶ء

ابو سعید نور الدین - ڈاکٹر

اقبال اور تصوف - اقبال اکیڈمی - کراچی

دریا بادی - عبد الماجد

تصوف اسلام

قدوسی، اعجاز الحق

تذکرہ صوفیائے بنگال، طبع مرکزی ترقی اردو بورڈ - لاہور

رومی - جلال الدین

مثنوی - مرتبہ بور خیم

السراج - ابو نصر عبد اللہ علی السراج الطوسی، مرتبہ آربری، کتاب اللمع -

طبع لائیڈن - ۱۹۱۶ء

جعفری - نظام الدین - ڈاکٹر

اردو شہر آشوب - مقالہ پی ایچ ڈی - جامعہ کراچی

مدنی، سید ظہیرالدین

ولی گجراتی - طبع بمبئی، ۱۹۵۰ء

رسالہ نور المعرفت - ولی، مرتبہ ۱۹۵۰ء

عزلت - سید عبد الولی

دیوان، طبع بمبئی ۱۹۶۲ء -

ہاشمی، ڈاکٹر نور الحسن

دہلی کا دبستان شاعری - طبع کراچی - ۱۹۳۹ء

حاتم - دیوان زادہ

قلمی نسخہ ملوکہ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی

فاروقی ۔ خواجہ احمد ۔ ڈاکٹر

میر تقی میر ۔ حیات اور شاعری، طبع دھلی ۔ ۱۹۵۳ء

عبد اللہ ۔ ڈاکٹر سید محمد

نقد میر ۔ طبع دوم ۔ لاہور ۔ ۱۹۶۳ء

صدیقی، ابو اللیث ڈاکٹر

لکھنؤ کا دبستان شاعری ، طبع لاہور۔ ۱۹۶۲ء

مصحفی، کلیات

حصہ اول ۔ مجلس ترقی ادب لاہور ۔ ۱۹۶۹ء

صدیقی ، ابو اللیث ڈاکٹر

مصحفی، اس کا عہد اور شاعری ۔ لاہور ۔ ۱۹۵۲ء

درد ۔ خواجہ میر

دیوان، مرتبہ داؤدی ۔ لاہور ۔ ۱۹۶۲ء

صمیم ۔ ا ۔ د

مقالہ شمولہ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند مجلہ بالا

مینائی ۔ امیر

دیوان ۔ مرآۃ الغیب ۔ طبع کانپور ۔ ۱۹۱۳ء

حسرت موہانی

دیوان اول ۔ حصہ اول ۔ ۱۹۰۳ء تا ۱۹۱۲ ع

اقبال ۔ محمد اقبال

مکاتیب، مرتبہ شیخ عطاءاللہ